سو موضوع، پانچ سو داستان

جلد اوّل

تالیف

مولانا سید علی اکبر صداقت

مترجم

مولانا محمد حسن جعفری

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سوموضوع، پانچ سو داستان
جلد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اوّل
مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا سید علی اکبر صداقت
مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد حسن جعفری
فنی معاونت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قلب علی سیال
کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)
سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اکتوبر 2012ء
ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
ہدیہ مکمل سیٹ جلد اول تا سوم۔۔۔۔۔۔۔۔1500 روپے

اس کتاب کی اشاعت کیلئے الحاج شیخ وحید احمد نے بطور قرضِ حسنہ تعاون فرمایا ہے ہماری دعا ہے کہ خداوند عالم ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور ان کے مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ ادارہ۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

فہرست مضامین

سوموضوع، پانچ سوداستان جلدنمبر1

مقدمہ 19

باب1اخلاق 22

1. پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورنعیمان 22

خزیمہ اور بادشاہِ روم 23

3. سیرتِ امام سجادعلیہ السلام 24

4. حضرت علی علیہ السلام اور بے ادب دوکاندار 25

5. مالک اشتر 25

باب2احسان 27

1. یہودی اور مجوسی 28

2. امام حسین علیہ السلام اورساربان 29

3. ابوایوب انصاریؓ 29

4. اشعار کا بدلہ 30

5. یوسف علیہ السلام اوراُن کے بھائی 31

باب3 ''اخلاص'' 32

1. غارمیں تین افراد 32

2. حضرت علیؑ عمروبن عبدود کے سینہ پر 33

3. شیطان اور عابد 35

4. مخلص کی دعامستجاب ہوتی ہے 35

5. حضرت موسی علیہ السلام کی درخواست 36

باب4استقامت 38

1. آل یاسر 39

2. تُو چیونٹی سے توکمترنہیں 39

3. حضرت نوح علیہ السلام 40

4. سکاکی 40

5. وفاتِ فرزند 41

باب5اصلاح 43

1. اصلاح کا حکم 43

2. اصلاح کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ

نزاع سے بھی واقف ہو 44

3. اصلاح کا وضعی واخروی اثر 44

4. میرزا جواد آقاملکی 45

5. اصلاح کرنے والا وزیر 46

باب نمبر6 دنیاوی آرزوئیں 47

مختصرتشریح 47

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اورکاشت کاری کی آرزو 48

2. حجاج اوردودھ فروش کی آرزو 48

3. شھادت کی آرزو 49

4. جعدہ کی آرزو پوری نہ ہوسکی 50

5. مغیرہ نے اپنا مقصد حاصل کرلیا 51

باب نمبر7امانت 52

عنوان	صفحہ نمبر
مختصر تشریح	52
1. حضرت اُمِ سلمہ کی امانت داری	52
2. خائن عطار	53
3. کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں	55
4۔ گڈریا (بھیڑیں چرانے والا) اور یہودیوں کی بھیڑیں	55
5. قریش کی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاس امانتیں اور قریش کی مکاریاں	56
باب نمبر8 امتحان	58
مختصر تشریح	58
1. ہارون مکی کا امتحان	58
2. بہلول نے عہدہ قبول نہ کیا	59
3. ابوھریرہ ناکام رہا	60
4. حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی	61
5. سعدؓ کا امتحان	62
باب9 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	64
مختصر تشریح	64
1. بشر حافی	64
2. نہی عن المنکر کرنے والا مجاہد	65
3. خدا کیا چاہتا ہے؟	67
4. یونس بن عبدالرحمان کا فریضہ	67
5. تبلیغ کے لئے معروف اور منکر کا علم ہونا چاہئے	68
باب10 انصاف	69
مختصر تشریح	69

عنوان	صفحہ نمبر
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عرب	70
2. حضرت علی علیہ السلام کا انصاف	70
3. عدی بن حاتم کا انصاف	71
4. متوکل اور امام علی نقی علیہ السلام	71
5. انصاف ابوذرؓ	72
باب11 ایثار	73
مختصر تشریح	73
1. ایثار پیشہ غلام	74
2. مسجد مرو کا واقعہ	74
3. جنگ یرموک (تبوک)	75
4. حضرت علیؑ کا ہجرت مدینہ کے وقت ایثار	76
5. حاتم طائی کا ایثار	77
باب12 ایذا رسانی	78
مختصر تشریح	78
1. جب امام سجادؑ کو اذیت دی گئی	79
2. قارون و موسیٰؑ	79
3. مومن کو اذیت دینا حرام ہے	81
4. امیر المومنین علیہ السلام کو اذیت دینا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کے مترادف ہے	82
5۔ متوکل کے مظالم	83
باب13 ایمان	84
مختصر تشریح	84
1. حارثہ کا ایمان	85
2. جوانمردی اور ایمان	85

عنوان	صفحہ نمبر
3. ایمان کے درجات	86
4. سعیدابن جُبیر کا ایمان	87
5. ایمان سلمان فارسی	88
باب14 برادری	89
مختصرتشریح	89
1. جن برادرانس	90
2. بھائیوں کی صفات	90
3. بھائی کے دروازے پر کھڑا ہوا شخص	91
4. والی کا مومن کوخوش کرنا	91
5. حضرت علیؑ رسولِ خدا کے بھائی ہیں	93
باب15 بے نیازی	94
مختصرتشریح	94
1. پیغمبراکرمؐ کا درس	95
2. سکندراوردیوژن	96
3. محمد بن منکدر کا اعتراض	96
ابوعلی سینا	97
5. عبداللہ ابن مسعود کی بے نیازی	98
باب16 بُخل	99
مختصرتشریح	99
1. بخیل کا گناہ	101
2. منصوردوانیقی کا بخل	101
3. عرب کے مشہور بخیل	102
4. ثعلبہ بن حاطب کا بخل	103
5. سعیدابن ہارون کی کنجوسی	105

عنوان	صفحہ نمبر
باب17 بُرائی	107
مختصرتشریح	107
جلودی کا انجام	108
2. عمروعاص	108
3. حجاج ملعون کے ستم	110
4. عذرگناہ بدتر از گناہ	110
5. بُرے کردار کا برزخ میں اثر	112
باب18 ابتلاء	113
مختصرتشریح	113
1. عمران بن حصین	114
2. سیدعلی عابدزندان میں	114
3. حضرت ھودعلیہ السلام کی بیوی	115
4. ابنِ ابی عمیر	116
5. جتنی عمرلمبی ہوگی اتنا آزمائش بھی زیادہ ہوگی	116
باب19 بیماری	118
مختصرتشریح	118
1. مریض اوراُس کی عبادت	119
2. میری بیٹی کبھی بیمارنہیں ہوئی	119
3. مرض پرصبر	119
4. جذامی	120
5. مریض کا قرض	120
باب20 اطاعت والدین	121
مختصرتشریح	121
1. ماں کی ناراضگی موت کودشوار بنادیتی ہے	122

عنوان	صفحہ نمبر
2. حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین	122
3. جریح	123
4. امام صاحب الزمان (عج) کی والد کے لئے سفارش	124
5. باپ پر تازیانے	125
باب21 تقویٰ	126
مختصر تشریح	126
1. غلط تقویٰ	127
2. حضرت ابوذر کا تقویٰ	127
3. غیر متقی شخص پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے	128
4. شیخ مرتضیٰ انصاری کا تقویٰ	129
5. عقیل کا اعتراض	130
باب22 توکل	131
مختصر تشریح	131
1. خدا پر توکل کرنے والا تاجر	131
2. پیغمبرؐ اور توکل	132
3. حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیماری	133
4. حماد ابن حبیب	134
5. ساقی پر اعتماد	135
باب23 تسلیم	137
مختصر تشریح	137
1. امام کا جواب	138
2. معاذ ابن جبل	138
3. تسلیم کا سبق کبوتروں سے سیکھنا چاہئے	139
4. سر بھی تسلیم محبت سے ہلایا نہ گیا	140
5. رسول اکرم کے فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے	140
باب24 تفکر	142
مختصر تشریح	142
1. ربیعہ	143
2. عمل سے پہلے سوچ بچار	143
3. تفکر کی اقسام	144
4. فکر ریاست	145
5۔ مُلک ''رے'' کی جاگیریں یا امامؑ کا قتل	146
باب25 تحقیر	147
مختصر تشریح	147
1. مفضل ابن عمر	148
2. سیرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	149
3. خوار سمجھنے کا نتیجہ	149
4۔ چھوٹے قد والا اور بدصورت بیٹا	150
5. جو تجھ سے زیادہ خراب ہو اسے میرے پاس لے آؤ	151
باب26 تکبر	152
مختصر تشریح	152
1. ابوجہل کا تکبر	153
2. ولید بن مغیرہ	153
3. تنگ دستی بہتر ہے یا مغرور کن دولت؟	154
4. سلیمان بن عبدالمالک	155
5. خسرو پرویز کی تکبر کی وجہ سے ہلاکت	156
باب27 تواضع	157

عنوان	صفحہ نمبر
مختصر تشریح	157
1. حضرت سلمان فارسی کی تواضع	157
2. بلال حبشی	158
3. رسول خدا کی تواضع	159
4. محمد بن مسلم کو حکمِ تواضع	159
5. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریین	160
باب28 توبہ	161
مختصر تشریح	161
1. ہر گناہ کی علیحدہ توبہ ہے	162
2. بنی اُمیہ کے کاتب کی توبہ	162
3. توبہ زندگی کے آخری لمحے بھی کی جاسکتی ہے	164
4. ابولبابہ کا اندازِ توبہ	164
5. توبہ کا یہ انداز ہوتا ہے	166
باب29 جہالت	169
مختصر تشریح	169
1. نادان حکمران	170
2. خلیفہ کا جاہل بیٹا	170
3. خوبصورت جاہل	171
4. قیس ابن عاصم	172
5. لمبی داڑھی والا	172
باب30 حرص	174
مختصر تشریح	174
1. قبر کی مٹی ہی حریص کا دوا ہوتی ہے	175
2. حریص کی عیش اور اُس کا انجام	175
3. عیسیٰ اور مرد حریص	177
4. ذوالقرنین	179
5. اشعب بن جبیر مدنی: (متوفی 152)	180
باب31 حسد	181
مختصر تشریح	181
1. حضرت عیسیٰ اور حاسد	182
2. عبداللہ ابن ابی کا انجام	182
3. حسد میں کتنی قوت موجود ہے؟	184
4. عورتوں میں حسد	185
5. حاسد کا انجام	186
باب32 حق و باطل	188
مختصر تشریح	188
1. مرنے والے مسلمان کا حق	188
2. معاویہ ابن یزید: (معاویہ ثانی)	189
3. حق کو تسلیم کرنا	190
4. مست حق شناس	191
5. حضرت ابوذر کی حق شناسی	192
باب33 حلال وحرام	193
مختصر تشریح	193
1. یہود اور حرام غذا	194
2. حرام کا طبق	194
3. دامِ شیطان	195
4. خلیفہ کا کھانا	195
5. عقیل کی درخواست	193

عنوان	صفحہ نمبر
باب34 حلم	197
مختصر تشریح	197
1. ایک کبوتر باز کی اذیت	198
2. ایک ظالم کا ظلم اور امام کا حلم	198
3. قیس منقری	199
4. امام حسن علیہ السلام اور مردِ شامی	199
5. شیخ جعفر کاشف الغطاء	200
باب35 حیا	201
مختصر تشریح	201
1. حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شعیبؑ کی بیٹیاں	201
2. آنکھ کا حیاء	203
3. زلیخا	204
4. پیغمبر اور بنی قریظہ	204
5. امیر المومنین علیہ السلام کا حیا	205
باب36 خوف	206
مختصر تشریح	206
1. خوف خدا رکھنے والا جوان	207
2. ایک پتھر کی زبانِ حال	207
3. عذاب آخرت پر آتشِ دنیا کو ترجیح دینا	208
4. خوف خدا کی انتہا	209
5. حضرت یحییٰ اور خوف خدا	211
باب37 خیانت	213
مختصر تشریح	213
1. خائن وزیر	214
2. زیارت میں خیانت	215
3. ایک بیٹی کی باپ سے خیانت	216
4. امام جعفر صادق علیہ السلام اور ہندوستانی	217
5. حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ	219
باب38 دنیا	221
مختصر تشریح	221
1. عزت وذلت	222
2. حضرت علیؑ اور بیت المال	222
3. حضرت سلیمان	223
4. طلحہ وزبیر کی دنیا پرستی	224
5. کیا چاہا تھا کیا ہوا	226
باب39 جھوٹ	227
1. ولید بن عقبہ	228
2. بھوک اور جھوٹ	228
3. شاعر کا جھوٹ	229
4. زینب کذابہ	229
5. جھوٹا خوشامدی	231
باب40 چوری	232
1. امام اور چور کا اقرار	233
2. ایک اعرابی کا اونٹ	233
3. بہلول اور حریص چور	234
4. ایک قاریِ قرآن نابینا چور	235
5. معتضد اور چور	236
باب41 دعا	239

عنوان	صفحہ نمبر
1.دعائے مشلول	239
2.مومنین کی اجتماعی دعا	241
3.دعاسے مصیبت دورہوتی ہے	242
4.بارش کے لئے دعا	243
5.مرنے والوں کے لئے دعا	243
باب42دین	245
1.دین مرگیا	245
2.دزفول کاعقلمند دیندار	246
3۔جلال بادشاہی کے سامنے دین کامقام	247
4.ابوجعفرحسینی کی دینداری	248
5.سمرہ بن جندب کی دین فروشی	249
باب43ذکرالٰہی	251
۱۔دشمن کے مقابل ذکرخدا:	251
۲۔ایک مجذوب	252
۳۔ غربا کا پیغمبراکرمؐ سے سوال	253
۴۔ نعمت میں محبوب کی یاد	253
۵۔ سیدہ نفیسہؒ کی عبادت	254
باب نمبر44رزق	256
۱۔حکمت پرنگاہ کریں:	256
۲۔قرآن مجید سے غلط استنباط:	257
۳۔ رزق بقدرکفایت:	258
۴۔صدقہ دے کررزق میں اضافہ کریں:	258
۵۔عمادالدولہ:	259
باب نمبر45رضا	261

عنوان	صفحہ نمبر
۱۔ حضرت جابرؓ اورحضرت امام محمد باقر	261
۲۔ تین مصیبتوں پرراضی رہنے والاشخص:	262
۳۔ خلادہ:	262
۴۔ حضرت عمار جنگ صفین میں:	263
۵۔ بہترین مخلوق:	264
باب نمبر46ریا	265
۱۔ سمعان:	265
۲۔ ملاعبداللہ شوستری (متوفی ۱۰۲۱)	266
۳۔ سفیان ثوری کاریا:	266
۴۔ دکھاوے کی عبادت:	267
۵۔ ریاکارعابد:	268
باب نمبر47زنا	269
۲۔ خوابوں کی تعبیر:	270
۳۔ حضرت یحییٰ کا قاتل زنازادہ تھا:	271
۴۔ وہ جسے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا:	271
۵۔ پیغمبرؐاورایک بے باک جوان:	272
باب نمبر48سخاوت	274
۱۔ میں امام زمانہ(عج) کوکیاجواب دوں گا	275
۲۔ حاتم سے بڑاسخی:	275
۳۔ پروردگارسخاوت کوپسندکرتاہے:	276
۴۔ تین سواشرفی:	277
۵۔ قیس بن سعد:	278
باب نمبر49شرک	280
۱۔ علی ابن حسکہ:	280

عنوان	صفحہ نمبر
۲۔ مشرک مومن ہوجاتا ہے:	281
۳۔ پوشیدہ شرک:	282
۴۔ کفر بھی اور شرک بھی:	282
۵۔ مشرکین سے مناظرہ:	283
باب نمبر50 شیطان	284
۱۔ حضرت نوح علیہ السلام اور شیطان:	284
۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شیطان:	285
۳۔ فرعون:	286
۴۔ معاویہ:	286
۵۔حضرت یحییٰ علیہ السلام اور شیطان:	287
باب نمبر51 صبر	288
۱۔ دین کی زندگی صبر میں مضمر ہے:	289
۲۔ صبر کے بعد آسانی:	289
۳۔ حضرت بلال کا صبر:	290
۴۔ بدلہ سے صبر بہتر ہے:	291
۵۔شب عروسی:	292
باب نمبر52 صدقہ	293
۲۔ حاتم کی والدہ:	294
۳۔ رات کی تاریکی میں صدقہ دینے والا:	295
۴۔ شیطانوں کی دادی:	296
۵۔ صاحب بن عباد:	296
باب نمبر53 صلہ رحمی	299
۱۔وبا:	300
۲۔امام علیہ السلام کی صلہ رحمی:	300
۳۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلہ رحمی:	301
۴۔ صلہ رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ:	302
۵۔محمد بن اسماعیل:	303
باب نمبر54 ظلم وستم	305
۱۔ ظلم داذنہ:	305
۲۔ ظالموں کے لئے کام کرنا:	307
۳۔ مکافات عمل:	307
۴۔ ضحاک حمیری کا انجام:	308
۵۔ واقعہ حرہ:	309
باب نمبر55 عبادت	311
۱۔خشک عبادت کا نتیجہ:	311
۲۔ عشق کے ساتھ عبادت:	312
۳۔ حضرت اویس قرنی:	313
۴۔ابلیس کی عبادت:	313
۵۔ امام سجاد علیہ السلام:	314
باب نمبر56 عہد و پیمان	315
۱۔پیغمبر اکرمؐ اور ابوھیثم:	315
۲۔ وعدہ خلافی جائز نہیں:	316
۳۔ حلف الفضول کا معاہدہ:	317
۴۔ انس بن نضرؓ:	317
۵۔ ایک مسلمان غلام:	318
باب نمبر57 عدالت	319
۱۔حکومت شدید:	320
۲۔ اولاد کے درمیان عدالت:	320

عنوان	صفحہ نمبر
۳۔ لباس سرخ:	321
۴۔ غنائم میں مساوات:	321
۵۔ دشمن کے روبروعدل علی علیہ السلام کا تذکرہ:	322
باب نمبر58 عذاب	324
۱۔قوم عاد پرعذاب	325
۲۔ابن ملجم لعین اور عذاب برزخ:	325
۳۔عمل کی جزا:	327
۴۔عذاب کے نازل ہونے کی وجہ:	327
۵۔ حق کو پوشیدہ کرنے والوں کے لئے عذاب:	328
باب نمبر59 عفوودرگزر	330
۱۔غلام کی مار پیٹ:	330
۲۔ قاتل کومعاف کرنے والے:	331
۳۔ کنیز کی آزادی:	331
۴۔ جب بیٹے نے باپ کے قاتل کومعاف کیا:	332
۵۔ فتح مکہ:	333
باب نمبر60 عقل	335
۱۔کدوکوذبح کرکے کھاؤ۔	336
۲۔بزرگی باعقل است نہ باسال:	336
۳۔ بےعقلی کا نتیجہ:	337
۴۔ نجومی اور حضرت علی علیہ السلام:	338
۵۔ بہلول عاقل:	339
باب نمبر61 علم	341
۱۔حاج شیخ عباس قمی:	342
۲۔ معلم جبرئیلؑ:	342

عنوان	صفحہ نمبر
۳۔ عالم باعمل:	343
۴۔ علم بےتزکیہ کے نقصانات:	343
۵۔ اصمعی اوردکاندار:	344
باب نمبر62 عمل	346
۱۔ جائزکام:	346
۲۔اہل عمل اور بہشت:	347
۳۔ محنت کش انسان:	348
۴۔حضوراکرمؐ کا عمل جسے دیکھ کر یہودی مسلمان ہو گیا۔	348
۵۔ معاویہ کا کرداراورابوالاسوددوئلی:	349
باب نمبر63 غذا	351
۱۔ ایک لقمے کے بدلہ دین فروخت کرنے والا:	351
۲۔ غذائے مرگ:	352
۳۔ زیادہ کھانے والااورکم کھانے والا:	353
۴۔ غذادوستی کا سبب:	353
۵، روٹی میں برکت ہوتی ہے:	354
باب نمبر64 غرور	355
۱۔قلبی غرور:	356
۲۔مال واولاد پرغرور:	356
۳۔ مغرور پہلوان:	357
۴۔ ایک نحوی عالم:	357
۵۔ ابوجہل کا غرور:	358
باب نمبر65 غصہ	359
۱۔ ذوالکفل:	360

عنوان	صفحہ نمبر
۲۔ طاقتور کون ہے؟:	361
۳۔ ایک نصیحت:	361
۴۔ امام جعفر صادقؑ اور غلام:	362
۵۔ بری عادت اور خادم:	362
باب نمبر66 غیبت	364
۱۔ غیبت کرنے والے کو ناپسند کیا جاتا ہے	365
۲۔ قیامت کے دن غیبت کی سزا:	366
۳۔ چغل خور کی موجودگی باران رحمت کے نزول میں رکاوٹ بنی:	366
۴۔ چغل خور ہلاک ہوتا ہے:	367
۵۔ چغل خور کی قیامت خیزی:	368
باب نمبر67 بدزبانی	370
۲۔اسامہ کا جواب:	370
۳۔بدزبانی کرنے والے کی مجلس میں شیطان کی آمد	371
۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی سیرت:	372
۵۔ ابن مقفع بدگوئی کی وجہ سے ہلاک ہوا:	372
باب نمبر68 غربت	374
۱۔ایک مفلس کی خودداری:	374
۲۔ فقیر اور اس کی حالت زار:	375
۳۔ فقیر کے لئے گدائی چھوڑنا بھی بہت مشکل ہے	375
۴۔ اعانت سادات کا اجر:	376
۵۔ سید جواد عاملی اور غریب ہمسایہ:	377

عنوان	صفحہ نمبر
باب نمبر69 قضاوت	379
۱۔ امام علیہ السلام اور قوم جنات کا حاکم:	379
۲۔قاضی کا جھکاؤ اور اس کا عذاب:	380
۳۔ آخرت کا فیصلہ:	381
۴۔ یہودی اور امامؑ قاضی کے سامنے:	381
۵۔ آنکھ اندھی ہوگئی:	383
باب نمبر70 قرض	384
۱۔ ابودحداح:	384
۲۔ امام نے مقروض کا قرض ادا کیا:	385
۳۔مقروض کو مہلت دینے کا ثمر:	386
۴۔ نادان مقروض:	386
۵۔ مقروض اور نماز میت:	386
باب نمبر71 قرآن	388
۱۔ خلق یا خالق کی طرف توجہ:	389
۲۔ پیغمبر اکرمؐ اور قرآن مجید:	389
۳۔ احمد بن طولون:	390
۴۔ پانچ سو قرآن نیزوں پر:	391
۵۔ نپولین:	391
باب نمبر72 قضاء وقدر	393
۱۔ زنجیر پا:	393
۲۔ آسمان سے مچھلیوں کی بارش:	394
۳۔عزرائیل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہم نشین	395
۴۔ ہدہد:	395

عنوان	صفحہ نمبر
۵۔ بادشاہ چین فغفور:	396
باب73 قناعت	398
۱۔سیرت امام جعفر صادق علیہ السلام	398
۲حضرت سلمان فارسی	399
۳۔قناعت کے ذریعے انسان اپنے نفس پر قابو پاسکتا ہے۔	399
۴۔شاہی دسترخوان کا اثر	400
۵۔قناعت کرنے والوں کی سیرت	401
باب74 قیامت	402
۱۔قیامت کی دوہائی دینے والا	402
۲۔قیامت کے دن بدترین انسان	403
۳۔قیامت کا خوف	403
۴۔امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	405
۵۔توبہ بن صمہ	405
باب75 محنت کی عظمت	406
۱۔وقف نامہ	406
۲۔عمر بن مسلم	407
۳۔صدقہ کھانے سے کام کاج کرنا بہتر ہے	408
۴۔اپنے آپ کو زحمت میں ڈالنا	408
۵۔یعقوب بن لیث صفار	409
باب76 گداگری	410
۱۔امام علیہ السلام اور سائل	410
۲۔ سوال نہ کرنا شرط جنت ہے:	411
۳۔ حدتنگ دستی:	412
۴۔آبرومند مفلس	412
۵۔ ایسا بھی ممکن ہے:	413
باب نمبر77 دوسروں کی مدد کرنا	414
۱۔ نوہزار سال:	415
۲۔ طواف قطع کرنا:	415
۳۔ باہمی تعاون وایثار:	416
۴۔ چراغ کا بجھا دینا:	417
۵۔ علمائے حق کی سیرت:	418
باب نمبر78 کینہ	419
۱۔ ولید بن عقبہ کی کینہ پروری:	420
۲۔ ہندجگرخوار:	420
۳۔ابن سلار:	421
۴۔ کینہ دوستی میں بدل گیا	421
۵۔ کینہ پرور منافق:	423
باب نمبر79 گریہ	424
۱۔ حضرت نوح علیہ السلام:	425
۲۔ حضرت زہراؑ کا گریہ:	425
۳۔ ۳۵ سال کا گریہ:	426
۴۔ گریہ رحمت:	427
۵۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا گریہ:	427
باب نمبر80 گناہ	429
۱۔ حمید بن قحطبہ طائی کا گناہ:	430
۲۔ ایک گناہگار کی جلاوطنی:	431
۳۔ حضرت عیسیٰ وطلب باران:	432

عنوان	صفحہ نمبر
۴۔ بیٹیوں کوزندہ درگور کرنے کی وجہ:	432
۵۔ گناہوں کا کفارہ:	433
باب نمبر81 لذت	435
۱۔ سات لذات:	436
۲۔ دوخواجہ سرا:	436
۳۔ لذت مناجات:	437
۴۔ فالودہ یا باداموں کا حلوہ:	438
۵۔ لوگوں کوقتل کر کے لذت حاصل کرنے والا:	438
باب نمبر82 مال	439
۱۔ یہ تمام دولت کہاں سے آئی؟	440
۲۔ حب دنیا کا انجام:	440
۳۔ دولت کا صحیح مصرف:	442
۴۔ فضول خرچی کی بدترین مثالیں:	442
۵۔ چار دینار:	443
باب نمبر83 محبت	445
۱۔ اللہ کو بندوں سے کتنی محبت ہے:	446
۲۔ ایک لکڑی کے ساتھ محبت:	446
۳۔ المرء مع من احب:	447
۴۔ ایک یہودی جوان:	447
۵۔ حقیقی دوستی:	448
باب نمبر84 موت	449
۱۔ ایک سو پچاس برس کا بوڑھا آدمی:	450
۲۔ موت کے وقت گفتگو:	450
۳۔ ملک الموت:	451
۴۔ علامہ مجلسیؒ:	452
۵۔ مالک اشتر:	453
باب نمبر85 مظلوم	454
۱۔ خوارزم شاہ:	454
۲۔ کیا خدا تو سو رہا ہے؟	455
۳۔ قبر حسین علیہ السلام مظلوم:	456
۴۔ مظلوم کی صدا سے سلطان بے چین ہو گیا:	457
۵۔ فرزندان مسلم بن عقیل کی مظلومیت:	458
باب نمبر86 مومن	461
۱۔ مومن کامل:	461
۲۔ مومن کی نشانی:	462
۳۔ مومن سے بے توجہی کی سزا:	463
۴۔ مومن کی وجہ سے آفات دفع ہوتیں ہیں:	464
۵۔ مومن خراسانی:	464
باب نمبر87 مہمان نوازی	466
۱۔ مہمان کو روٹی کھلانا:	467
۲۔ مہمان کا احترام:	467
۳۔ قوم لوط:	468
۴۔ مہمان نوازی کے لئے تکلف جائز نہیں:	470
۵۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی مہمان نوازی:	470
باب نمبر88 مکر	471
۲۔ عقل مند وزیر کا جواب:	471
۳۔ بُسر بن اُرطاۃ:	472
۴۔ زرقا کا مکر:	473

عنوان	صفحہ نمبر
۵۔ عمروعاص:	474
باب نمبر89 نیت	475
۱۔ نیت کی خبر دینے والا:	477
۲۔ بادشاہ کی نیت:	477
۳۔ ابوعامر اور مسجد کی تعمیر:	478
۴۔ شقیق بلخی:	479
۵۔ حضرت موسیٰ کا پیروکار:	480
باب نمبر90 نعمت	483
۱۔ باغ ضروان:	483
۲۔ نعمت کے حصول میں فضول خرچی:	484
۳۔ شکر نعمت:	485
۴۔ عدل وانصاف کی برکت:	485
۵۔ حقیقی نعمت کیا ہے؟	486
باب نمبر91 نماز	487
۱۔ خوف سے پڑھی جانے والی نماز:	488
۲۔ حضرت علیؑ کی نماز:	488
۳۔ تارک الصلوٰۃ:	489
۴۔ کسی کی نمازیں دیکھ کر اس سے دھوکہ کھانا:	489
۵۔ نماز جمعہ:	490
باب نمبر92 نفرین/ بددعا دینا	491
۱۔ بددعا کی بجائے دعا دینے والے:	492
۲۔ عبیداللہ بن زیاد:	492
۳۔ حام بن نوح:	493
۴۔ حرملہ کا انجام:	493
۵۔ رحمۃ للعالمین:	494
باب نمبر93 نفس	495
۱۔ اژدھائے نفس:	496
۲۔ شیراز کا آب لیموں:	496
۳۔ بہترین اور بدترین:	497
۴۔ ابوخیثمہ:	497
۵۔ ہدایت کے لئے آمادہ نفس:	498
باب نمبر94 ولایت	500
۱۔ سیاہ فام غلام کی محبت:	500
۲۔ آل محمدؐ اپنے محبوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں:	502
۳۔ پاسبان مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے:	503
۴۔ پستان ولایت سے دودھ پینے والا:	504
۵۔ شاہ ولایت کو دیکھنے والا:	505
باب نمبر95 وسواس	508
۱۔ ارادت:	509
۲۔ شیطان کو وسوسہ کا موقع ہی نہ دینا:	509
۳۔ وسوسہ اور اس کے اثرات:	510
۴۔ شیطان تین حال میں:	511
۵۔ وضو میں وسوسہ:	512
باب نمبر96 ہدایت	513
۱۔ ایک جھوٹا انسان جسے ہدایت ملی:	513
۲۔ علم کتنا قیمتی ہے؟	514

عنوان	صفحہ نمبر
۳۔ سید حمیری:	515
۴۔ یاقوت:	517
باب نمبر97 ہمسایہ	519
۱۔ حق ہمسائیگی کے ساتھ مکان کی فروخت:	520
۲۔ کافراور مومن ہمسایہ:	520
۳۔ ہمسائے کے ستم سے کیسے بچایا؟	520
۴۔حدود ہمسائیگی:	521
۵۔ چنگیز خان کا قانون:	522
باب نمبر98 ہم نشین	523
۱۔ ناتجربہ کار ساتھی:	523
۲۔ ساتھی کا اثر:	524
۳۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز:	524
۴۔ فرعون اور ہامان:	525
۵۔ بدعقیدہ لوگوں سے میل جول نہ رکھیں:	526
باب نمبر99 یتیم	527
۱۔ یتیم پروری کا ثمر:	527
۲۔ اسفندیار کیوں مغلوب ہوا؟	528
۳۔ یتیم نوازی کی طرف توجہ:	529
۴۔ پھوپھیوں کے متعلق سفارش:	529
۵۔ شہید کے یتیم:	530
باب نمبر100 یقین	531
۱۔ ایک موٹے شخص کے موٹاپے کا علاج:	532
۲۔ محمد بن بشیر حضری کا یقین:	532
۳۔ فردوسی متوفی (۱۴۱۱)	533
۴۔ زیادہ یقین کا تقاضا:	535
۵۔ حارثہ بن نعمان:	535

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوموضوع، پانچ سوداستان جلدنمبر 1

اسلام کے اخلاقی، عملی، اجتماعی اور تربیتی خوبصورت بیانات کا مجموعہ جو کہ آیات واحادیث اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے معجزات سے مرصع ہے۔اس میں پانچ سوداستانیں رقم کی گئی ہیں۔

مصنف: سیدعلی اکبرصداقت

ترجمہ: علامہ محمد حسن جعفری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

ہدایت اور روشنی تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کی سعادت اور تکمیل اخلاق کے لئے اتنے دلائل و براہن اور [1] آثار و آیات پیدا کی ہیں جن کا شمار ناممکن ہے۔

خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کو بینات [2] اور کتب و معجزات دے کر روانہ کیا تا کہ نسل آدم صحیح راستے پر چلے اور سعادت و کامیابی حاصل کرے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کردار و گفتار کے لحاظ سے اسوہ کامل ہیں اور آپؐ نے یہ فرمایا کہ ''میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں'' [3] انسان کی یہ بدبختی رہی ہے کہ وہ انبیاء کی بجائے شیطان کی اطاعت کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ فضائل سے متصف ہونے کی بجائے رذائل سے وابستگی اختیار کر لیتا ہے۔ اور کچھ لوگ تو شیطان کی اس قدر پیروی کرتے ہیں کہ وہ درجہ انسانیت سے نکل جاتے ہیں اور حیوانات سے بھی بدتر بن جاتے ہیں۔

اخلاق بشر کے سنوارنے کے لیے رسول خدا نے پوری زندگی جدوجہد کی۔ دنیاوی اور اُخروی سعادت کے حصول کے لئے انسان کو کسی نہ کسی معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کوئی شخص اپنے طور پر تن تنہا افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر اعتدال کی راہ پر نہیں چل سکتا۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑا حکیم ہے اس نے تمام انبیاء کا تعارف انسانیت کے مربی اور معلم اخلاق کی حیثیت سے کرایا ہے۔ تا کہ اس کی مخلوق انبیاء کی پیروی کرے اور انحرافی راستوں سے دور رہے اور رذائل اخلاق سے علیحدہ رہ کر دونوں جہانوں کی سربلندی حاصل کر سکے۔

قرآن کریم میں ایک سورہ مبارکہ موجود ہے جس کا نام ہی ''قصص'' ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ انسان کو داستان و حکایت کی ضرورت ہے۔ پورے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر انبیاء، بادشاہوں اور اقوام و ملل کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اس لئے ایک سورہ کا نام ہی قصص رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم نے جنگ، صلح، خاندانی اور اجتماعی و عقیدتی مسائل کو بھی قصوں اور داستانوں کے انداز میں بیان کیا ہے۔ تا کہ ان قصوں سے لوگ ترقی اور تنزلی کے علل و اسباب سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

---

[1] لقدادسلنا موسیٰ باٰیاتنا ان اخرج وانر لنا قومك من الظلمات الی النور ''ابراہیم/5

[2] لقدادسلنا رسلنا بالبینات وانزل لنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ''حدید/25

[3] بعثت الاتمم مکارم الاخلاق۔ سفینۃ البحار جلد اول۔ ص411

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مکمل داستانِ حیات موجود ہے جس میں یوسف پر ہونے والے مظالم اور یعقوب کی بے قراری اور زلیخا کے حسن وعشق کی داستانیں پوری تفصیل سے موجود ہیں۔اس سورہ مبارکہ کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ''ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو حسین ترین قصہ سناتے ہیں''۔[1]

حکایت یوسف قرآن کریم کی شاہکار داستان ہے خدا نے اسے ''احسن القصص'' کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

اس سورہ کے آخر میں فرمایا کہ یہ حکایات ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہیں جو عقل مند ہیں[2]

نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ کا ایک تفصیلی وصیت نامہ مرقوم ہے جو آپ نے امام حسن مجتبیٰؑ کے لئے لکھا تھا۔اس وصیت نامہ میں آپ نے یہ کلمات تحریر فرمائے۔اگرچہ میں نے دنیا میں زیادہ عمر نہیں پائی لیکن میں نے گزشتہ افراد کے کارناموں کو غور سے دیکھا اور ان کے حالات وواقعات پر غور وفکر کیا اور ان کے آثار کی سیر کی ہے جس کی وجہ سے میں خود ان کا ایک فرد بن چکا ہوں گویا ان کی جو تاریخ مجھ تک پہنچی تو اس کی وجہ سے میں ان کی ابتدا سے ان کی انتہا تک ان کے ساتھ رہا ہوں۔میں ان کی زندگی کے گہرے مطالعہ سے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اس کا خلاصہ تیرے سامنے بیان کررہا ہوں اور ان کی زندگی کے جو تاریک پہلو ہیں میں نے انہیں تجھ سے دور رکھا ہے۔''

اس حقیر (مؤلف) نے چند سال قبل صفات رذیلہ کے علاج کے لئے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ''احیاء القلوب'' رکھا۔ پھر میں نے کوشش کی کہ اخلاقی حکایات کو جمع کروں۔آخر کار اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی۔

اس سلسلہ میں میرے لئے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ میرے پاس کتابیں کم تھیں لیکن اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے میں نے اخلاقی حکایات کو اپنی کتابوں سے اخذ کیا۔اور میں نے ایک سوموضوعات پر قلم اٹھایا اور ہر موضوع کے لئے پانچ پانچ حکایات جمع کیں۔

اس انداز سے پہلے سے کوئی کتابیں موجود نہیں تھیں البتہ ''معارف اسلام'' اور پند تاریخ جیسی کتابیں ضرور موجود تھیں۔ مذکورہ دونوں کتابوں میں آیات، روایات، اشعار اور امثلہ پاتی جاتی ہیں جب کہ ہم صرف اپنے آپ کو قصہ تک ہی محدود رکھنا چاہتے تھے۔ہم نے پوری کوشش کی کہ کتاب کے حجم کو زیادہ پھیلنے نہ دیا جائے۔اس لئے ہم نے زیادہ آیات وروایات اور امثلہ واشعار سے دانستہ گریز کیا ہے۔

ہم نے یہ کتاب عوام الناس کے لئے تحریر کی ہے اور ہماری خواہش ہے کہ ہر پڑھا لکھا شخص اس سے استفادہ کرسکے اور اس لئے ہم نے گہرے فلسفی ومنطقی موضوعات سے صرف نظر کیا ہے۔

اس کتاب میں آپ کو کچھ ایسی حکایات بھی دکھائی دیں گی جن کا حقیقی اور عینی وجود نہیں ہے۔ہمارا مقصود صحیح ترین روایات کا

---

[1] نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ (یوسف۔۳)

[2] لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ (یوسف۔۱۱۱)

جمع کرنانہیں ہے ہمارے پیش نظر قارئین کی تعلیم وعبرت ہے۔

بعض اوقات آپ کوایسی حکایات بھی دکھائی دیں گی جوصرف ایک موضوع سے مربوط نہیں ہوں گی وہ کئی موضوعات سے مربوط ہوسکتی ہیں۔

ہم نے نقل عبارت میں تحت اللفظی ترجمہ کی بجائے اس کے مفہوم کو بیان کیا ہے ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے ایک دوسرے سے مشابہت رکھنے والے موضوعات کوعلیحدہ علیحدہ بیان نہیں کیا ہے۔مثلاً ہم نے ''ایثار'' پر بحث کی تو اس کے بعد ہم نے ''انفاق'' کے موضوع پر بحث مناسب نہیں سمجھی۔

ہم نے قارئین کی دلچسپی کو بحال رکھنے کے لئے متنوع قسم کی نادر حکایات بیان کی ہیں تا کہ قارئین کی دلچسپی قائم رہے۔

ہم نے جن کتابوں سے حکایات وروایات کونقل کیا ہے ان کا حوالہ بھی پیش کیا ہے امید ہے کہ قارئین اس کتاب کو پڑھنے کے بعد کچھ غوروخوص ضرور کریں گے اور پندونصیحت حاصل کریں گے اور مکارم اخلاق سے وابستگی کی بھرپور کوشش کریں گے اوران حکایات کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی راہ راست پر چلانے کی جدوجہد کریں گے۔

والسلام

سیدعلی اکبرصداقت

واخردعونا ان الحمدللہ رب العالمین

باب نمبر1

اخلاق

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (القرآن)

بے شک آپ خلقِ عظیم سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ [1]

"بعثت لاتمم مکارم الاخلاق"

مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔ [2]

مختصر تشریح

عمدہ اخلاق دنیا میں جہاں انسان کے جمال وعظمت کا مظہر ہے وہاں آخرت میں بھی کامیابی وکامرانی کا اہم ذریعہ ہے۔

اخلاق کے ذریعہ سے انسان کا دین کامل ہوتا ہے اور خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے دنیا میں جتنے بھی انبیاء واوصیاء اور خاصانِ خدا آئے وہ نیک اخلاق کا مجسمہ تھے۔

ہر مومن کو چاہیے کہ میزان اعمال کو وزنی بنانے کے لئے حسنِ اخلاق سے مزیّن ہو۔

رسول کریمؐ اکرم کا فرمان ہے کہ ہمارے زمانہ کا حاتم وہ ہے جو خوش اخلاق ہو بداخلاقی انسان کو فشار قبر اور دوزخ میں لے جاتی ہے اور بداخلاق کا دینا میں کوئی دوست نہیں ہوتا۔

انسانوں کی پہچان کا میزان صرف علم یا دولت وحکومت نہیں ہے۔اس کی بجائے اعلیٰ صفات ہی انسان کی شخصیت کا میزان ہیں۔عمدہ اخلاق رکھنے والا انسان بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہوتا ہے اور بندوں کی نظر میں ممدوح اور محبوب ہوتا ہے۔

1 پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نعیمان

حضرت نعیمان بن عمرو انصاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے، وہ شوخ اور پُرمزاح طبیعت کے مالک تھے

---

[1] (قلم۔۴)

[2] جامع السعادت جلداول۔ ۲۳

، بیان کیا جاتا ہے ایک صحرائی عرب اپنے اونٹ پر سوار ہوکر رسول اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنا اونٹ مسجد کے پیچھے باندھ دیا۔

چند اصحاب کو ایک مزاح سوجھی انہوں نے حضرت نعیمان سے کہا کہ اگر آپ یہ اونٹ نحر کریں تو اس کا گوشت آپس میں بانٹ لیں گے اور اس صحرائی کو رسول اللہؐ اونٹ کی قیمت خود ادا کر دیں گے۔

حضرت نعیمان نے اونٹ نحر کیا اور اس کا گوشت بنا رہے تھے تو وہاں وہ صحرائی بدو آ گیا۔ اس نے اس واقعہ کی خبر رسول اللہؐ کو دی۔ رسول اللہ مسجد سے سے باہر آئے اور صحرائی کے نحر شدہ اونٹ کو دیکھا، حضرت نعیمانؓ وہاں سے بھاگ گئے۔ رسول اللہؐ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس نے کیا؟ آپؐ کو بتایا گیا کہ نعیمان نے یہ کام کیا ہے رسول اللہؐ نے کسی شخص کو بھیجا کہ جائے اور نعیمان کو بلا لائے وہ شخص نعیمان کے تعاقب میں مسجد کے قریب ''ضباعۃ بنت زبیر''[1] کے گھر آیا اور نعیمان کے متعلق پوچھا تو اس شخص کو ایک غار نما جگہ جو گھاس پھوس سے ڈھکی ہوئی تھی کی نشان دہی کی گئی۔

وہ شخص رسول اللہؐ کے پاس آیا اور نشاندھی کی، رسول اللہؐ چند صحابہ کے ساتھ ''ضباعۃ'' کے گھر اس جگہ پہنچے جہاں پر نعیمان چھپے ہوئے تھے۔

رسول اللہؐ نے اوپر سے گھاس ہٹائی جس سے اس نے اپنے آپ ڈھانپا ہوا تھا نعیمان وہاں سے باہر آئے۔

حضرت نعیمان کی پیشانی اور رخساروں پر تازہ گھاس کا رنگ لگا ہوا تھا۔ آپؐ نے پوچھا کہ نعیمان آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ نعیمانؓ نے عرض کیا! یارسول اللہؐ خدا کی قسم جو لوگ آپ کو یہاں لائے ہیں انہوں نے ہی مجھے یہ کام کرنے پر اکسایا تھا۔ رسول اللہؐ مسکرائے اور نعیمان کے چہرے سے گھاس کا رنگ اتارا اور اس صحرائی بدو کو اونٹ کی قیمت خود ادا کی۔[2]

خزیمہ اور بادشاہِ روم

''خزیمہ ابرش'' عرب دنیا کا ایک بادشاہ گزرا ہے وہ بادشاہِ روم کا گہرا دوست تھا اور وہ کوئی بھی کام بادشاہِ روم کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے بادشاہ روم کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا اور اس سے اپنی اولاد کے لئے مشورہ طلب کیا۔

''خزیمہ'' نے اپنے خط میں لکھا کہ میں نے اپنے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے بہت سی دولت جمع کر رکھی ہے تاکہ میرے بعد وہ پریشان نہ ہوں۔ آپ اس سلسلے میں کیا رائے دیتے ہیں؟

اس نے جواب دیا کہ دولت ایک بے وفا معشوق ہوتی ہے جو ہمیشہ ساتھ نہیں رہتی ہے۔ اولاد کی بہتر خیر خواہی یہ ہے کہ

---

[1] رسول خدا کی چچازاد اور مقداد بن الاسود کی زوجہ تھیں۔

[2] لطائف الطوائف ص24 الاستعاب

انہیں اعلیٰ اخلاق اوراچھے صفات کا مالک بناؤ تا کہ دنیامیں ان کی یہ دولت ہمیشہ قائم رہے اورآخرت میں ان کی بخشش ہو سکے [1]

3 سیرتِ امام سجادعلیہ السلام

ایک شخص امام سجادعلیہ السلام کے سامنے آیا اوراس نے آپؑ کے خلاف ناسزا باتیں کیں۔امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں کچھ بھی نہ اشادفرمایا۔ جب وہ شخص مجلس سے چلا گیا تو آپؑ نے لوگوں سے کہا کہ تم نے سنا اس شخص نے کیا کہا؟ میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے ساتھ چلوتا کہ اس نے مجھے جوگالیاں دی ہیں ان کا جواب جا کر سنو۔انہوں نے کہا مولاؑ ہم سب آپ کے ساتھ چلتے ہیں ہماری خواہش ہے کہ آپؑ اسے بھرپور جواب دیں۔

امام علیہ السلام چلے اورراستے میں یہ آیت مجیدہ پڑھ رہے تھے۔

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾

جوغصے کوپی جاتے ہیں اوردوسروں کے قصورمعاف کردیتے ہیں۔ایسے نیک لوگ اللہ کوبہت پسند ہیں۔ [2]

اس روایت کا راوی بیان کرتا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی گی توہمیں بخوبی اندازہ ہوگیا کہ امام علیہ السلام اس سے بھلائی ہی کریں گے۔

ہم حضرتؑ کے ساتھ چل کراس شخص کے گھرتک پہنچےاوراسے بتایا گیا کہ وہ باہرآئے کہ حضرت علی زین العابدین بن حسینؑ دروازے پرآئے ہیں۔

جیسے ہی اس شخص نے امام علیہ السلام کا نام سناتو اسے گمان ہوا۔

کہ امام علیہ السلام اس کی دشنام طرازی کا جواب دینے آئے ہیں حضرت نے اسے دیکھا تو فرمایا۔اے میرے بھائی تو میرے پاس آیا تھااورتو نے کچھ ناگوار باتیں کہی تھیں جوکہ تو نے کہا ہے اگروہ برائیاں مجھ میں موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ میری وہ خطائیں معاف کرے۔اگروہ برائیاں میرے اندرموجودنہیں جوتو نے بیان کیں ہیں تو میں یہ دعا کرنے کے لئے آیا ہوں کہ خدا تیرے گناہ معاف فرمائے۔

جب اس شخص نے حضرت کی یہ گفتگوسنی توحضرتؑ کی پیشانی کا بوسہ دیا اورکہا میں نے جوکچھ بھی کہا تھاوہ آپؑ میں نہیں ہیں وہ تمام برائیاں خودمیرے اندرموجود ہیں۔ [3]

---

[1] نمونہ المعارف 74 جوامع الحکایات مس 280۔

[2] سورۃ آلِ عمران آیت 134

[3] منتھی الامال 4/2

4. حضرت علی علیہ السلام اور بے ادب دوکاندار

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب علی علیہ السلام مملکت اسلامی کے تاجدار تھے۔آپ بازاروں کی کڑی نگرانی کرتے اسی لئے آپ بازاروں میں جاتے تھے۔اورلوگوں کونصیحت کرتے تھے۔

ایک دن آپؑ خرمافروشوں کے بازار میں گئے آپؑ نے وہاں ایک بچی کوروتے ہوئے دیکھا، بچی سے رونے کا سبب دریافت کیا؟ بچی نے عرض کیا کہ میرے مالک نے مجھے ایک درہم دیا کہ جاؤ بازار سے خرمالے آؤ۔میں نے اس دوکاندار سے کھجوریں خریدیں اور گھر لے گئی۔جو میرے مالک کو پسند نہیں آئیں میں واپس اس دوکاندار کے پاس آئی کہ کھجوریں واپس لے لے اور میری رقم میرے حوالے کردے۔

امام علیہ السلام نے دوکاندار سے فرمایا کہ یہ چھوٹی بچی ہے یہ کسی کی کنیز ہے یہ خودمختار نہیں ہے تم یہ کھجوریں لے لو اور اس کی رقم واپس دے دو۔دوکاندار اپنی جگہ سے اُٹھا اس نے اپنا ہاتھ مولاعلیؑ کے سینہ پر رکھا آپ کو دوکان سے نیچے اتارنا چاہتا تھا۔

جولوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے تو انہوں نے دوکاندار سے کہا کیا کررہے ہو؟ یہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں دوکاندار کا رنگ زرد ہوگیا۔

اس نے فوراًاس بچی سے کھجوریں لے لیں اور پیسے بھی واپس کردیئے پھر اس نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیرالمومنین آپ مجھ سے راضی ہوجائیں اور میری غلطی سے درگزر کردیں۔

آپؑ نے فرمایا کہ جو چیز مجھے راضی کرسکتی ہے وہ یہ ہے اپنی روش کی اصلاح کرو اس کے ساتھ اخلاق اور ادب کو اپناؤ۔[1]

5 مالک اشتر

ایک دفعہ مالک اشتر بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے انہوں نے ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا اور عمامہ بھی ٹاٹ کا ہی تھا۔الغرض وہ غریب اور فقیر شخص کی طرح سے بازار سے گزر رہے تھے۔بازار میں ایک دوکاندار جو اپنی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا جب اس نے مالک کو دیکھا اور اس نے ان کی تحقیر کرتے ہوئے ایک ڈھیلا ان کی طرف پھینکا۔

مالک اس طرف متوجہ نہ ہوئے۔جیسے چل رہے تھے ویسے ہی چلتے رہے بازاریوں میں ایک شخص جو مالک کو جانتا تھا اور وہ یہ واقعہ بھی دیکھ رہا تھا۔اس دوکاندار کے پاس آیا اور کہا کہ جس شخص کی تو نے تحقیر کی ہے جانتا ہے کہ وہ کون ہے؟

دوکاندار نے کہا کہ میں نہیں جانتا تو اس شخص نے کہا کہ وہ ''مالک اشتر'' علی کا دوست اور ان کی فوج کا سپہ سالار ہے۔

تو وہ دوکاندار کانپنے اور لرزنے لگا وہ مالک کے پیچھے روانہ ہوا تا کہ اس کے پاس جا کر معافی طلب کرے۔دیکھا کہ مالک

---

[1] داستانھاوپندھاء47/1۔بحارالانوار519/9

مسجد میں آئے ہوئے ہیں اور نماز میں مصروف ہیں۔اُس نے صبر کیا یہاں تک کہ حضرت مالک نے نماز ختم کی وہ شخص حضرت کے پاؤں میں آ کے گر گیا آپ نے اس کا سر بلند کیا اور اس سے فرمایا کیا کر رہے ہو اس نے کہا مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوا ہے میں اس کی معافی چاہتا ہوں میں آپ کو نہیں پہچانتا تھا۔

مالک نے کہا کوئی بات نہیں خدا کی قسم میں مسجد میں صرف تمہاری مغفرت طلب کرنے آیا ہوں۔[1]

[1] تحقی الامال 212 /1۔مجموعہ ورام بن ابی ضراس

باب نمبر2

احسان

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝۱۲۸

''بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی اور نیکی کرنے والے ہیں۔''[1]

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"عاتب اخاك بالاحسان اليه"

''اپنے دینی بھائی پر احسان کر کے اسے سرزنش کرو۔''[2]

مختصر تشریح

بھلائی اور نیکی کا تعلق ان صفات سے جنہیں خدا پسند کرتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پہ احسان کیا ہے ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم بھی لوگوں پر زیادہ سے زیادہ احسان کریں۔ اگر کوئی شخص برائی کرے اسے ادب سکھانے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اس پر احسان کریں۔ اگر برائی کا بدلہ برائی سے دیا جائے تو اس سے کینہ میں اور اضافہ ہوگا۔ اور دشمنیاں پروان چڑھیں گی۔

مردانِ الٰہی کا ہر دور میں یہ شیوہ رہا ہے رہا کہ اگر کسی نے انہیں سلام کیا تو وہ سلام کا جواب اس سے بہتر اور کامل انداز میں دیتے تھے۔ اگر کسی شخص نے ان کے ساتھ حسن سلوک کے لئے ایک ہاتھ اُٹھایا تو انہوں نے اس سے بہتر اس کا بدلہ دیا۔

انسانوں کے دل ہمیشہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان سے بھلائی کرتے ہیں جب کوئی ایک انسان دوسرے انسان سے بھلائی کرتا ہے تو اس عمل سے شیطان کا چہرہ مجروح ہوجاتا ہے اور اس کا دل زخمی ہوجاتا ہے۔ اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ احسان کرنے والے کے دل میں اس کے احسان کو اجاگر کرے۔ اس کے احسان کو تباہ و برباد کردے۔

---

[1] سورہ نحل/128

[2] نہج البلاغہ فیض، ص1175

1. یہودی اور مجوسی

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک غریب یہودی ایک مالدار مجوسی کا ہم سفر ہوا۔ مجوسی کے پاس اونٹ اور اسباب سفر کافی مقدار میں تھا۔ مجوسی نے یہودی سے پوچھا کہ تیرا عقیدہ اور مذہب کیا ہے؟

یہودی نے جواب دیا کہ میرا عقیدہ یہ ہے جہان کا ایک مالک ہے میں اس کی عبادت کرتا ہوں اور اسی سے پناہ چاہتا ہوں۔ جو میرے عقیدہ سے موافق ہو میں اس پر احسان کرتا ہوں اور جو میرے عقیدہ کے مخالف ہو میں اس کا خون بہانا جائز سمجھتا ہوں۔

یہودی نے مجوسی سے پوچھا کہ تمہارا عقیدہ کیا؟ جواب میں مجوسی نے کہا، کہ میں اپنے آپ سے اور کائنات میں تمام موجودات سے محبت کرتا ہوں۔

میں کسی کے ساتھ برائی نہیں کرتا ہوں میں دوست اور دشمن دونوں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے برائی کرے تو بھی میں اس پر احسان کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تمام کائنات کا خالق وہی ہے جو سب کا خالق ہے یہودی نے کہا تو بالکل جھوٹ کہہ رہا ہے میں بھی تیرے جیسا ہی انسان ہوں جب کہ تیرے پاس اونٹ اور اسباب سفر موجود ہے اور میں پیادہ پا ہوں تو نے نہ تو اپنی خوراک میں سے مجھے کچھ دیا نہ اپنے اونٹ پر مجھے سوار کیا۔

مجوسی اونٹ سے نیچے اترا اور اپنا دسترخوان بچھایا اور یہودی کے ساتھ ملکر کھانا کھایا۔ اور یہودی کی خواہش کے مطابق اسے اپنے اونٹ پر سوار کیا تا کہ اس کی تھکان اتر سکے۔ کچھ راستے تک ایک دوسرے کے ساتھ سفر کرتے رہے اچانک یہودی نے زور سے اونٹ کو تازیانے مارے اور اونٹ بھگا کر لے گیا۔ مجوسی نے اسے آواز دے کر کہا کہ اے شخص میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی اور تو نے مجھے بیابان میں اکیلا چھوڑ کر جا رہا ہے کیا میرے احسان کا بدلہ یہی ہے؟ لیکن مجوسی کی ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ یہودی نے زور سے اسے جواب دیا کہ میں تجھے پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جو بھی میرے عقیدہ کا مخالف ہو میں اسے ہلاک کرنا جائز سمجھتا ہوں۔

مجوسی نے آسمان کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا'' پروردگار میں نے اس شخص کے ساتھ نیکی کی ہے اس نے میرے ساتھ برائی کی ہے تو ہی اسے برائی کا بدلہ دے یہ کہہ کر وہ راستہ پر چل پڑا ابھی اس نے تھوڑا سفر کیا تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ اس کا اونٹ ایک جگہ پر کھڑا ہوا ہے اور یہودی زمین پر گرا ہوا ہے۔ یہودی کا بدن زخمی ہے وہ درد سے کراہ رہا ہے۔ مجوسی خوش ہوا اس نے اپنے اونٹ کو پکڑا اور سوار ہو کر جانے لگا۔ یہودی کی چیخ کی پہنچ بلند ہوئی اور اس نے رو رو کر کہا اے نیکی کرنے والا شخص تجھے احسان کا اجر مل چکا ہے اور مجھے میری برائی کا بدلہ مل گیا۔ اب تو اپنے عقیدہ سے انحراف نہ کر مجھے سے نیکی کر اور اس بیابان میں مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ مجوسی کو اس پر رحم آ گیا۔ اس نے یہودی کو اپنے ساتھ اونٹ پر سوار کیا اور اس کو اس کی منزل مقصود پر لا کر چھوڑ دیا۔ [1]

---

[1] جوامع الحکایات ص24۔ نمونہ معارف 29/1

2. امام حسین علیہ السلام اور ساربان

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایک عورت بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی ایک شخص اس عورت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس عورت نے اپنے ہاتھ کو بلند کیا وہ شخص جو اس کے پیچھے چل رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس عورت کے بازو پہ رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرد کے ہاتھ کو اس عوورت کے ہاتھ پہ چسپاں کر دیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ لوگوں کی آمدورفت قطع ہو گئی۔ ایک شخص امیر مکہ کے پاس گیا اور جا کر اسے یہ واقعہ سنایا۔ امیر مکہ نے علماء کو اپنے دربار میں بلالیا۔ لوگ بھی وہاں پہ جمع ہو گئے کہ دیکھیں علماء اس پر کیا حد جاری کرتے ہیں۔ امیر مکہ نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا یہاں خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کوئی آیا ہوا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں یہاں حسین ابن علی علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ امیر مکہ نے حضرت امام حسینؑ کو اپنے پاس مدعو کیا۔ امام علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے گئے۔ پہلے تو حضرتؑ نے بیت اللہ کا سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ کچھ دیر رکے رہے اور اس کے بعد اس مرد کے بازو کو قدرت امامت سے عورت کے ہاتھ سے جدا کر دیا۔

امیر مکہ نے کہا کہ مولاؑ کیا ہم اس پر حد جاری کریں؟ امامؑ نے فرمایا کوئی حد جاری نہیں ہوگی۔

صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ حضرت نے جس ساربان پر یہ احسان کیا اس نے اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ گیارہ محرم کی رات کو اندھیرے میں مولا کا کمر بند حاصل کرنے کے لئے آپؑ کا ہاتھ کاٹا تھا۔[1]

3. ابوایوب انصاریؓ:۔

ابوایوب انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے جب رسول اکرم حکم خداوندی کے تحت مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے مدینہ کے تمام قبائل نے آپ سے گزارش کی کہ آپ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں پر میری اونٹنی بیٹھ جائے گی میں وہ جگہ اپنے لئے منتخب کروں گا۔

جب رسول خداؐ کی اونٹنی محلہ ''بنی مالک بن النجار'' کے گھروں کے قریب پہنچی (بعد میں وہ گھر مسجد نبوی کا حصہ بن گئے) تو وہ وہاں آ کر بیٹھ گئی پھر اونٹنی اٹھی چلتے چلتے پھر اسی جگہ پر آ کر دوبارہ بیٹھ گئی۔ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ''محلہ بنی مالک بن النجار'' کے ہر فرد کی خواہش تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں قیام فرمائیں۔ حضرت ابوایوب انصاری نے آگے بڑھ کر اونٹنی سے سامان کی خورجین اُٹھالی اور اپنے گھر لے گئے۔ رسول اللہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ میرے سامان کی خورجیں کہاں ہے؟ جواب دیا گیا کہ ابوایوب انصاریؓ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ انسان کو اپنے سامان کے ساتھ رہنا چاہئے۔ یہ کہہ کر آپؐ ابوایوبؓ انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ جب تک مسجد نبوی میں گھروں کے تعمیر مکمل نہ ہوئی۔ اس وقت تک آپؐ

---

[1] رہنمای سعادت 37/1۔ شجرہ طوبیٰ ص 422/

ابوایوب انصاری کے گھر پر ہی رہے۔ ابوایوب انصاری کے گھر کی دومنزلیں تھیں نچلی منزل میں رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے۔ بعد میں ابوایوب آئے اور رسول خداؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ یہ اچھا نہیں لگتا۔ آپ اوپر والی منزل میں قیام فرمائیں اور نچلی منزل میں میں قیام کرونگا۔ آپؐ نے اس کی پیش کش کومنظور کیا اوراوپر والی منزل میں قیام پزیر ہوئے۔

بعد میں حضرت ابوایوب انصاری بدر اور احد اور کئی دوسرے غزوات میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب رہے اور خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ جنگ خیبر میں جب لشکر اسلام فاتح ہوا تو حضرت ابوایوب نے رسول خدا کے خیمے کی پشت پر محافظ کے فرائض ادا کئے جب صبح ہوئی تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ خیمے کے باہر کون ہے؟ عرض کیا مولاؐ ابوایوب۔ رسول خداؐ نے دوبارہ ارشادفرمایا کہ خدااس پر رحمت کرے۔ جی ہاں یہ ابوایوب کے احسان اور بھلائی کا ہی نتیجہ تھا کہ ان کو رسول اللہؐ کی یہ دعا نصیب ہوئی۔ [1]

4. اشعار کا بدلہ:۔

منصور دوانیقی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ تھا عیدنوروز کے دن اس نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے عرض کی آپ دربار میں تشریف لائیں۔ لوگ دربار میں ہمیں مبارکباد اور ہدیے دیں گے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا جہاں تک عیدنوروز کا تعلق ہے تو یہ خالصتاً اہل ایران کا تہوار ہے اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ منصور نے کہا کہ آپ صحیح کہتے ہیں مگر یہ سب کچھ میں اپنے لشکر اور سپاہ کی سیاست کے لئے کر رہا ہوں۔ کیونکہ منصور کے لشکر اور سپاہ کا تعلق ایران سے تھا منصور نے کہا کہ میں آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ مجلس میں آئیں۔ اس کے اصرار پر مولا مجلس میں تشریف لائے۔

لشکر کے سالار، امراء، اور دوسرے لوگ بادشاہ کے دربار میں آتے رہے وہ وہاں ہدیے اور مبارک باد دیتے رہے۔ منصور نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ امام کے پاس رکا رہے اور تمام ہدیے اکٹھے کرتا رہے۔ آخر میں ایک بوڑھا شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ اے فرزندِ پیغمبر! میں ایک غریب انسان ہوں میرے پاس دولت نہیں ہے کہ میں کوئی ہدیہ آپ کے حضور پیش کروں البتہ اس کے عوض میں تین اشعار آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں جو میرے دادا نے آپ کے دادا حضرت امام حسینؑ کے متعلق تحریر فرمائے تھے۔ [2]

بہرنوع اس نے وہ اشعار آپ کو سنائے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا۔ اور پھر آپ نے منصور کے خادم کو منصور کے پاس بھیجا کہ جاؤ منصور سے پوچھ کر لاؤ کہ جو ہدیے جمع ہوئے ہیں ان کا کیا کرنا ہے؟ خادم منصور کے پاس گیا اور واپس آکر بتایا کہ منصور نے کہا ہے کہ تمام ہدیے، تحفے آپ کو ہدیہ کرتا ہوں آپ جہاں چاہیں ان کو خرچ کر سکتے ہیں۔ امام علیہ السلام

---

[1] پیغمبر و یاران 27/1۔ بحارالانوار 554/7

[2] عجبت القول غلاک فرندہ یوم الحصیاج وقد علاک غبار

نے اس بوڑھے شخص سے کہا کہ جاؤ یہ سارے ہدیے اور اموال میں تم کو بخشتا ہوں۔[1]

5. یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائی:۔

یوسفؑ کے بھائی حیلے بہانے بنا کر ان کو شہر سے باہر لے گئے اُن پر ظلم وتشدد کیا اُن کو کنویں میں ڈالا اور اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کو دائمی غم میں مبتلا کر دیا۔ چند برس گزرنے کے بعد ان کو پتہ چلا کہ ان کا بھائی یوسفؑ بادشاہِ مصر ہے پھر وہ اپنے باپؑ کو لے کر اُن کے پاس آئے۔ یوسف علیہ السلام نے پہلا جملہ یہ کہا تھا کہ میرے رب نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے زندان سے رہائی عطا فرمائی۔

آپؑ نے اپنی غلامی اور کنویں میں ڈالے جانے والے واقعات بیان نہ کئے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ بات جوان مردی کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ اپنی آزمائش اور خطاء بیان کر کے اپنے بھائیوں کو مزید تکلیف دینا نہیں چاہتے تھے۔ اور بعد میں فرمایا کہ وہ شیطان ہی تھا کہ جس نے میرے بھائیوں کو برائی پر اکسایا اور انہوں نے مجھے کنوئیں میں ڈالا اور میرے والد کو ابدی غم میں مبتلا کر دیا۔ لیکن خداوند سبحانہ نے احسان کیا کہ ان کے غلط سلوک میرے لئے عزت اور ہمارے خاندان کے لئے بزرگی کا سبب بنے۔

یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بزرگی تھی کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے غلط سلوک کو شیطان کی طرف منسوب کیا تا کہ ان کے بھائی شرمندہ نہ ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ تم پر کوئی ملامت نہیں، میری طرف سے آسودہ خاطر رہو، میں نے تجھے معاف کر دیا اور تمام پچھلی باتیں نظر انداز کی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہارے گناہ معاف فرمائے۔'' وہ تمام مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔''

مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰

''اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ کے ہاں ایسے لوگوں کا اجر مارا نہیں جاتا۔''[2]

خلاصہ یہ کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی بُرائیوں کے بدلے میں جو سبق دیا وہ یہ تھا کہ بُرائی کے بدلے میں بھی احسان کیا جائے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی اپنے دینی بھائیوں کی بُرائیوں سے چشم پوشی کریں اور ان پر احسان کریں۔[3]

---

[1] منتھی الامال 189/2

[2] سورہ یوسف آیت (90)

[3] ارتخ انبیاء ص 334__346

باب نمبر3

''اخلاص''

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝

''لہٰذا تم اللہ کی بندگی کرو دین کو اُسی کے لئے خالص کرتے ہوئے''[1]

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا!

''اخلص العمل ليجزك منه القليل''

اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرو، اخلاص کے ساتھ کیا جانے والا کم عمل بھی تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

مختصر تشریح

تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار اخلاص پر ہے اگر چہ کسی کا عمل کم ہو مگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرتا ہے۔ اگر عمل زیادہ ہو اور اس میں اخلاص نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے عمل کو رد کرتا ہے۔

مخلص انسان اپنے روح کے مجاہدات کر کے اپنے آپ کو رزائل سے پاک کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو نیت اور اعمال میں لے آتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی عبادات کو قبول فرمائے۔ نیت علم و عمل کے مراحل کا تعلق تزکیہ اور تصفیہ سے ہے۔

مخلص شخص اگر اپنے باطن کی نگہبانی کرے تو وہ مقام توحید کو پہچان سکے گا کم از کم حدِ اخلاص یہ ہے کہ جو کچھ انسان کے پاس ہو وہ خدا کی راہ میں خرچ کرے اور اس کے اجر اور معاوضے کا طلب گار نہ بنے۔

1. غار میں تین افراد

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے تین افراد ایک دفعہ اکٹھے سفر پر جا رہے تھے کہ راستے میں بادل چھا گئے اور بارش برسنے لگی۔ بارش سے بچنے کے لئے وہ ساتھ ہی قریبی غار میں چلے گئے۔ اچانک پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گرا اور غار کے دہانے پر آ گیا جس سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ جن کا دن رات کی طرح سے تاریک ہو گیا۔ اب خدا کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہ رہا۔ ان میں ایک نے کہا کہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے صرف ہم اپنے خالص اعمال کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ

[1] (زمر۔۲)

ہمیں نجات مل جائے۔تینوں اشخاص نے اس بات پر اتفاق کیا۔

اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ پروردگار! تو بہتر جانتا ہے میرے چچا کی ایک بیٹی ہے جو بہت ہی خوبصورت تھی میں اس پر دل وجان سے عاشق تھا۔ یہاں تک ایک موقع پر میں نے اس کو پکڑ لیا تا کہ دل کی حسرت پوری کروں۔اس وقت میرے چچا کی بیٹی نے کہا کہ خدا سے ڈرو اور میرے پردہ عفت کو تار تار نہ کرو۔اس کے یہ الفاظ میرے اوپر اتنا اثر انداز ہوئے کہ میں نے بُرائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔اگر میں نے یہ کام اخلاص اور تیری رضا کے لئے کیا ہو تو ہمیں اس ہلاکت سے نجات عطا کر۔اچانک انہوں نے دیکھا کہ غار سے تھوڑا سا پتھر ہٹ گیا اور غار میں روشنی آنے لگی۔

ان میں سے دوسرے شخص نے کہا: پروردگار تو جانتا ہے کہ میرے بوڑھے والدین ہیں۔جن کے قد خمیدہ ہو چکے تھے۔ ایک رات میں ان کے پاس کھانا لے کے گیا تو دیکھا میرے والدین نیند کر رہے ہیں۔تمام رات میں کھانا لے کر ان کے سرہانے کھڑا رہا لیکن میں نے انہیں نیند سے بیدار نہ کیا۔تا کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ پروردگارا گر یہ کام میں نے خالص تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم پر احسان فرما۔اس بند دروازے کو کھول دے۔جیسے ہی اس کی یہ گفتگو ختم ہوئی تو پتھر تھوڑا سا مزید سرک گیا۔اب زیادہ روشنی آنے لگی۔تیسرے شخص نے عرض کیا اے ہر پوشیدہ وظاہر بات کو جاننے والے! تو خود جانتا ہے کہ ایک شخص میرے پاس مزدوری کیا کرتا تھا۔جب اس کا وقت پورا ہو جاتا تو میں اسے مزدوری دیتا تھا۔لیکن ایک دن میں نے اس کو مزدوری دی تو اس نے مزدوری کی رقم نہ لی وہ اس سے زیادہ کا طلب گار تھا۔وہ مجھ سے اٹھ کر چلا گیا۔میں نے اس کی مزدوری کی رقم سے ایک بھیڑ خریدی اور اس کی علیحدہ حفاظت کرتا تھا۔اس بھیڑ سے بچے پیدا ہوتے رہے۔کچھ عرصے بعد وہ ریوڑ بن گیا۔

ایک عرصے کے بعد وہ مزدور میرے پاس آیا اور دوبارہ اپنی اجرت طلب کی تو میں نے اسے بھیڑوں کے ریوڑ کی طرف اشارہ کیا۔وہ سمجھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔میں سے اسے سمجھایا کہ یہ تیری اجرت تھی جو بڑھتے بڑھتے ریوڑ کی شکل اختیار کر گئی۔وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔

پروردگار! اگر یہ کام میں نے اخلاص اور تیری رضا کے لئے سرانجام دیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے تو اس وقت وہ پتھر ہٹ گیا اور وہ تینوں افراد خوشی خوشی غار سے باہر آ گئے۔[1]

2. حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کے سینہ پر

عمرو ابن عبدود عرب کا جری اور مشہور پہلوان تھا۔وہ اکیلا ایک ہزار کے لشکر سے جنگ کرتا تھا۔جنگ خندق میں یہ پہلوان بھی مشرکین کے لشکر میں شامل تھا۔وہ خندق کے پار آ گیا اور اس خیمے کے سامنے آ گیا جہاں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔اس نے آتے ہی مبارز طلبی کی لیکن اس کے رعب کی وجہ سے کوئی بھی اس کے سامنے

---

[1] نمونہ معارف 23/1۔محاسن برقی 253/2

جانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔

آخر کار حضرت علیؑ نے کھڑے ہوکر کہا: ''یارسول اللہ! اس کے مقابلے میں میں جاؤنگا۔'' رسولِ خدا نے فرمایا: ''یہ عمرو بن عبدود ہے۔''

حضرت علیؑ نے کہا: ''مولا! اگر یہ عمرو بن عبدود ہے تو میں بھی علی ابن ابی طالب ہوں۔ بہرنوع حضرت علیؑ رسولِ خداؐ کی دعائیں لیکر عمرو بن عبدود کے مقابلے میں چلے۔

حساس جنگ کے بعد حضرت علیؑ نے عمرو بن عبدود کو نیچے گرادیا اور اس کے سینے پر سوار ہوگئے۔ تمام صحابہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، پھر اچانک لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ علیؑ اس کے سینے سے اتر گئے اور ٹہلنے لگے۔

صحابہ اکرامؓ نے عرض کی یارسول اللہؐ! علیؑ سے کہیں کہ اسے جلدی قتل کرے۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے علیؑ اپنے کام کو بخوبی جانتا ہے، کچھ دیر بعد حضرت علی نے اسے دوبار پچھاڑا اور قتل کردیا۔ رسول خدا نے ارشاد فرمایا: ''ضربته عُلی یوم الخندق افضل من عبارة الثقلین'' ''خندق کے روز علی کا وار جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔'' جب حضرت علیؑ عمر بن عبدود کا سر لے کر رسول خداؐ کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے علی سے پوچھا: یا علیؑ تم نے دشمن کو زیر کر کے پھر کیوں چھوڑا؟ حضرت علیؑ نے عرض کی: ''مولا! جب میں نے اسے زیر کیا تو اس نے میری بے ادبی کی۔ اور میں نے سوچا کہ اگر اس حالت میں میں نے اسے قتل کیا تو رضائے الٰہی میں میرا غصہ شامل ہوجائے گا اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔'' اور جب میرا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو میں نے اسے پھر زیر کیا اور قتل کردیا۔[1]

عارف رومی نے اس واقعہ کو شنوی مولوی میں بھی قلم بند کیا ہے۔

از علی آموز اخلاص عمل
شیر حق را دان منزہ از دغل
در غزا بر پہلوان دست یافت
زور شمشیری برآورد و شتافت
او خیوا انداخت برروی علیؑ
افتخار ہر نبی و ہر ولی
در زمان انداخت شمشیر آن علیؑ
کرد او اندر غزایش کاھلی

---

[1] پند تاریخ 199/5۔ انوار النعمانیہ، عین الحیاۃ۔

3. شیطان اور عابد

ایک عابد نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک درخت کی پوجا کرتے ہیں۔اسے یہ دیکھ کر بے حد افسوس ہوا۔وہ گھر گیا اور اس نے کلہاڑا اٹھایا اور درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ شیطان انسانی صورت میں اس کے سامنے آیا اور کہنے لگا: بندہ خدا! تم یہ فضول کام کیوں کرنا چاہتے ہو؟ اس درخت کو کاٹنے سے تمہیں کیا فائدہ ملے گا؟

عابد کو اس کی بات پر سخت غصہ آیا آخر کار دونوں گھتم گتھا ہو گئے چند لمحوں میں شیطان گر گیا اور عابد اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔شیطان نے جب اپنی شکست دیکھی تو کہنے لگا: ہم دونوں آپس میں سمجھوتہ بھی کر سکتے ہیں۔تم اس درخت کو نہ کاٹو، میں وعدہ کرتا ہوں کہ روزانہ دو دینار تمہیں دیا کروں گا اور وہ دینار روزانہ تمہارے سرہانے کے نیچے مل جائیں گے اِن سے تم اپنی ضروریات پوری کرنا اور غریبوں کی مدد بھی کرنا۔

اس بات پر عابد راضی ہو گیا اور درخت کاٹے بغیر واپس آ گیا۔دو دن تک تو عابد کے سرہانے دو دینار ملتے رہے لیکن تیسرے دن سے یہ سلسلہ بند ہو گیا۔عابد نے کچھ دیر انتظار کیا پھر غصے سے بھرا کلہاڑا لے کر درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔راستے میں پھر شیطان کھڑا نظر آیا۔شیطان نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ عابد نے کہا درخت کاٹنے جا رہا ہوں۔

شیطان نے کہا: میں تمہیں ہرگز درخت کاٹنے نہیں دونگا۔

وہ دونوں ایک بار پھر گتھم گتھا ہو گئے لیکن آج شیطان نے عابد کو چت کر دیا اور اس کے سینے پر چڑھ گیا اور کہا: اگر تو نے درخت کاٹنے کا سوچا بھی تو میں تجھے جان سے مار دوں گا۔عابد نے ڈر کے مارے کہا: میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب درخت کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔بس اس تم مجھ کو چھوڑ دو اور یہ بھی بتاؤ کہ پہلی بار تم زیر ہو گئے تھے مگر آج تم نے مجھے چت کیسے کر دیا؟

شیطان نے کہا: پہلی بار تم خدا کے لئے درخت کاٹنے جا رہے تھے اس لئے میں زیر ہو گیا تھا کیونکہ میرا بس ان لوگوں پر نہیں چلتا جو خلوص سے اللہ کے لئے عمل کرتے ہیں۔اور اس مرتبہ تم اللہ کے لئے نہیں آئے بلکہ تمہارا سارا غصہ اس لئے تھا کہ تمہیں دینار ملنا بند ہو گئے تھے۔اس لیے تم ہار پا گئے اور میں جیت گیا۔[1]

4. مخلص کی دعا مستجاب ہوتی ہے

سعید ابن مسیب راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک سال شدید قحط پڑا۔لوگ اکٹھے ہو کر شہر کے باہر آئے اور باران رحمت کے لئے دعا کی۔مگر میں نے ایک سیاہ فام غلام کو دیکھا۔جو لوگوں سے علیحدہ ہو کر ایک ٹیلے کے دوسری طرف چلا گیا۔میں بھی اسے کے پیچھے چلا گیا۔میں نے دیکھا کہ دعا کے لئے اس کے لب ہل رہے ہیں۔ابھی اس کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ آسمان پر شدید سیاہ بادل

---

[1] نمونہ معارف 54/1۔ ریاض الحکایات ص/140

نمودار ہوئے اور اتنی بارش ہوئی ہمیں گمان ہونے لگا کہ سیلاب نہ آجائے۔

جیسے ہی بارش شروع ہوئی تو وہ غلام بھی وہاں سے چلا گیا اور میں اس غلام کے پیچھے چلا گیا تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس کا غلام ہے۔ وہ غلام امام سجادؑ کے گھر کی طرف گیا تھا۔ میں بھی امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مولاؑ آپ کے گھر میں ایک سیاہ فام غلام رہتا ہے آپؑ وہ غلام مجھے بخش دیں یا میرے ہاتھوں فروخت کر دیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ فروخت کرنے کی ضرورت نہیں اگر کہتے ہو تو وہ غلام میں تجھے بخش دیتا ہوں۔ آپؑ نے حکم دیا کہ گھر میں موجود تمام غلاموں کو میرے سامنے لایا جائے۔ آپؑ کے سب غلام جمع ہوئے لیکن وہ غلام وہاں موجود نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا: مولا! میں نے جس غلام کی بات کی ہے وہ ان میں نہیں ہے۔

مولاؑ نے فرمایا کہ اور تو کوئی باقی نہیں رہا فلاں غلام ان میں موجود نہیں ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے حاضر کیا جائے۔ جیسے ہی وہ آیا تو میں نے امامؑ سے کہا کہ مولاؑ ہاں یہ غلام ہے جسے میں چاہتا ہوں اور یہی میرا مطلوب ہے۔

امام علیہ السلام نے غلام سے کہا کہ آج کے بعد تو میرا غلام نہیں رہے گا۔ آج سے سعید تیرا مالک ہے تو اس کے ساتھ چلے گا۔ سعید کہتا ہے کہ غلام نے میری طرف منہ کیا اور مجھ سے کہا کہ تجھے کیا ضرورت پڑی تو نے مجھے میرے مولاؑ سے کیوں جدا کیا ہے؟

میں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ غلام نے یہ سنا تو بارگاہ خداوندی میں دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا خدایا! تیرے اور میرے درمیان ایک راز تھا اب تو نے وہ راز فاش کر دیا۔ اب مجھے موت دے اور اپنے پاس بلا لے۔

امام علیہ السلام اور دوسرے غلام جو وہاں موجود تھے اس غلام کی حالت دیکھ کر روتے ہوا باہر آ گئے میں بھی ان کے ساتھ باہر آ گیا۔ اور جب میں اپنے گھر گیا تو امام علیہ السلام کا میرے پاس قاصد آیا اور کہا کہ امام فرماتے ہیں: اگر چاہو تو اپنے ساتھی کے جنازہ میں آجاؤ۔ میں قاصد کے ساتھ گیا تو دیکھا تو وہ غلام وفات پا چکا تھا۔[1]

5. حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے خدا میں ایسی مخلوق کو دیکھنا چاہتا ہوں جو پورے اخلاص کے ساتھ تیری اطاعت کرتی ہو۔ آواز قدرت آئی موسیٰؑ! فلاں دریا کے کنارے چلے جاؤ تجھے وہاں پر تیری مطلوبہ چیز دکھائی دے گی۔ آپ علیہ السلام اس دریا کے کنارے پر گئے۔ وہاں پر ایک درخت دیکھا جس کی ایک ٹہنی دریا پر جھکی ہوئی تھی اور اس کی شاخ پر ایک پرندہ ذکرِ خداوندی میں مصروف تھا۔ موسیٰؑ نے اس پرندے سے سوال کیا کہ تو کب سے خدا کی عبادت کر رہا ہے؟ اس نے جواب دیا جب سے خدا نے مجھے پیدا کیا ہے میں اسی وقت سے اس شاخ پر بیٹھ کر محو عبادت ہوں۔ میں ہزاروں بار ذکر خداوندی کرتا ہوں۔ میری غذا لذتِ ذکر الٰہی ہے۔

---

[1] منتھی الامال 38/2۔ اثبات الومیہ سعودی

موسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ اس دنیا میں تیری کوئی آرزو بھی ہے؟

اس پرندے نے جواب دیا کہ میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ میں اس دریا سے پانی کا ایک قطرہ پی سکوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ تیری چونچ اور اس دریا کے پانی میں کچھ زیادہ فاصلہ بھی تو نہیں ہے تو پھر تو پانی کیوں نہیں پیتا۔

پرندے نے عرض کی کہ میں ڈرتا ہوں اگر میں نے پانی پی لیا تو اس کی لذت کی وجہ سے میں ذکر خداوندی کی لذت کو بھول نہ جاؤں۔ موسیٰ علیہ السلام کو سخت تعجب ہوا آپؑ نے افسوس کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر مارے۔[1]

[1] زینۃ الجواہر۔ص318 /

باب نمبر 4

استقامت

فرمانِ خداوندی ہے۔

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ

''راہ راست پر ثابت قدم رہو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے''۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

"من ابتلی مِنَ المومنین بِبلآء فصبر علیه کان له مثلُ آجر الف شهیدِ

''جو مومن کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار شہیدوں کے برابر اجر دیتا ہے۔''[2]

مختصر تشریح

تکالیف اور مصائب، استقامت اور پائیداری کے ذریعے آسان ہو جائے ہیں۔ ہر صاحب درد مومن اپنی مصیبت کو امتحان سمجھتا ہے لہذا وہ بے صبری نہیں کرتا۔ تو اس کے ایمان میں خلش نہیں آتی۔

معصومینؑ کا ارشاد ہے کہ مومن اپنی استقامت کی وجہ سے پہاڑ سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے اور دشمنوں کے مقابلوں میں مشکلات، اولاد اور مال کے ہاتھ سے چلے جانے پر بھی مومنِ کامل کے دل میں کوئی حزن و ملال نہیں ہوتا۔ دنیا جہاں کی ناسازگاریاں اس کے عزم کو متزلزل کر سکتیں ہیں اور نہ ہی اس کی استقامت کو ہلا سکتی ہیں۔ اور اس وجہ سے اس کے ایمان میں کوئی مشکلات حائل نہیں ہوتیں۔ لیکن جن لوگوں میں یہ صفت نہ ہو وہ تھوڑی سی مشکل آنے پر متزلزل ہو جاتے ہیں۔

اگر دینِ خدا آج ہمیں ملا ہے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استقامت اور حضرت علیؑ کے صبر کا نتیجہ ہے۔

---

[1] سورۃ ھود 112

[2] جامع السعادات 204/3

1. آل یاسر

آغازِ اسلام میں ایک چھوٹا سا خاندان جوصرف چارافراد پر ہی مشتمل تھا مشرف بہ اسلام ہوا۔انہیں مشرکین مکہ نے سخت اذیتیں دیں لیکن انہوں نے صبر اور استقامت کا دامن تھامے رکھا۔ یہ چارافراد جناب یاسر، سمیہ اور ان کے دو بیٹے عبداللہ اور عمار تھے۔

یاسر کومشرکین کوڑے مارتے کہ وہ بے ہوش ہوکر گر جاتے جب ہوش آتا تو مشرکین دوبارہ کوڑے مارتے اس کے باوجود آپ نے اسلام نہیں چھوڑا حتیٰ کہ مشرکین نے اتنا مارا کہ آپ شہید ہوگئے۔اس کی بیوی سمیہ تھیں جو کہ سن رسیدہ تھیں۔دشمنوں نے اس پر بھی اذیتوں کے پہاڑ گرائے اس کے باوجود اس کی استقامت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

ابوجھل نے ان کے شکم پر ضرب ماری جس کی وجہ سے وہ بھی شہید ہوگئیں۔

ابوجہل لعین اس کو نہ صرف جسمانی اذیت دیتا تھا بلکہ اس کو روحانی اذیت سے بھی دوچار کرتا تھا۔وہ بے چاری سن رسیدہ تھیں اور کمر خمیدہ ہوچکی تھی۔ابوجہل لعین اسے کہتا تھا کہ تو خدا کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائی بلکہ تو اس کے حُسن جمال پر عاشق ہے۔

یاسر کے فرزند عبداللہ کو بھی سخت اذیتیں دی گئیں لیکن وہ بھی ثابت قدم رہے۔اس کے جسم کو برھنہ کر کے گرم ریت پر لٹا دیا گیا اور لوہے کی زرہ ان کے جسم پر ڈال دی گئی اور وہ تڑپتے رہے۔شدید گرمی میں اتنی اذیت دی جاتی ایسا لگتا تھا جیسے ان کو انگاروں پر لٹایا گیا ہو۔زرہ کے حلقے ان کے بدن میں گھس جاتے تھے۔اور کفار مکہ ان سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعُزیٰ کی عبادت کرو۔لیکن ان مظالم کے باوجود انہوں نے ان کی یہ بات نہ مانی۔

عمار کے جسم پر آگ سے جلنے کی وجہ سے اتنے نشانات پڑے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ برص کی بیماری میں مبتلا رہے ہوں گے۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاندان سے فرمایا: اے آل یاسر! صبر کرو، استقامت سے کام لو تمہارا مقام یقیناً جنت ہے۔[1]

2. تُو چیونٹی سے تو کمتر نہیں

''امیر تیمور گورگان'' کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہر مشکل میں ہمیشہ ثابت قدم رہتے تھے۔کوئی مشکل اس کو اسکے راستے سے ہٹا نہیں سکتی تھی۔ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے دشمنوں سے فرار حاصل کر کے ایک ویرانے میں پناہ حاصل کی تھی۔اور میں اپنے متعلق سوچ رہا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔اچانک میری نگاہ ایک چیونٹی پر پڑی جس کے منہ میں اس

---

[1] حکایتھای شیندنی 25/5 تفسیرالمنار 367/2

چیونٹی سے بڑا غلہ کا دانہ تھا۔ چیونٹی اسے اٹھا کر دیوار کے اوپر چڑھ رہی تھی۔ جب میں نے پوری توجہ کی وہ چیونٹی دیوار پر بار بار چڑھتی اور گر جاتی تھی۔ وہ چیونٹی ستر سٹھ مرتبہ گری لیکن اس کے باوجود اس چیونٹی نے ہمت نہیں ہاری۔ آخر کار وہ دانہ لے کر چھت پر پہنچنے میں کامیاب ہوئی۔ جب میں نے ایک چیونٹی کا حوصلہ دیکھا تو میرے اندر بھی غیرت جاگی پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ اے تیمور! تو ایک چیونٹی سے کم تو نہیں ہے اٹھ اور اپنے کام میں لگ جا اس کے بعد میں اٹھا اور پوری ہمت کی یہاں تک کہ میں سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ [1]

3. حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوغ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک طویل عمر دی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام جس قوم میں رہتے تھے وہ بُت پرست تھے اور حضرت نوح کو سخت اذیتیں دیتے تھے۔ اُن کی اذیتوں کے مقابلے میں آپؑ نے صبر اور استقامت سے کام لیا۔

لوگ آپؑ کو اتنا مارتے کہ آپ کے کانوں سے خون برآمد ہوتا حتیٰ کہ آپ تین تین دن تک بے ہوش رہتے وہ لوگ آپ کو آپ کے گھر پھینک جاتے۔ اور جب آپ کو ہوش آتا تو فرماتے۔ ''اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما یہ نہیں جانتے۔''

آپ نے نو سو پچاس برس تک لوگوں کو خدا کی دعوت دی لیکن لوگوں کی سرکشی میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ لوگ اپنے چھوٹے بچوں کا ہاتھ پکڑ کر حضرت نوح کے سامنے لے آتے اور اپنے بچوں سے کہتے کہ خبردار! ہمارے بعد اگر تم زندہ رہے تو اس دیوانے کی پیروی ہرگز نہ کرنا۔ اور کہتے تھے کہ نوح اگر تو نے اپنی تبلیغات ختم نہ کیں تو ہم تجھے سنگسار کر دیں گے۔ جن لوگوں نے تیری دعوت کو بغیر سوچے سمجھے قبول کیا وہ انتہائی گھٹیا لوگ ہیں۔ جب حضرت نوحؑ گفتگو کرتے تو کفار اپنے سروں پر کپڑا اور کانوں میں انگلیاں دے دیتے تا کہ وہ آپؑ کی بات ہی نہ سن سکیں اور نہ ہی آپ کی شکل دیکھیں آخر کار نوحؑ کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ آپؑ نے بارگاہ خداوندی میں استغاثہ کیا کہ خداوندا میں مغلوب ہوں میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر۔ [2]

4. سکاکی

سراج الدین سکاکی ایک بلند پایہ عالم تھے۔ وہ کئی علوم کے ماہر سمجھے جاتے تھے مفتاح العلوم اُن کی مشہور کتاب ہے۔ وہ اپنی جوانی میں لوہار تھے اور لوہے کے اوزار بنایا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دور میں ایک ایسا تالا بنایا جس کا وزن صرف ایک قیراط تھا۔ اور اس تالے کو بادشاہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کرنے لے گئے۔

بادشاہ اور اس کے درباریوں نے اس تالے کو دیکھا ضرور لیکن اس کی کوئی خاص تعریف نہیں کی۔ اسی اثنا میں ایک عالم دربار

---

[1] نمونہ معارف 164/1۔ اخلاق اجتماعی ص/41

[2] تاریخ انبیاء ص52-28

میں داخل ہوا تو بادشاہ نے اُٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اُس کو اپنے پہلو میں بٹھایا۔

سکا کی نے پوچھا: یہ کون ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ ایک عالم ہے۔ یہ سن کر سکا کی سوچنے لگا اگر میں عالم ہوتا تو بادشاہ میرا بھی اتنا احترام کرتا جتنا کہ اس عالم کا احترام ہو رہا ہے۔ اس وقت سکا کی کی عمر تیس برس تھی۔ وہ تحصیل علم کے لئے مدرسہ گئے۔ اسے دیکھ کر استاد نے کہا کہ مجھے پڑھانے میں تو کوئی اعتراض نہیں مگر اس عمر میں کچھ یاد نہیں کر سکو گے۔

سکا کی نے کہا کہ میں ہر قیمت پر علم حاصل کروں گا۔ استاد نے کہا: میں تمہارے حافظے کا امتحان لونگا پھر تمہیں پڑھانا شروع کروں گا۔

استاد نے امام شافعی کے اجتہادات میں سے ایک مسئلہ اسے سکھایا اور کہا کہ تم اس عبارت کو یاد کرو عبارت یہ تھی:

قَالَ الشَّيْخُ يُطَهَّرُ جِلْدُ الْكَلْبِ بِالدِّبَاغِ

شیخ کا قول ہے کہ دباغت سے کتے کی جلد پاک ہو جاتی ہے۔

استاد نے کافی دیر تک سکا کی کو یہ عبارت یاد کرائی۔ دوسرے دن سکا کی نے اس عبارت کو یوں سنایا: قَالَ الْكَلْبُ يُطَهِّرُ جِلْدُ الشَّيْخِ بِالدِّبَاغِ۔ کتے کا قول ہے کہ شیخ کی جلد دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

مدرسے کے سارے طلباء یہ عبارت سن کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ سکا کی کی اپنے مستقبل سے مایوس ہو گئے اور دل میں کہنے لگے کہ اس عمر میں کچھ پڑھنا بے کار ہے۔ بالخصوص جب قوتِ حافظہ کمزور ہو۔ انہوں نے مدرسہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

اسی دوران اس کا گزر ایک پہاڑی سے ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ پہاڑ سے پانی قطرہ قطرہ نیچے گر رہا ہے اور جہاں پانی کے قطرے گر رہے ہیں وہاں سخت پتھر ہونے کے باوجود پانی کی مسلسل بوندیں گرنے کی وجہ سے اس پتھر پر نشان پڑ چکا ہے۔

سکا کی اس منظر کو کافی دیر دیکھتے رہے پھر اپنے آپ سے کہنے لگے کہ پتھر سے زیادہ سخت کوئی چیز نہیں اور پانی سے زیادہ نرم کوئی چیز نہیں۔ جب نرم پانی کی ایک ایک بوند گرنے سے سخت پتھر پر نشان بن سکتا ہے تو میرا دل و دماغ پتھر سے تو زیادہ سخت نہیں۔ یہ سوچ کر ایک نئے عزم و ارادہ سے انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ آخر کار چند سالوں کے بعد وہ اپنے زمانے کے مشہور عالم بن گئے۔ [1]

5. وفاتِ فرزند

اُمِ سلیم ابوطلحہ کی بیوی بنی ہاشم کی ایک جلیل القدر خاتون تھی۔ جب اُبوطلحہ نے اس کی خواستگاری کی تھی تو اُس نے کہا تھا بے شک تو میرا کفو ہے اور تیرے جیسے انسان کی درخواست کو رد کرنا مناسب نہیں۔ لیکن تو کافر ہے اور میں مسلمان ہوں۔ اس لئے ہمارا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر تو اسلام قبول کر لے تو میں تیرے اسلام کو اپنے لئے حق مہر قرار دوں گی۔ ابوطلحہ مسلمان ہو گئے اور اُن کی شادی اُم سلیم سے ہو گئی۔

---

[1] داستانھای ما 45/3

ابوطلحہ انصاری، رسول خداؐ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ جنگ احد میں وہ رسولِ خداؐ کی سپر بن آپ کے آگے کھڑے کفار کی طرف تیراندازی کرتے رہے۔ رسولِ خدا کھڑے ہوکران کے ہدف کو دیکھتے تو ابوطلحہؓ آپ ﷺ سے کہتے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا سینہ آپ ﷺ کے لئے سپر ہے اور جو تیر آپ ﷺ کی جانب آئے گا میں اسے اپنے سینے پر لوں گا۔

ابوطلحہؓ انصاری کا ایک بیٹا تھا جو انہیں بہت عزیز تھا۔ وہ بچہ بیمار ہوا تو اس کی والدہ اُمِ سلیم نے جو اسلام کی جلیل القدر خاتون تھیں، ابوطلحہؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔

اس دوران بچہ فوت ہوگیا۔ اُمِ سلیم نے اس کی لاش چادر میں لپیٹ کر مکان کے ایک کونے میں رکھ دی اور ابوطلحہ کے لئے کھانا تیار کیا اور پھر خود تیار ہوئیں اور خوشبو لگائی۔ ابوطلحہؓ دربار نبوت سے واپس آئے تو بچے کی خیریت دریافت کی۔ بیوی نے بتایا کہ بچہ اس وقت سو رہا ہے۔

ابوطلحہ نے کہا کہ کھانا ہو تو لے آؤ۔ بیوی نے شوہر کو کھانا کھلایا۔ پھر دونوں نے خلوت کی۔ تب اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ چند دن قبل کسی نے میرے پاس ایک امانت رکھی تھی۔ اور آج وہ اپنی امانت لے گیا ہے تمہیں اس کا کوئی افسوس تو نہیں ہوا؟ ابوطلحہؓ نے کہا کہ اس میں افسوس کرنے کی کیا بات ہے۔ وہ مال مالک ہے۔ جب چاہے اپنی امانت واپس لے لے۔

اُم سلیم نے کہا کہ اللہ نے آپ کو ایک بیٹا امانت کے طور پر دیا تھا۔ اور آج اس نے اپنی یہ امانت واپس لے لی ہے۔ ابوطلحہؓ نے کہا! جب تو ماں ہوکر اتنا صبر کر رہی ہے تو میں بھی صبر کروں گا۔ اور اللہ کی رضا پر راضی رہوں گا۔ پھر ابوطلحہؓ نے اٹھ کر غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی بیوی کی بات بیان کی۔ رسولِ خدا یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: خدا تمہاری آج کی اس ملاقات میں برکت دے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری امت میں بھی اللہ نے بنی اسرائیل کی صابرہ خاتون جیسی خاتون پیدا کی ہے۔ [1]

---

[1] پندِ تاریخ 184/2 ۔وقایع الایام 190/3

باب نمبر5

اصلاح

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ

''اور جب اہل ایمان کے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کی صلح کرادیا کرو''۔[1]

امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ

"لان اصلح بين إثنين أحبُّ الَيَّ مِنْ أنْ اتصدقَ بدينارين"

''دوافراد کے درمیان صلح کرانے کا عمل دو دینار صدقہ دینے سے بہتر ہے۔''[2]

مختصر تشریح

اصلاح اور اپنے نفس کو پاک کرنے کا عمل فرض ہے۔ جب تک کوئی شخص اپنی اصلاح نہیں کرے گا وہ دوسروں کی بھی اصلاح نہیں کر سکے گا۔ اپنے دینی بھائیوں، خاندان اور ہمسایوں کی صلح کرانے کے عمل سے خداوند پاک خوش ہوتا ہے۔ وحدت، ہم آہنگی، ارتباط، عدم جدائی اور تفرقہ سے بچنے کے لئے جو بھی عمل ضروری ہو وہ کرگزرنا چاہئے اگر اس کے لئے کوئی مصلحت آمیز جھوٹ بھی بولا جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ تاکہ فتنہ وفساد کی آگ بجھ سکے۔

1. اصلاح کا حکم

مفصل ابن عمر کوفی جو کہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب خاص میں شمار ہوتے ہیں۔ راویت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ کے دور میں ابوحنیفہ جو کہ مدیر حجاج تھے ان کے اور ان کے داماد کے درمیان کسی میراث کے مسئلے پر جھگڑا ہو گیا میں وہ دیکھ رہا تھا اور میں وہاں سے اٹھا اور ان کے پاس گیا۔

اور ان کو وہاں سے اپنے گھر لے گیا اور میں نے گھر سے انہوں کو چار سو دینار دیئے اور ان کے درمیان صلح کرادی اور ان

---

[1] سورہ حجرات آیت 9

[2] اصولِ کافی 167/2

سے کہا کہ یہ رقم میری نہیں ہے بلکہ یہ امام جعفر صادقؑ نے مجھے اس لیے دی اور فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمارے دوشیعوں میں جھگڑا ہو رہا ہو تو تم صلح کے لئے یہ رقم خرچ کر سکتے ہو۔ [1]

2. اصلاح کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ نزاع سے بھی واقف ہو

زرارہ عبدالملک سے روایت کرتا ہے کہ امام باقر علیہ السلام اور فرزندان امام حسنؑ میں کچھ تلخی ہوئی۔ میں نے سوچا کہ میں اصلاح کے لئے کچھ بولوں تو امام محمد باقرؑ نے فرمایا تم ہمارے درمیان کچھ نہ کہو تمہاری مثال بنی اسرائیل کے اس شخص کی سی ہے جس کی دو بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی ایک کسان سے بیاہی گئی اور دوسری بیٹی کی شادی کوزہ گر سے ہوئی۔ ایک دفعہ وہ بیٹیوں سے ملنے گیا تو کسان کی بیوی نے کہا میرے شوہر کے کافی کھیت ہیں اگر ان ایام میں بارش ہو جائے تو ہم خوشحال ہو جائیں گے۔ پھر وہ دوسری بیٹی کے ہاں گیا۔

اس نے کہا۔ میرے شوہر نے مٹی کے بہت سے برتن بنا کر سوکھنے کے لئے رکھے ہیں۔ خدا کرے یہ چند روز تک بارش نہ آئے ورنہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ یہ حال دیکھ کر باپ نے کہا خدایا تو ہی اپنی مصلحت کو بہتر جانتا ہے میں کسی کے لئے درخواست نہیں کروں گا۔

اس طرح سے تم بھی ہمارے درمیان مداخلت سے باز رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی بے ادبی کر بیٹھو۔ تمہارا کام صرف یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہمارا احترام کرو۔ [2]

3. اصلاح کا وضعی واخروی اثر

فضیل ابن عیاض بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک انتہائی غریب شخص کو دیکھا جو بازار میں ایک رسی فروخت کرنے کے لئے لایا جو اس کے گھر والوں نے بٹی تھی۔ اس نے وہ رسی ایک درھم میں فروخت کی۔ اس نے دیکھا کہ دو افراد صرف ایک درہم کے لئے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ وہ وہاں آیا اور اُن سے کہا کہ تم فقط ایک درہم کے لئے لڑ رہے ہو۔ اس نے اپنا ایک درہم انہیں دے کر ان دونوں کے درمیان صلح کرادی۔

وہ شخص اپنے گھر گیا اور اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ رسی ایک درہم میں فروخت ہوئی لیکن راستے میں دو افراد صرف ایک درہم کے لئے لڑ رہے تھے میں نے وہ درہم ان کو دے کر ان دونوں کے بیچ صلح کرادی۔

اس کی بیوی اس کے اس عمل سے خوش ہوئی۔

---

[1] منتھی الامال 249/2

[2] داستانھا و پندھا 134/1، روضہ کافی ص/85

پھراس کی بیوی نے گھر میں نگاہ کی اسے اورتو کچھ نظر نہ آیا سوائے ایک پُرانے کپڑے کے۔اس نے وہ کپڑا اُسے دیا اور کہا کہ بازار میں یہ بیچ کر کچھ کھانے کے لئے لے آئے۔

اس شخص نے وہ پرانا کپڑا اٹھایا اور بازار میں آیا لیکن کسی نے بھی نہیں خریدا۔اس نے دیکھا کہ ایک مچھلی فروش جس کے پاس ایک باسی مچھلی پڑی تھی اس نے اسے بلایا اور کہا آؤ ہم آپس میں معاملہ طے کر لیتے ہیں تم یہ مچھلی اس کپڑے کے بدلے لے لو۔وہ باسی مچھلی لے کر گھر آیا۔اس کی بیوی اس مچھلی کو بنانے لگی جیسے ہی اس نے مچھلی کا پیٹ چاک کیا تو اس میں سے دو قیمتی موتی برآمد ہوئے۔اس نے وہ موتی اپنے شوہر کے سپرد کئے۔

اور وہ موتی لے کر بازار آیا۔اس نے وہ موتی دولت سے بھری ہوئی بارہ تھیلیوں کے عوض فروخت کیے اور واپس گھر آ گیا۔

جیسے ہی اپنے گھر میں آیا تو ایک فقیر نے اسے صدا دی کہ جو کچھ تمہیں خدا نے دیا ہے اس میں کچھ مجھے بھی دو۔اس شخص نے تمام رقم اٹھائی اور فقیر کے پاس چلا آیا۔اور کہا اس میں سے لے لو۔فقیر نے کچھ رقم اٹھائی اور چند قدم آگے گیا پھر واپس آیا اور کہنے لگا کہ میں فقیر نہیں ہوں۔میں خدا کا نمائندہ ہوں اور تجھے بتانے آیا ہوں کہ تم نے دو افراد کے درمیان جو صلح کرائی ہے یہ اس کا بدلہ ہے۔[1]

4. میرزا جواد آقا ملکی

میرزا جواد آقا ملکی ایک مشہور عارف باللہ شخص تھے جن کی وفات 1343ھ میں ہوئی ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ابتدائی طور پر معرفت اور سیر وسلوک کی تعلیم اس وقت کے عارف کامل مُلا حسین قلی ھمدانی ''متوفی (1311ھ) سے حاصل کی۔وہ دوسال ان کے پاس رہے اور دوسالوں کے بعد اپنے استاد سے پوچھا کہ وہ سیر وسلوک کے کس درجہ پر ہے؟

استاد نے فرمایا: کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ مجھے نہیں جانتے میں جواد تبریزی ملکی ہوں۔استاد نے پوچھا کہ فلاں ملکی سے تمہاری کوئی رشتہ داری ہے؟ عرض کیا: جی ہاں پھر جواد ملکی نے اُن پر تنقید شروع کی۔استاد نے فرمایا جب تم ان کے جوتے سیدھے کرو گے تو پھر تمہیں کچھ حاصل ہوگا۔پھر تمہیں میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں ہوگی پھر میں خود تمہارے پیچھے آؤں گا۔

میرزا جواد دوسرے دن جب درس میں آئے تو طلباء آتے رہے وہ ان کے جوتے سیدھے کرتے رہے۔اُن طلباء میں ملکی خاندان کے بھی کچھ طلباء تھے۔وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے۔لیکن جب یہ مسلسل ان کی جوتیاں سیدھیاں کرتا رہا تو انہیں اس سے محبت ہوگئی۔پھر انہوں نے اپنے خاندان والوں سے کہا کہ جواد ملکی بہت اچھے انسان ہیں وہ ہمارا احترام کرتے ہیں جس کی وجہ سے خاندان کے درمیان کدورت ختم ہوگئی۔بعد میں میرزا جواد نے استاد سے ملاقات کی تو استاد نے فرمایا تمہارے لئے کوئی اور نیا حکم نہیں ہے تم اپنی حالت کی اصلاح کرو احکامات شرعی پر عمل کرو اور شیخ بہائی کی کتاب ''مفتاح الفلاح'' تمہارے عمل کرنے کے لئے کافی ہے۔اس کے بعد میرزا جواد آہستہ آہستہ سیر وسلوک میں ترقی کرتے گئے اور بعد میں وہ حوزہ علمیہ قم میں آئے اور اپنا تزکیہ نفس کیا اور ان سے بہت

---

[1] نمونہ معارف 219/1

سےعوام اورخواص نےفوائدحاصل کئے۔[1]

5.اصلاح کرنے والا وزیر

عباسی خلیفہ مامون کے دور میں اس کے درباری شاعر کا نام ''علی بن جہم سامی'' تھا کسی وجہ سے مامون اپنے درباری شاعر پر ناراض ہوگیا۔اورحکم دیا کہ اسے قتل کردیا جائے اس کی ساری دولت بحق سرکار ضبط کرلی جائے۔

مامون کے وزراء میں سے ایک وزیر''احمد بن ابی دواد'' تھا وہ اصلاح پسند انسان تھا وہ مامون کے پاس آیا اور کہا کہ اے خلیفۃ المسلمین اگر آپ اسے قتل کردیں گے تو مال کس سے وصول کریں گے؟

مامون نے کہا: اس کے وارثوں سے۔احمد نے کہا جناب اگر یہ مرجائے گا تو اس کا مال ودولت ورثاء کی ملکیت بن جائے گی کیونکہ مرنے کے بعد کوئی بھی شخص کسی چیز کا مالک نہیں رہتا، یہ ظلم منصب خلافت کے لائق ہے کہ آپ کسی کا مواخذہ دوسروں کے مال سے کریں۔

مامون نے کہا: تو پھر اس کا حل یہ ہے کہ اسے قید کرکے اس سے تمام مال چھین لیا جائے۔احمد وہاں سے اٹھا اور اُس نے شاعر کو جیل میں ڈال دیا اور اس کی نگہبانی کرتا رہا۔اس کے بعد مامون کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

اُس طرح سے جب اُس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو اُس نے شاعر کو معاف کردیا۔اور احمد کو اس نیکی پر خوب شاباش دی اور اُس کی قدرومنزلت میں اضافہ کیا۔[2]

---

[1] تاریخ حکماء عرف ص123

[2] طائف الطوائف ص.98

باب نمبر6

دنیاوی آرزوئیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ

چھوڑ دانہیں کھائیں پیں، مزے کریں اور جھوٹی امید نے اِن بھلاوے میں ڈالے رکھا۔[1]

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

الامال لاتنتھی

آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔[2]

مختصر تشریح

جولوگ اپنے ہاتھ میں موجودنعمات پر قناعت اور شکرنہیں کرتے اور دنیا سے دل لگا لیتے ہیں وہ ہمیشہ طویل ترین آرزوؤں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جوان رہیں گے وہ موت سے غافل رہتے ہیں اور اپنے باقی رہنے کے متعلق سوچتے رہتے ہیں۔

کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ فلاں حکمران مرجائے اور اس کے بعد عنانِ حکومت اس کے پاس آجائے۔ کچھ ایسے ہیں جن کو ہروقت یہ فکرستائے رکھتی ہے کہ میں کوئی ملز یا گارخانہ لگاسکوں، کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں شادی کروں گا میرے بچے ہوں گے، پوتے اورنواسے ہوں گے۔ اس طرح کی ہزاروں خواہشات ہوتی ہیں جوانسان کی آرزوؤں میں طوالت دیتی ہیں۔

اہل جہنم کی اکثریت اسی طرح کے لوگوں پر مشتمل ہوگی جو ہمیشہ نیکی میں تاخیر کرتے ہوں گے وہ لوگ موجود دنیا پر اکتفانہیں کرتے ہوں گے۔ اوراصلاح نفس کے لئے ہمیشہ تاخیر کرتے ہوں گے۔ اپنے اموال کوصاف کرتے اورنہ ہی عبادت کووقت

---

[1] سورۃ الحجر آیت3

[2] غررالحکم ص/629

پرادا کرتے ہوں گے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بوڑھاپے میں عبادت کریں گے۔

جی ہاں ہمیں چاہئے کہ اپنی خواہشات کومختصر رکھیں اور تمام عبادات وقت پر کریں کل کا کوئی اعتماد نہیں ہے کہ خدا جانے کل ہماری زندگی ہوگی بھی سہی یا نہیں ہوگی۔

1. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کاشت کاری کی آرزو

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص بیلچہ اُٹھائے اپنی زمین سے جڑی بوٹیاں صاف کررہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اُس کے دل سے دنیا کی محبت نکال دے دعا کے فوراًبعد بوڑھے نے بیلچہ زمین پر رکھا اور آرام کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی کہ وہ اس کے دل میں دنیا کی محبت پیدا کردے۔آپؑ نے جیسے ہی یہ دعا مانگی تو بوڑھا اپنے مقام سے اُٹھا اور بیلچہ اُٹھا کر دوبارہ محنت کرنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بوڑھے کے پاس گئے اور پوچھا: تم نے بیلچہ ایک دفعہ زمین پر کیوں رکھا اور پھر تم نے دوبارہ کیوں اُٹھایا؟

بوڑھے نے کہا: ''میں کام کررہا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ایک سن رسیدہ شخص ہوں، کہاں تک محنت کی زحمت برداشت کرتا رہوں گا۔ممکن ہے کہ میں ابھی مرجاؤں تو یہ محنت میرے کس کام آئے گی؟ یہ سوچ کر میں نے بیلچہ زمین پر رکھ دیا تھا۔اس کے چند لمحے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تو اس وقت زندہ ہے اور ہر زندہ شخص کے لئے وسائل زندگی کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر تو کام نہیں کرے گا پھر وسائل زندگی سے محروم ہوجائے گا اور روٹی کہاں سے کھائے گا؟ چنانچہ میں یہ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا اور بیلچہ ہاتھ میں لیکر دوبارہ محنت کرنے لگا۔''[1]

2. حجاج اور دودھ فروش کی آرزو

ایک دن حجاج ابن یوسف بازار سے گزر رہا تھا اس نے ایک دودھ فروش دیکھا کہ اس نے اپنے سامنے دودھ کی بالٹی رکھی ہوئی ہے اور اپنے آپ سے آہستہ کہہ رہا تھا:

اس بالٹی کا اتنا منافع ہوگا، پھر میں اور دودھ لے کر فروخت کروں گا، اس سے مجھے مزید منافع ہوگا، آخرکار میں ایک بھیڑ خریدلوں گا پھر اس کا دودھ بیچ کر ایک بکری، پھر یک گائے خریدلوں گا۔

---

[1] نمونہ معارف 298/1۔مجموعہ وارآم

یوں میرا کاروبار ایک دن عروج تک پہنچ جائے گا اور میرا شمار کوفہ کے دولت مندوں میں ہونے لگے گا۔ اس کے بعد میں حجاج بن یوسف کی بیٹی سے شادی کروں گا اور اعیان مملکت مجھ سے خوف زدہ ہوں گے۔ اگر کسی دن حجاج کی بیٹی نے میری اطاعت میں کمی کی تو میں اسے ایسی لات ماروں گا کہ اُس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔'' یہ کہہ کر اس نے لات ماری اور لات دودھ کی بالٹی کو لگی تو سارا دودھ زمین پر بہہ گیا۔

حجاج جو یہ منظر دیکھ رہا تھا تو اس نے دو سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس احمق کو پکڑ کر سر بازار ایک سو کوڑے لگائیں۔

دوکاندار بے چارہ جس کا پہلے ہی دودھ زمین پر گر چکا تھا اس تازہ مصیبت سے بڑا ہی پریشان ہوا اور کہا: ''مجھے کس جرم کی سزا مل رہی ہے؟''

حجاج نے کہا: ''تمہیں یہ سزا حجاج کی بیٹی کی پسلیاں توڑنے پر مل رہی ہے۔[1]

3. شھادت کی آرزو

حضرت ''عمرو بن جموح'' کا تعلق مدینے کے قبیلہ بنی خزرج سے تھا جو کہ انصاری تھے۔ وہ انتہائی سخی فرد تھے۔ جب پہلی دفعہ اُن کے قبیلے کے کچھ افراد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہوں سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟

انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارے قبیلے کا سردار ''جد بن قیس'' ہے۔ جو کہ بہت کنجوس انسان تھا۔ تو اس کے جواب میں حضرت رسولِ خدا نے فرمایا کہ تمہارے قبیلہ کا سردار ''عمرو بن جموح'' کو ہونا چاہئے جو کہ سفید اندام شخص ہے جس کے بال گھنگھرالے ہیں۔

''عمرو بن جموح'' ایک پاؤں سے لنگڑاتا تھا۔ اسلامی قوانین کے تحت جہاد اُن پر موقوف تھا۔ جب غزوہ احد کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت اس کے چار جوان بیٹے تھے جو کہ اسلامی مجاہدین میں شامل تھے۔ اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوں گا۔ بیٹوں نے کہا کہ آپؐ پر جنگ موقوف ہے کیونکہ آپ معذور ہیں اور آپ گھر پر رہیں۔

لیکن اس بوڑھے انسان نے بیٹوں کی ایک نہ سنی۔ بیٹوں نے قبیلے کے لوگوں سے کہا کہ آپ ہمارے ابا جان کو سمجھائیں کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں کیونکہ وہ معذور ہیں اور اُن پر جنگ موقوف ہے۔ لوگوں نے بھی اس کو منع کیا لیکن وہ جنگ میں جانے کے لئے بضد تھے۔

آخر کار وہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ! میرے دل میں مدت سے شھادت کی آرزو ہے۔ میرے بچے مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں جہاد میں شریک ہوں اور اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے

---

[1] پندِ تاریخ 150/3

بیٹوں سے فرمایا: کہ یہ شخص شھادت کی آرزو رکھتا ہے۔ اگر چہ جہاد اس کے لئے لازم نہیں ہے لیکن حرام بھی نہیں ہے۔ عمرو بن جموح یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور ہتھیار لگا کر جہاد کے لئے روانہ ہوا۔

جنگ کے دوران اس کے بیٹے ان پر نظر رکھے ہوئے تھے لیکن وہ اس سے بے پروا ہو کر قلبِ لشکر میں چلا گیا۔ حتیٰ کہ راہ خدا میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔

جب وہ اپنے گھر سے نکلا تھا تو اس نے یہ دعا کی تھی کہ یا خدا! مجھے میرے گھر میں زندہ واپس نہ لانا اور مجھے شھادت نصیب ہو۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شہداء احد کے قبرستان میں دفن کر دیا۔[1]

4. جعدہ کی آرزو پوری نہ ہو سکی

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام انتہائی خوبصورت، حلیم اور سخی انسان تھے آپؑ اپنے خاندان پر انتہائی مہربان تھے۔ معاویہ نے کئی بار امام حسن علیہ السلام کو زہر دلانے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام ہوا۔ آخر کار اُس نے امام حسن علیہ السلام کی بیوی ''جعدہ بنت اشعث'' سے جھوٹے وعدے کیے اور کہا کہ تم اپنے شوہر کو زہر دو۔ اگر تمہارا شوہر تیری زہر کی وجہ سے مر گیا تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دونگا۔ اس کے بعد میں تیری شادی، اپنے بیٹے یزید بن معاویہ سے کروں گا جو کہ مستقبل کا حکمران ہے۔ اُس عورت کے دل میں دولت اور یزید سے شادی کرنے کی تمنا تھی۔ معاویہ نے شاہ روم سے زہر حاصل کیا اور وہ جعدہ کے پاس بھیج دیا تا کہ وہ یہ زہر حضرت امام حسنؑ کی غذا میں مخلوط کر دے۔

ایک دفعہ جب آپ روزے سے تھے دن بہت گرم تھے اور افطار کے وقت آپ جعدہ کے پاس آئے تھے۔ افطار کے وقت جعدہ نے آپ کو دودھ دیا اور اُس دودھ میں جعدہ پہلے سے زہر ملا چکی تھی۔ جب حضرت نے دودھ پیا تو آپ کو زہر کا احساس ہوا۔ اور آپ نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا۔ اور اس کے بعد آپؑ نے حمدِ باری تعالیٰ کی۔ اور فرمایا کہ خدا تیرا لاکھ شکر ہے کہ مجھے عارضی جہان سے جہانِ جاودانی کی طرف بُلا رہا ہے۔ اور اس کے بعد جعدہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے دشمن خدا تو نے مجھے قتل کر دیا۔ خدا تجھے ہلاک کرے۔ خدا کی قسم! میرے بعد تجھے تیرے مقاصد میں کامیابی نہیں ہوگی۔ اُس شخص نے تجھے فریب دیا ہے خدا تجھے اور اُس شخص کو اپنے عذاب میں مبتلا کرے۔ امام حسن علیہ السلام اتنے حلیم اور بردبار تھے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے آپؑ سے پوچھا کہ قاتل کون ہے؟ آپ نے اپنی بیوی ''جعدہ بنت اشعث'' کا نام پھر بھی ظاہر نہ کیا۔ ایک راویت میں ہے کہ کئی دن تک زہر آپؑ کے جسم میں اثر کرتی رہی ایک اور روایت کے مطابق چالیس دن تک زہر آپ کے وجود پر اثر کرتی رہی۔ آخر کار 28 صفر 50ھ میں آپؑ کی شھادت واقع ہوئی۔ اُس وقت آپ کی عمر اڑتالیس برس تھی۔

جعدہ جس کو دولت کی لالچ اور یزید سے شادی کی آرزو تھی معاویہ نے اس کی کوئی فرمائش پوری نہ کی اور کہا کہ جب تو نے

---

[1] داستانھای استاد 48/1

حسن ابن علی علیہ السلام سے وفانہ کی تو میرے بیٹے یزید سے وفا کیسے کرے گی؟ معاویہ نے جو اس سے وعدے کئے تھے اُن پر عمل نہ کیا۔ آخر کار وہ عورت ذلت وخواری کے ساتھ واصلِ جہنم ہوئی۔ [1]

5. مغیرہ نے اپنا مقصد حاصل کرلیا

''مغیرہ بن شعبہ'' کا تعلق اہل طائف سے تھا جس نے 5ھ کو اسلام قبول کیا۔ وہ مکار، شیطان صفت اور اقتدار پسند شخص تھا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد ابن ابیہ کو اپنا بھائی بنالیا ہے اور اسے کوفہ کی گورنری دے کر اُسے کوفہ روانہ کردیا ہے تو مغیرہ کو معلوم ہوگیا کہ اس سے کوفہ کی گورنری چھین لے جائے گی۔ اس نے ایک شخص کو اپنا قائم مقام بنایا اور خود معاویہ کے پاس شام جا پہنچا۔

اور وہاں جا کر کہا کہ میں اس وقت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ قرقیبا کی چند دیہاتیں میرے اختیار میں دے دیں تاکہ باقی زندگی وہاں بسر کرسکوں۔

معاویہ نے سوچا کہ ''قیس'' اس کا مخالف ہے اور وہ بھی ''قرقیبا'' میں رہتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ مَیں نے اگر مغیرہ کو دو چار دیہات بخش بھی دیئے تو یہ اس سے ساز باز نہ کرلے اور دونوں میرے خلاف متحد نہ ہوجائیں۔

معاویہ نے کہا کہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے اور تمہیں کوفہ جانا چاہئے۔ مغیرہ نے ظاہری طور پر تو انکار کیا لیکن دل ہی دل میں خوش ہوا۔ معاویہ کے اصرار پر اس نے بات قبول کرلی۔ وہ آدھی رات کے وقت کوفہ میں وارد ہوا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ زیاد ابن ابیہ کو فوراً شام واپس بھیج دیا جائے۔

ایک عرصے کے بعد معاویہ نے اس کی جگہ سعید ابن عاص کو کوفہ کا حکمران مقرر کیا۔

مغیرہ یزید کے پاس گیا اور کہا کہ معاویہ کو تیری فکر کیوں نہیں ہے۔ حالانکہ ضروری ہے کہ وہ تجھے اپنا ولی عہد بنائے اور تجھے اپنا جانشین مقرر کرے۔

یزید کو اس کی باتیں پسند آئیں اس نے منصوبے پر اپنے باپ سے گفتگو کی اور مغیرہ کے اصرار پر یزید کی جانشینی کا اعلان کیا گیا۔ معاویہ نے مصر کا حکمران عمرو عاص کو بنایا اور کوفہ کی حکمرانی عمرو عاص کے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی۔ مغیرہ معاویہ کے پاس گیا اور کہنے لگا تو نے بڑی غلطی کی ہے تو نے اپنے آپ کو دو شیروں کے منہ میں کھڑا کردیا ہے۔ معاویہ نے سوچا کہ بات تو صحیح کررہا ہے اس نے عبداللہ بن عمرو عاص کو معزول کرکے مغیرہ کو دوبارہ کوفہ کا گورنر بنادیا۔ اس طرح سے کوفہ کی حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ سات سال اور کئی مہینوں تک گورنری کرتا رہا اور 49ھ میں طاعون کے مرض سے اس کی موت واقع ہوئی۔ [2]

---

[1] منتھی الامال 231/1

[2] پیغمبر و یاران 272-275/5

باب نمبر7

امانت

فرمانِ خداوندی ہے کہ۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ

''مسلمانو! بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو''۔ [1]

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"فَلَو اَنَّ قَاتِلَ عَلِیِّ ابۡنِ اَلۡحَاطالب اِئتَمَنِیَ عَلٰی اَمَانَۃٍ لَاَدَیۡتُھَا اِلَیۡہِ"

اگر علی ابن ابی طالب کا قاتل بھی میرے پاس امانت رکھے میں پھر بھی اس کی امانت میں خیانت نہیں کروں گا۔ [2]

مختصر تشریح

جو چیز کسی ایک شخص کے پاس بطور امانت رکھی جائے تو اُس کی حفاظت واجب ہوتی ہے اور اُس میں خیانت حرام ہوتی ہے۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ امانت رکھنے والا کافر ہے یا کوئی مسلمان۔

امانت میں خیانت کرنے والا آدمی لوگوں کی نگاہوں میں گر جاتا اور لوگ اُسے چور سمجھتے ہیں۔

مومن کامل کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ امانت میں خیانت نہ کرے اور جو شخص خیانت کرتا ہے اللہ اس پر فقر کا پردہ ڈال دیتا ہے۔امانت کا تعلق دولت سے بھی ہوسکتا ہے،لوگوں کے رازوں سے بھی ہوسکتا ہے اور لوگوں کی ناموس سے بھی ہوسکتا ہے۔

شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ امین شخص کو گمراہ کرے اور اسے خیانت کی طرف راغب کرے۔

1. حضرت اُمِ سلمہ کی امانت داری

جب حضرت علی علیہ السلام نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے کچھ خطوط اور وصیتیں لکھیں اور وہ حضرت اِم سلمہ کے سپرد

---

[1] سورۃ النساء/58

[2] فروع کافی،133/5

کیے۔اور جب حضرت امام حسنؑ مدین تشریف لائے تو بی بی امِ سلمہ نے وہ خطوط اور وصیت نامہ ان کے سپرد کیا۔

جب امام حسن علیہ السلام عازم عراق ہوئے تو آپ نے چند خطوط اور وصیت نامہ لکھ کر بی بی ام سلمہ کو بطور امانت دیئے اور فرمایا! کہ اگر میرا بیٹا آئے اور آپ سے اِن کا مطالبہ کرے تو اس کو یہ امانت واپس کر دینا۔امام حسین علیہ السلام کی شھادت کے بعد جب امام سجاد علیہ السلام واپس مدینہ آئے تو حضرت ام سلمہ نے وہ امانت اُن کے سپرد کی۔[1]

بی بی ام سلمہ کا ایک بیٹا جس کا نام عمر ہے روایت کرتا ہے کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو ساتھ لئے میرے گھر تشریف لائے۔آپؐ نے گوسفند کی کھال طلب کی۔آپ نے اس پر کچھ مطالب لکھے اور میرے سپرد کی۔فرمایا میرے بعد جو نشانی دے کر تجھ سے کھال مانگے تو اُسے دے دینا۔

دن گزرتے رہے رسول اللہؐ کی وفات ہوگئی۔خلافتیں بنتی رہیں یہاں تک کہ امیر المومنین علیؑ کی خلافت آ گئی اُس وقت تک یہ امانت کسی نے طلب نہ کی۔

جب خلیفہ سوم کی وفات ہوئی تو لوگ ہجوم بنا کر حضرت علی کی بیعت کرنے لگے۔اُن بیعت کرنے والوں کے ہجوم میں میں (عمر) بھی موجود تھا۔حضرت علی علیہ السلام منبر سے نیچے تشریف لائے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ آپ اپنی والدہ کے پاس جائیں اور اُن سے کہیں کہ علیؑ اُن سے ملنا چاہتے ہیں۔مَیں اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں آیا اور میں نے اسے حضرت علی علیہ السلام کا پیغام دیا۔ میری والدہ نے جواب میں کہا کہ مجھے خود بھی اسی دن کا انتظار تھا۔چنانچہ امام علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ بی بی اُمِ سلمہ آپ کے پاس فلاں فلاں نشانی کے ساتھ ایک امانت محفوظ ہے آپ وہ میرے سپرد کریں۔

میری والدہ اُٹھیں ایک صندوق نکالا اور اُس صندوق میں ایک اور چھوٹا صندوق رکھا ہوا تھا وہ کھولا اُس میں وہ امانت موجود تھی جو انہوں نے حضرت علیؑ کے سپرد کی۔

میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ علیؑ کی کبھی بھی مخالفت نہ کرنا بلکہ ہمیشہ علی علیہ السلام کی مدد کرتے رہنا کیونکہ رسول خدا کے بعد میں اِن کے علاوہ اور کسی کو امام نہیں مانتی۔[2]

2. خائن عطار

عضدالدولہ دیلمی کے زمانہ حکومت میں ایک مسافر بغداد آیا اور اُس کے پاس سو سے کا ایک قیمتی گلوبند تھا۔وہ گلوبند فروخت کرنے کے لئے بازار گیا۔مگر اسے مناسب قیمت کہیں سے بھی نہ مل سکی تو اُس نے سوچا کہ اس وقت اسے بیچنا مناسب نہیں ہے۔وہ شخص حج کے لئے مکہ جانا چاہتا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ مَیں نے ایک امانت رکھنی ہے مجھے کسی امین کا پتہ بتائیں۔

---

[1] سفینۃ ابحار مارہ (سلم)

[2] پیغمبر و یاران 275/1۔ بحارالانوار 942/4

لوگوں نے کہا کہ فلاں بازار میں ایک عطار ہے جو کہ نہایت امین ہے اگر کچھ امانت رکھنی ہے تو اسی کے پاس رکھو۔ لوگوں کی باتیں سن کر مسافر اُس عطار کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں سونے کا یہ گلوبند آپ کے پاس بطور امانت رکھنا چاہتا ہوں اور حج بیت اللہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی امانت واپس لے لوں گا۔ عطار نے وہ گلوبند اپنے پاس رکھ لیا۔

مسافر حج پر چلا گیا اور واپسی پر اُس نے کچھ تحائف خریدے اور بغداد آ کر اس نے وہ تحائف عطار کو دیئے اور اپنی امانت کا مطالبہ کیا۔ عطار کی نیت خراب ہوگئی اور کہا کہ کیسی امانت اور کہاں کی امانت؟ میں تو تجھے پہنچانتا تک نہیں اور نہ ہی کبھی تو نے میرے پاس امانت رکھی۔

اس بے چارے نے بڑی نشانیاں دیں اور منتیں کیں لیکن عطار بدستور انکار کرتا رہا۔ وہ شہر کے چند معززین سے ملا اور عطار کی خیانت کی شکایت کی تو سب لوگوں نے اسے جھوٹا قرار دیا اور عطار کو سچا کہا۔ غرض یہ کہ پورے بغداد میں کسی نے بھی اس کی حمایت نہ کی۔

مجبور ہو کر اُس نے عقدالدولہ کے نام درخواست لکھی۔ جس میں اُس نے عطار کی خیانت کی شکایت کی اور اُس نے اپنے لئے دادرسی کی درخواست کی۔

عضدالدولہ دیلمی نے اُسے لکھا کہ تم تین دن تک روزانہ اس کی دوکان پر جاؤ اور چوتھے روز میں وہاں سے لشکر لے کر گزروں گا اور تم سے اس دوکان پر ملاقات کروں گا۔

لُٹا ہوا مسافر تین دن تک عطار کی دوکان پر جاتا رہا۔ لیکن ہر دفعہ عطار اُسے پہنچاننے سے انکار کر دیتا تھا۔ چوتھے دن وہ عطار کی دوکان پر بیٹھا تھا کہ عضدالدولہ اپنے لاؤلشکر سمیت وہاں سے گزرا اور اسے دیکھ کر رک گیا اور شکوہ کرنے لگا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ بغداد آئے ہوئے ہیں۔ لیکن آپ نے مجھ سے ملاقات تک نہیں کی۔ جب کہ میں آپ کو دل میں ہمیشہ یاد کرتا ہوں۔ آپ ہم پر ایسا ظلم تو نہ کریں۔

مسافر نے کہا کہ میں ذرا مصروف تھا لہٰذا ملاقات نہ کر سکا۔ چند دنوں کے اندر فارغ ہو کر آپ سے ملنے آؤں گا اور آپ کے تمام گلے شکوے دور کر دوں گا۔

عطار یہ سب کچھ سنتا رہا اور حیران ہوا کہ یہ شخص عضدالدولہ کا قریبی دوست ہے۔ جب کہ مَیں اسے کئی مرتبہ اپنی دوکان سے دھتکار چکا ہوں۔ عضدالدولہ جیسے ہی وہاں سے روانہ ہوا تو عطار نے کہا کہ بھائی آپ اپنی امانت کی کوئی نشانی بتائیں تا کہ میں دوبارہ ڈھونڈ سکوں۔

مسافر نے گلوبند کی نشانی بتائی تو تھوڑی دیر کے بعد وہ گلوبند لے کر آیا اور کہا کہ آپ یقین کریں کہ میں خائن نہیں ہوں۔ مگر آپ کی امانت میرے ذہن سے اتر چکی تھی۔

مسافر نے گلوبند لیا اور سیدھا عضدالدولہ کے پاس چلا گیا۔ اسے تمام ماجرا سنایا۔ عضدالدولہ نے خائن عطار کی گرفتاری کا

حکم دیا۔ جب وہ گرفتار ہوکر آیا تو عضدالدولہ نے وہ گلو بنداس کی گردن میں ڈالا اور حکم دیا کہ اسے سرعام پھانسی دی جائے۔ چنانچہ اس خائن کو بغداد کے مرکزی چوراہے پر پھانسی دی گئی اور تین دن تک طلائی گلو بند بھی اس کی گردن میں آویزاں رہا۔

چوتھے دن وہ گلو بنداس کی گردن سے اتار کر مسافر کے حوالے کیا اور کہا کہ امین خائن نہیں ہوتا۔ لیکن بعض اوقات لوگ اپنی نادانی کی وجہ سے خائن کو امین تصور کر لیتے ہیں۔ [1]

3. کسی کی امانت میں خیانت نہ کریں

عبداللہ بن سنان کہتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت آپؑ نماز عصر سے فارغ ہوکر تعقیبات میں مصروف تھے۔ مَیں نے اُن کی خدمت میں عرض کی۔

فرزندِ رسول! بعض امراء وسلاطین ہمارے پاس اپنا مال بطور امانت رکھتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ لوگ آپؑ کا خمس ادا نہیں کرتے اگر ہم ان کی امانت میں خیانت کریں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے یہ سُن کر تین مرتبہ فرمایا۔ خدا کی قسم اگر میرے باپ علی علیہ السلام کا قاتل ابن ملجم بھی میرے پاس امانت رکھے تو میں اُس کی امانت میں خیانت نہیں کروں گا۔ اُس کی امانت اسے واپس کردوں گا۔ [2]

4. گڈریا (بھیڑیں چرانے والا) اور یہودیوں کی بھیڑیں

ہجرت کے ساتوں برس حضور اکرم ﷺ خیبر فتح کرنے کے لئے سولہ سو مجاہدین کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ قلعہ خیبر مدینہ سے تقریباً 32 فرسخ کے فاصلہ پر واقع تھا۔ مسلمانوں کا لشکر خیبر کے اطراف میں ٹھہرا رہا اور کافی دن تک قلعہ فتح نہ ہوسکا۔

مسلمانوں کے پاس غذائی اشیاء کی قلت ہوگئی حتیٰ کہ مسلمانوں کے لشکر نے کئی مکروہ جانور تک بھی کھائے جیسے گدھے اور گھوڑے وغیرہ۔ اِن حالات میں ایک سیاہ فام غلام جو کہ یہودیوں کی بھیڑیں چرایا کرتا تھا وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے اسلام قبول کیا۔ اور اس کے بعد اُس نے کہا کہ یہ بھیڑیں یہودیوں کا مال ہیں یہ میں آپ ﷺ کے اختیار میں دیتا ہوں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ یہ بھیڑیں تیرے پاس اُن کی امانت ہیں اور تیرے لئے اس میں خیانت جائز نہیں ہے اور تیرے لئے ضروری ہے کہ تُو قلعہ میں جا اور یہ تمام بھیڑیں اُن کے مالکوں تک پہنچادے۔

وہ شخص اُٹھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اُس نے تمام بھیڑیں اُن کے مالکوں کے سپرد کر

---

[1] پندِ تاریخ 202/1۔ مستطرف 118/1

[2] نمونہ معارف 354/1۔ بحارالانوار 149/15

کے پھر واپس آ کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوا۔ [1]

5. قریش کی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے پاس امانتیں اور قریش کی مکاریاں

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی تو امیر المومنین علی علیہ السلام کو مکہ میں اس ہدایت کے ساتھ ٹھہرایا کہ وہ تمام امانتیں اُن کے مالکوں کو واپس دے کر بعد میں مدینہ کی طرف روانہ ہوں۔

حنظلہ ابن ابوسفیان نے عمیر ابن وائل سے کہا کہ تم علیؑ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو کہ میں نے ایک سو مثقال سرخ سونا (خالص سونا) آپ کے پیغمبر کے پاس امانت رکھا وہ تو مدینہ فرار ہو گئے اُن کے بعد تم امین ہو تو میری امانت مجھے واپس کرو۔ اور دیکھو اگر علیؑ تم سے گواہ طلب کریں تو میں قریش کی جماعت لے کر اُن سے تمہاری صداقت کی گواہی دوں گا۔

عمیر ذاتی طور پر یہ کام نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن حنظلہ نے اُسے تھوڑا سا سونا اور اپنی ماں ''ہند'' کا گلوبند دیا۔ اور اُس سے کہا کہ تم علیؑ کے پاس جاؤ اور علیؑ سے ایک سو مثقال سونے کا مطالبہ کرو۔

عمیر حضرت علیؑ کے پاس آیا اور اپنی امانت کا دعویٰ کیا۔ حضرت علیؑ نے اُس سے پوچھا کہ کوئی تیرا گواہ ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ جی ہاں! ابوجھل، عکرمہ، عقبہ، ابوسفیان اور حنظلہ میرے گواہ ہیں۔

امامؑ نے اُس سے کہا کہ تم مکر کر رہے ہو اور تجھے ان مکاریوں سے ناکامی ہوگی۔ جاؤ اپنے گواہوں کو لے کر صحن کعبہ میں آ جاؤ۔ وہ گیا اور اُس نے اپنے گواہوں کو امامؑ کے پاس حاضر کیا۔

امام علیہ السلام نے علیحدہ علیحدہ گواہوں سے اس امانت کی نشانیاں پوچھی۔ آپ نے عمیر کو الگ کر کے پوچھا کہ یہ بتا کہ کس وقت تو نے یہ امانت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع کرائی تھی۔ ایک نے کہا کہ صبح کے وقت اس نے امانت جمع کرائی تھی۔

آپ نے ابوجہل سے پوچھا کہ بتا عمیر نے کس وقت یہ امانت محمد مصطفیؐ کے سپرد کی۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

پھر آپ نے ابوسفیان سے یہ سوال کیا تو اُس نے جواب دیا کہ وہ غروب آفتاب کا وقت تھا جب محمدؐ نے وہ امانت اٹھا کر اپنی آستیں میں رکھی۔

پھر آپ نے یہی سوال حنظلہ سے دہرایا تو اس نے جواب میں کہا کہ وہ ظہر کا وقت تھا جب اس نے اپنی امانت محمدؐ کے پاس جمع کرائی۔

اس کے بعد آپ نے یہی سوال عقبہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ عصر کا وقت تھا اور حضرت محمدؐ وہ امانت اٹھا کر اپنے گھر گئے تھے۔ آپؑ نے یہی سوال عکرمہ سے پوچھا تو اس نے جواب دیا اس وقت دن چڑھا ہوا تھا اُس وقت محمدؐ نے وہ امانت اپنے ہاتھ میں لیکر فاطمہؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

---

[1] داستانھای و پندھا 114/8۔ سیرت ابن ہشام 344/3

امام علیہ السلام نے گواہوں کے اختلافات کو واضح کیا۔جس سے قریش کا مکروفریب ظاہر ہوگیا۔اور بعد میں حضرت علی علیہ السلام نے عمیر کی طرف دیکھا اور اُس سے کہا کہ تو نے جھوٹ کیوں باندھا اور تیرے چہرے کی رنگت زرد کیوں ہورہی ہے؟

عمیر نے عرض کی ہم مکروفریب سے کام لے رہے تھے مجھے خدائے کعبہ کی قسم میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی امانت نہیں رکھی تھی۔اور اِس جھوٹے دعویٰ کے لئے حنظلہ نے مجھے تھوڑا سا سونا اور ''ہند'' کا گلوبند بطور رشوت دیا تھا۔اس لئے میں اِن کے بہکاوے میں آ گیا تھا۔[1]

[1] رہنمائی سعادت435 /2۔ ناسخ التوریخ،امیرالمومنین ص676

باب نمبر 8

امتحان

فرمانِ خداوندی ہے:۔

اَلَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ

''جس نے موت اور زندگی کو خلق کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے بہتر عمل کرنے والا کون ہے؟''[1]

امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"اِنَّمَا خَلَقَ الدنیا وَاَھلَھا لِیَبلُوَھُم۔"

اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا کہ ان کی آزمائش کی جا سکے۔[2]

مختصر تشریح

دنیا امتحان کا گھر ہے یہاں پر امتحان بیماری، جوان بیٹے کی موت، مالی تنگ دستی، غلط الزامات، بُرے ہمسائے وغیرہ کی شکل میں ہوتے ہیں۔ یہ دنیا کاشتکاری کی جگہ ہے اور اس کے ساتھ امتحان ہے وہ شخص کامیاب ہے جو خوشی اور غمی کے حالت میں تمام مراحل عبور کرتا ہے۔ کبھی انسان کے پاس دولت ہوتی ہے کبھی اُس پر مفلسی طاری ہوتی ہے۔ اگر امتحان دولت سے ہو رہا ہو تو اسے شکر کرنا چاہئے اور اگر غربت کے ذریعے ہو رہا ہو تو انسان کو صبر کرنا چاہئے۔ ہر مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے۔ فقط کمیت اور کیفیت میں فرق ہوتا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بعض لوگ بڑے دین دار ہوتے ہیں جب ان پر آزمائش کی گھڑی آتی ہے تو اُن کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور ان کی ایمانی حالت خطرے میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

1. ہارون مکی کا امتحان

مامون رقی کہتے ہیں ایک دن میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ سہل بن حسن خراسانی امام کی

---

[1] سورہ ملک آیت۔ ۲

[2] فروع کافی 75/8، چاپ جدید

خدمت میں حاضر ہوااور سلام کر کے بیٹھ گیااور امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا: ''مولا! آپ رحیم وکریم خاندان کے فرد ہیں، امامت آپؑ کا حق ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپؑ اپنے حق کے لئے جنگ نہیں کرتے جبکہ اس وقت آپؑ کے لاکھوں عقیدت مند موجود ہیں اور ہزاروں شرربار تلواریں آپؑ کی نصرت کے لئے حاضر ہیں۔''

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ابھی بیٹھو تھوڑی دیر بعد تمہیں جواب دونگا۔''

پھر آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ تنور روشن کرلے اور جب تنور روشن ہوگیا اور آگ سے بھر گیا تو آپ نے سہل سے فرمایا: ''اس تنور میں جا کر بیٹھ جاؤ۔'' سہل خراسانی یہ حکم سن کر پریشان ہوا اور معذرت طلب کی۔ اس دوران ہارون مکی امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ہارون! جوتی باہر رکھ دے اور تنور میں جا کر بیٹھ۔''

ہارون نے فوراً آپؑ کے حکم کی تعمیل کی جیسے ہی ہارون تنور میں جا کر بیٹھا تو آپ نے اوپر سے تنور کا ڈھکنا بند کر دیا اور سہل سے خراسان کے متعلق کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر آپ نے خراسانی سے فرمایا: ذرا تنور کے پاس جاؤ اور ہارون کا حال ملاحظہ کرو۔

سہل تیزی سے تنور پر آیا اور ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو ہارون ایک سرسبز باغیچہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ ڈھکن اُٹھتے ہی ہارون باہر آ گیا۔

امام علیہ السلام نے سہل خراسانی سے پوچھا: ''خراسان میں ایسے افراد کی کتنی تعداد ہے؟''

سہل نے کہا! کہ خدا کی قسم ایک بھی نہیں۔

آپ نے فرمایا! کہ جب اس طرح کے ہمیں پانچ افراد مل گئے تو ہم اپنے حق کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں گے ہم بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کب خروج کرنا ہے۔[1]

2. بہلول نے عہدہ قبول نہ کیا

ہارون الرشید چاہتا تھا کہ کسی کو بغداد کا قاضی مقرر کرے۔ اس نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا تو سب نے بہلول کا نام پیش کیا۔ ہارون نے بہلول کو دربار میں طلب کیا اور اسے بغداد کی قضاوت کی پیش کش کی اور کہا کہ اس کام میں آپ میری مدد کریں۔

بہلول نے کہا۔ میں اپنے اندر اس کام کی صلاحیت نہیں پاتا۔ ہارون نے کہا کہ بغداد کے تمام لوگ کہتے ہیں کہ تم اس کے حقدار ہو مگر تم انکار کر رہے ہو۔

بہلول نے کہا کہ بادشاہ! میں اپنے متعلق لوگوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔ اور میری یہ بات دو حال سے خالی نہیں ہے۔

1. یا تو میں سچا ہوں کہ میرے اندر قاضی بننے کی صلاحیت نہیں ہے تو آپ ایک نا اہل شخص کو ایسا اہم عہدہ کیوں

---

[1] حکایتھائی شنیدانی 65/4۔ سفینۃ البحار 714/2

دینا چاہتے ہیں۔

2. یا پھر میں اپنے اس قول میں جھوٹا ہوں تو آپ ایک جھوٹے شخص کو قاضی بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں؟

ہارون نے کہا۔مگر تجھے ہر قیمت پر یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا۔

بہلول نے اس سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔

اور جیسے ہی صبح ہوئی بہلول نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا اور لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہوکر بازار بغداد میں کہتے لگے لوگو! ہٹو کہیں میرے گھوڑے کے سموں تلے نہ آجانا۔

لوگوں نے کہا ہائے افسوس بہلول تو دیوانہ ہوگیا۔ یہ خبر ہارون کو سنائی گئی کہ بہلول دیوانہ ہوگیا تو ہارون الرشید نے کہا میں بخوبی جانتا ہوں وہ دیوانہ نہیں ہے لیکن اس نے اس بہانے سے اپنے دین کی حفاظت کی ہے۔[1]

جی ہاں ہر امتحان کی اپنی کیفیت ہوتی ہے۔ایک دفعہ ہارون الرشید نے اپنا مخصوص کھانا غلام کے ہاتھ بہلول کے پاس روانہ کیا۔ بہلول نے خلیفہ کا کھانا کھانے سے انکار کردیا۔اور غلام سے کہا سامنے حمام ہے حمام کے بچھواڑے چلے جاؤ اور وہاں کتے ہوں گے یہ کھانا جاکر کتوں کو ڈال دو۔غلام ناراض ہوا اور کہنے لگا۔احمق! یہ خلیفہ کا کھانا ہے۔

اگر میں یہ کھانا وزراء اور اعیان سلطنت کے پاس لے جاتا تو وہ مجھے انعام دیتے۔بہلول نے کہا کہ آہستہ بات کرو۔اگر کتوں نے سن لیا تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔

3. ابوھریرہ ناکام رہا

ابوھریرہ نے 8ھ کو اسلام قبول کیا۔اُسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف اور صرف دو سال تک رہنا نصیب ہوا۔ابوھریرہ 59ھ میں 78 سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے۔

اس کو پیغمبر اکرم کا دیدار نصیب ہوا تھا اس وجہ سے لوگ اسے صحابی بھی سمجھتے تھے۔اس نے اس مقام سے ناجائز استفادہ کیا اس نے اپنی اس منزلت کو دنیا کے بدلے فروخت کیا۔اس نے پیٹ بھرنے کے لئے جھوٹی احادیث بنائی تھیں اور ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف دی تھی۔

خلیفہ دوئم نے پہلی دفعہ اُسے احادیث بیان کرنے سے منع کیا تھا۔دوسری مرتبہ اُسے تازیانوں سے سزا دی اور تیسری مرتبہ اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔

21ھ میں جب بحرین کے گورنر اعلیٰ کی وفات ہوئی تھی تو خلیفہ دوئم حضرت عمر نے اسے وہاں کا حاکم بھی مقرر کیا تھا کچھ عرصے کے بعد ابوھریرہ نے وہاں پر چار لاکھ دینار جمع کرلئے۔جب خلیفہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اسے معزول کردیا۔معاویہ نے کچھ صحابہ

---

[1] پند تاریخ 181/1۔روضات الجنات ص36

اور تابعین کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ حضرت علیؑ کی مخالفت میں جھوٹی احادیث بیان کریں۔اُن میں سرِفہرست ابوھریرہ تھا۔

''اصبغ بن نباتہ'' نے ایک دفعہ اُسے کہا تھا تجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا خیال نہیں تو علیؑ کے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہے اور علیؑ کے دوستوں سے دشمنی رکھتا ہے۔

ابوھریرہ نے اس کے جواب میں سرد آہ بھری اور کہا:''انا للہ وانا الیہ راجعون۔''

ابوھریرہ کی ناکامی دیکھئے کہ یہ معاویہ سے دولت حاصل کرنے کے لئے کئی دفعہ مسجد کوفہ میں آکر اپنی پیشانی کو اپنے ہاتھوں سے زور سے پیٹا۔لوگ جمع ہوگئے اور کہنے لگا کہ اہل عراق یہ سمجھتے ہیں کہ میں رسولِ خدا پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنا رہا ہوں۔خدا کی قسم، میں نے رسولِ خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہر پیغمبر کا کوئی نہ کوئی حرم ہوتا ہے اور مدینہ میں ''کوہ عیر'' سے لیکر ''کوہ ثور'' تک میرا حرم ہے اور جو بھی میرے حرم میں نئی بات احداث کرے گا اور بدعت پیدا کرے گا۔اس پر خدا، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔لوگو! میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ (نعوذ باللہ) حضرت علی علیہ السلام نے حرم پیغمبر میں بدعت پیدا کی ہے۔

جب معاویہ نے یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوا اور اِس کے بدلے میں ابوھریرہ کو مدینہ کا حکم بنا دیا۔[1]

4. حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماعیل کو اپنے ہاتھ سے راہِ خدا میں قربان کریں۔اللہ کی طرف سے یہ بہت بڑا امتحان تھا۔اللہ تعالیٰ اس ذریعے سے دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ میرے فرمان کی فرمان برداری کرتے ہیں۔پہلے تو کافی عرصہ تک حضرت ابراہیمؑ کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔جب بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا، جب بیٹا تھوڑا سا بڑا ہوگیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ کا امتحان لیا اور حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ سے نے حضرت اسماعیلؑ کو راہِ خدا میں ذبح کریں۔

حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا کہ پیارے فرزند میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔حضرت اسماعیلؑ نے کہا بابا جانؑ خدا نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اس پر عمل کریں ''انشاءاللہ'' آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔''

حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کو ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ بابا جان اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو کچھ اور کام بھی کریں آپ میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لیں تاکہ جس وقت میرے حلق پر چھری چلے تو میں تڑپنے نہ پاؤں تاکہ میرے اجر اور ثواب میں کمی واقع نہ ہو۔کیونکہ موت کافی سخت ہوتی ہے اور مجھے خوف ہے کہ موت کے وقت میں کہیں مضطرب نہ ہوں اور دوسری گذارش یہ کہ آپ چُھری کو بہت تیز کرلیں تاکہ جب آپ تیزی سے چھری میرے گلے پر پھیریں تو میں بھی جلدی سے زندگی

---

[1] پیغمبر و یاران 166/1-154

سے چھٹکارا حاصل کرسکوں۔اور تیسری گذارش یہ ہے کہ جب آپ مجھے زمین پرلٹائیں تو میرا چہرہ زمین کی طرف کر دینا، میرا چہرہ آپ کی طرف نہیں ہونا چاہئے مجھے خوف ہے اگر آپ کی نگاہ میرے چہرے پر پڑی تو ہوسکتا ہے آپؑ کو مجھ پر ترس آجائے اور آپؑ فرمان الہیٰ پر پوری طرح سے عمل نہ کرسکیں۔ذبح کرتے وقت آپ اپنے کپڑوں کو علیحدہ رکھیں، آپؑ کے کپڑوں پر میرا خون نہیں آنا چاہئے تاکہ میری ماں آپؑ کے کپڑوں پر میرا خون نہ دیکھے۔اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرا لباس دیکھ کر اسے کچھ تسلی ملے۔ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی باتیں سن کر کہا:''اے فرزند تو فرمانِ الٰہی کی تکمیل کے سلسلے میں میرا اچھا معاون و مددگار ہے۔

ابراہیمؑ اپنے فرزند کو لیکر منیٰ آگئے۔چھری کو تیز کیا، جناب اسماعیل علیہ السلام کے رسی سے ہاتھ پاؤں بندھے اور اُن کا چہرہ زمین کی طرف کیا اور حضرت اسماعیل کی طرف دیکھنے کے بجائے آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا۔اور چُھری حضرت اسماعیلؑ کی گردن پر چلائی لیکن آپؑ نے محسوس کیا کہ چھُری انتہائی کند ہوچکی ہے اور معصوم کے گلے کو نہیں کاٹ رہی۔آپؑ نے یہ عمل کئی مرتبہ دوہرایا اُس وقت آسمان سے ندا آئی ''بے شک تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور تو نے فرمان الٰہی پر عمل کیا۔'' جبرئیل فدیہ کے عنوان سے جنت سے گوسفند لائے اور ابراہیمؑ نے اُس کی قربانی دی۔

یہ سنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حاجیوں میں رکھ دی گئی وہ ہر سال منیٰ میں جا کر قربانیاں کرتے ہیں۔[1]

5. سعدؓ کا امتحان

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی تھا جس کا نام سعد تھا وہ انتہائی قلاش اور مفلس تھا اور وہ اصحاب صُفہ کا ایک فرد تھا۔

وہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تمام نمازیں ادا کرتا تھا۔آپؐ سعد کی غربت سے بہت متاثر تھے اور ایک دن آپؐ نے اس سے فرمایا: جب میرے ہاتھ کچھ رقم آئی تو میں تجھے بے نیاز کردوں گا۔

ایک عرصے تک رسول پاکؐ کے پاس کوئی رقم نہ آئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد کی غربت سے بہت پریشان ہوئے۔ایک دن جبرئیل امین آئے اور عرض کی: اللہ تعالیٰ آپؐ کو درود و سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ سعد کی غربت دیکھ کر پریشان ہیں اور آپؐ نے اس سے وعدہ بھی کر چکے ہیں کہ اسے کچھ دیں گے۔آپؐ یہ دو درہم لیں اور سعد کو دے کر کہیں کہ وہ اِن سے تجارت کرے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دو درہم لے لئے۔نماز ظہر کا وقت ہوا تو سعد نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔آپؐ نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا: سعد! تجارت کرسکتے ہو؟ اس نے عرض کی خدا کی قسم میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

میں بھلا تجارت کیسے کرسکتا ہوں؟ آپؐ نے اسے دو درہم دیئے اور فرمایا: جاؤ اس سے تجارت شروع کرو اللہ برکت دے گا۔سعد نے دو درہم لئے اور اس سے خرید و فروخت شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تجارت میں برکت دی وہ مٹی میں ہاتھ ڈالتا تو بھی اسے نفع حاصل ہوتا۔

---

[1] تاریخ انبیاء 164/1

آہستہ آہستہ اُس کی مالی حالت بہتر ہونے لگی۔اس نے مسجد کے دروازے پر ایک دکان حاصل کر لی۔اس میں اپنا سامان رکھنے لگا۔ پھر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ حضرت بلال اذان کہتے اور رسولِ خدا اپنے گھر سے تیار ہو کر مسجد پہنچ جاتے لیکن سعد خرید وفروخت میں مصروف رہتا تھا گو کہ تجارت شروع کرنے سے پہلے وہ اذان سے بھی پہلے وضو کر کے مسجد میں پہنچ جایا کرتا تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سعد! دنیا نے تجھے مصروف کر دیا ہے اور دولت نے تجھے نماز سے غافل کر دیا ہے۔

سعد نے کہا: تو کیا مَیں اپنے مال کو ضائع کر دوں؟ اس شخص کے ہاتھ میں جنس بیچی ہے ابھی اس سے قیمت لینی ہے اور اِس شخص سے قیمت لے چکا ہوں لیکن اِسے جنس دینی ہے۔

پیغمبر اکرمؐ سعد کی اس دنیا طلبی کو دیکھ کر پریشان ہوئے۔ایک مرتبہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ سعد کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہوتے ہیں۔اگر آپؐ اس کی دولت مندی کو پسند کرتے ہیں تو ہم اسے دولت مند ہی رہنے دیتے ہیں۔ اگر آپؐ اس کی غربت وناداری پسند کرتے ہیں تو ہم اسے سابقہ حالت پر لوٹا دیتے ہیں۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: پروردگار! سعد مجھے پیارا ہے لیکن یہ روز بروز دنیا کی دلدل میں پھنسا جا رہا ہے یوں اس کی آخرت تباہ ہو رہی ہے اور میں اس کی آخرت یوں تباہ ہوتے ہوئے برداشت نہیں کر سکتا۔

جبرئیل امین نے کہا: پھر آپؐ اس سے دو درہم جو آپ نے دیئے تھے طلب فرمائیں۔رسول خداؐ سعد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: سعد! کیا تم ہمیں ہمارے دو درہم واپس نہیں کرو گے؟ سعد نے کہا: میں دو سو درہم دینے کو تیار ہوں آپؐ نے فرمایا: نہیں مجھے صرف دو درہم ہی چاہیں۔سعد نے آپ کو دو درہم دیدیئے اس کے بعد اسے کاروبار میں خسارہ اُٹھانا پڑا۔ چند دنوں کے بعد وہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آیا۔[1]

[1] داستانھاو پندھا78 /2۔حیات القلوب578 /1

باب نمبر 9

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

فرمانِ خداوند کریم ہے۔

"كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ"

''دنیا میں تم بہترین گروہ ہو جسے انسان کی ہدایت واصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔''[1]

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"مَنْ تَرَكَ اِنْكَارَ الْمُنْكَرِ بِقَلْبِهٖ وَيَدِهٖ وَلِسَانِهٖ فَهُوَ مُيِّتٌ بَيْنَ الْاَحْيَاءِ۔

''جو شخص اپنے دل، ہاتھ اور زبان سے برائی کو برائی سمجھنا چھوڑ دے تو وہ زندوں میں مردہ ہے۔[2]

مختصر تشریح

امر بالمعروف اسلام کا اہم فریضہ ہے۔ اور جو شخص یہ فریضہ سرانجام دینا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود بھی حلال وحرام کو اچھی طرح سے جانتا ہو اور جو کچھ کہے عملی طور پر اس کی مخالفت نہ کرے۔ اور اس کے قول وفعل میں تضاد نہیں ہونا چاہئے۔

ایسے شخص کو نفسیات شناس بھی ہونا چاہئے اور لوگوں کے فہم وادراک اور ان کی قبولیت اور عدم قبولیت کے پیمانوں سے بخوبی واقف ہونا چاہئے اور امر بالمعروف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نفس کی چالاکیوں اور ابلیسی حیلوں سے آگاہ ہو اور اس کی تبلیغ کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔ اگر لوگ اس کی مخالفت کریں تو صبر کرے اور اگر اس کی موافقت کریں تو خدا کا شکر بجالائے۔

1. بشر حافی

ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بغداد شہر سے گزر رہے تھے کہ ان کا گزر بشر کے گھر سے ہوا، بشر کے گھر سے گانے

---

[1] سورہ آل عمران آیت 110

[2] جامع السعادات 238/2

بجانے کی آوازیں آرہی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ گھر میں موسیقی زوروشور سے جاری ہے۔

اسی اثناء میں بشر کی ایک کنیز کوڑا کرکٹ ڈالنے کے لئے گھر سے باہر آئی۔

امام موسیٰ کاظمؑ نے اس کنیز سے دریافت کیا: ''یہ کس کا گھر ہے؟ کنیز نے کہا: ''گھر کے مالک کا نام بشر ہے۔''

امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ آزاد ہے یا غلام ہے؟ کنیز نے کہا کہ یہ آزاد ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: ''واقعی تو نے درست کہا ہے۔ اگر وہ کسی کا غلام ہوتا تو اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا۔''

کنیز واپس آئی، بشر شراب کی محفل سجائے بیٹھا تھا، اس نے کنیز سے پوچھا: ''تم نے اتنی دیر کیوں لگائی؟''

کنیز نے جواب دیا: ''میں باہر گئی تو ایک نورانی چہرے والا بزرگ یہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک بندہ ہے۔ یا آزاد ہے؟

میں نے بتایا کہ آزاد ہے۔

انہوں نے کہا: ''واقعی اگر وہ کسی کا بندہ ہوتا تو آدابِ زندگی بجالاتا اور اسے اپنے آقا کا خوف ہوتا''

یہ الفاظ سن کر بستر سر تا پا کانپ اُٹھا اور پابرہنہ گھر سے نکلا اور اس بزرگوار کی تلاش شروع کی، جلدی ہی اس کی ملاقات امام موسیٰ کاظمؑ سے ہوگئی اور عرض کی۔ ''آقا! واقعی میں اب تک آزاد تھا لیکن اب غلام بننا چاہتا ہوں۔''

پھر اس نے امام موسیٰ کاظم کے ہاتھ پر توبہ کی اور پوری زندگی زہد تقویٰ میں بسر کردی۔

بشر نے برہنہ پا امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ اس لئے اس نے پوری زندگی کبھی جوتا نہیں پہنا تھا اور پوری زندگی برہنہ پا رہ کر بسر کردی، اسی وجہ سے اس کا لقب ''حافی'' مشہور ہوگیا۔ لوگ جب بھی اس کا نام لیتے تو اسے بشر حافی کہہ کر پکارا کرتے۔

عربی زبان میں ''حافی'' پابرہنہ شخص کو کہا جاتا ہے۔[1]

2. نہی عن المنکر کرنے والا مجاہد

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ایران پر فتح علی شاہ قاچار حکومت کرتا تھا۔ اس نے ایران کے شہر ''یزد'' کے لئے ایک شخص کو حاکم مقرر کیا۔ اس کا مقرر کردہ حاکم انتہائی ظالم شخص تھا۔ اس نے یزد کی حکومت سنبھالتے ہی لوگوں پر ظلم وستم کرنا شروع کردیا۔ اس وقت یزد میں ملاحسن یزدی رہائش پذیر تھے اور تمام لوگ ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

یزد کے عوام نے ملاحسن یزدی سے حاکم کے مظالم کا شکوہ کیا۔ انہوں نے حاکم شہر سے ملاقات کی اور اس کو ظلم وستم بند کرنے کی تلقین کی لیکن حاکم نے اپنا رویہ قائم رکھا۔

ملاحسن یزدی نے حاکم کے مظالم لکھ کر فتح علی شاہ قاچار کے پاس بھیجے لیکن شاہ نے بھی اصلاح حال کے لئے

---

[1] روضات الجنات ص232

کوئی قدم نہ اٹھایا۔

الغرض جب حاکم یزد کی من مانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اہل شہر کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا۔ ملاحسن یزدی نے اہل شہر کی قیادت کی اور حکم دیا کہ اس نااہل حاکم کو شہر بدر کر دیا جائے۔

ملاحسن کے پاس عوامی طاقت اتنی زیادہ تھی کہ حاکم کو وہاں سے بوریا بستر سمیٹنا پڑا۔ اور وہ شاہ ایران کے پاس گیا اور کہا کہ اہل یزد نے بغاوت کر دی ہے۔ اور مجھے وہاں سے نکال دیا ہے۔

شاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے ملاحسن یزدی کی گرفتاری کا حکمنامہ جاری کیا۔ الغرض ملاحسن گرفتار ہوئے اور انہیں تہران میں شاہ کے پاس پیش کیا گیا۔

شاہ نے کہا کہ یزد کا حادثہ کیا تھا؟

ملاّ حسن نے جواب دیا کہ تیرا حاکم ظالم تھا۔ اس لئے ہم نے اسے یزد سے نکال کر اہل شہر کو اس کے شر سے بچایا۔

بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور اس نے حکم دیا کہ ملاحسن کے پاؤں باندھا کر انہیں ٹکٹکی کے ساتھ باندھ دیا جائے اور انہیں تازیانے مارے جائیں۔

ابھی تازیانے نہیں لگے تھے کہ شاہ کی نیت بدل گئی اور اس نے چاہا کہ ملاحسن کو تازیانے نہ لگیں اس نے اپنے وزیر امین الدولہ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ ہمارے حاکم کو ملاّحسن نے نہیں نکالا تھا دوسرے لوگوں نے نکالا تھا ملاّحسن کے پاؤں بندھے ہوئے تھے انہوں کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ تمہارے عامل کو مین نے ہی وہاں سے نکالا تھا۔

آخر کار امین الدولہ کی سفارش سے ملاحسن کے پاؤں کھول دیئے گئے۔ رات ہوئی فتح علی شاہ قاچار نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا کے پائے اطہر کی دو انگلیاں بندھی ہوئی ہیں۔ شاہ ایران نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کس نے یہ گستاخی کی ہے؟

آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے ہی تو میری انگلیاں باندھی ہیں۔

شاہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں تو آپ کا ادنیٰ سا امتی ہوں میں تو اس گستاخی کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

رسول خدا نے فرمایا کہ تو نے ملاحسن یزدی کے پاؤں نہیں بندھوائے۔ میری انگلیاں بندھوائی ہیں۔

بادشاہ وحشت زدہ ہو کر اٹھا اور حکمد یا کہ ملاحسن کو آبرومندانہ طریقہ سے رہا کیا جائے اور انہیں شاہی لباس پہنایا جائے۔

ملا نے شاہی لباس لینے سے انکار کر دیا اور وہاں سے واپس یزد آ گئے پھر چند دنوں بعد انہوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور کربلا معلیٰ میں جا کر رہائش پذیر ہو گئے۔ اور زندگی کے آخری ایام وہیں بسر کئے اور ان کی موت بھی کربلا میں واقع ہوئی۔ [1]

---

[1] حکایتھای مشنید جلد 146/3۔ قصص العلماء ص 101

3. خدا کیا چاہتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ایک شہر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے دو فرشتوں کو بھیجا۔ جب فرشتے اس شہر میں اترے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص آدھی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔

ان میں سے ایک فرشتے نے کہا: ''اس شہر کو تباہ کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ سے پوچھ لینا چاہئے۔ کیا اسے بھی دوسروں کے ساتھ تباہ کر دیا جائے یا اسے نجات دی جائے۔''

دوسرے فرشتے نے کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں حکم دیا ہے ہمارا کام ہے صرف اس کی تعمیل کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو وحی کی جس نے سوال کرنے سے منع کیا تھا کہ اس شخص کو بھی اور لوگوں کے ساتھ ہلاک کر دو۔ میں دوسرے بدکاروں کی طرح اس سے بھی ناراض ہوں۔ کیونکہ یہ عابد اپنی آنکھوں سے میری نافرمانی کو دیکھتا رہا لیکن آج تک اسکے چہرے پر ناراضگی کے آثار طاری نہیں ہوئے۔ جس فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہا تھا اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور اللہ نے اسے ایک جزیرے میں ڈال دیا۔ وہ ابھی تک زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر عتاب ہے۔ [1]

4. یونس بن عبدالرحمان کا فریضہ

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کیا گیا تو اس وقت امامؑ کے چند وکلاء کے پاس خمس کی ایک بڑی رقم موجود تھی۔ چنانچہ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار اشرافیاں تھیں۔

امام عالی مقامؑ کی شہادت کے بعد ان کی نیت میں فتور آ گیا اور امام علی رضا علیہ السلام کو امام زمانہ تسلیم کرنے کی بجائے انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دن رات لوگوں میں اس نظریے کا پرچار کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو تسلیم کیا اور یوں مذہب وقضیہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

امام موسیٰ کاظم کے اجلہ تلامذہ میں سے یونس بن عبدالرحمان لوگوں کو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی دعوت دیتے تھے۔ (جنکے متعلق امام علی رضا علیہ السلام کہتے تھے کہ یہ اپنے زمانے کا سلمان فارسی ہے)۔

اُن کے اس طرز عمل کی وجہ سے زیاد قندی اور علی ابن ابی حمزہ ان کے مخالف ہو گئے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے انہیں دس ہزار اشرفی کا لالچ دیا۔

یونس بن عبدالرحمن صاحبِ بصیرت تھے۔ انہوں نے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا ''امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب لوگوں میں بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے (لوگوں کو برائی

---

[1] جامع السعادت 231/2

سے روکے)اگر عالم نے ایسانہ کیااس سے نورایمان سلب کرلیا جائے گا۔میں کسی بھی حالت میں اس دینی جہاداورامر بالمعروف اورنہی عن المنکرکوترک نہیں کروں گا۔[1]

5. تبلیغ کے لئے معروف اورمنکرکاعلم ہوناچاہئے

حضرت عمربن خطاب رات کے وقت مدینہ کے گلی کوچوں میں بھیس بدل کرچکرلگایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ ایک مکان سے گزرے توانہوں نے اندر سے مشکوک آوازیں سُنی۔وہ فوراًدیوار پھلانگ کرمکان کے صحن میں پہنچ گئے۔وہاں انہوں نے ایک شخص کونامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوادیکھا۔جس کے سامنے شراب کاایک جام بھی رکھا ہواتھا۔

حضرت عمرؓ نے اسے سرزنش کی:''کیاتو یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے رازفاش نہیں کرے گااور یہ کہ تجھے چھپ کرخدا کی نافرمانی کرتے ہوئے ذرابھی حیانہیں آئی۔''

اس شخص نے بڑے حوصلے سے کہا:''عمرؓ! صبرکروجلد بازی سے کام نہ لو،اگر میں نے ایک غلطی کی ہےتوتم تین غلطیاں کرچکے ہو۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکم دیا ہے:''ولاتجسوا''[2] (تجسس مت کرو)مگرتم نے ہماری جاسوسی کر کے قرآن کی اس آیت پرعمل نہیں کیا۔

اس کےعلاوہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا[3]

(دروازوں سے گھروں میں داخل ہوں)مگرتم دیوار پھلانگ کراندرآئے ہو،یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔اس کےعلاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ:''واذادخلتم بیوتاًفسلموا علی اھلھا۔[4]۔(اورجب تم گھروں میں داخل ہوتوگھروالوں کوسلام کریں)مگرتم نےہمیں سلام نہیں کیا۔اس طرح تم بیک وقت تین غلطیاں کرچکے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا:''میں اس شرط پرتیری غلطی معاف کرسکتا ہوں کہ آئندہ تواس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔''

اس نے کہا:''خدا کی قسم میں آئندہ کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔''

حضرت عمرؓ نے کہا: ''مطمئن ہوجاؤمیں نے بھی معاف کردیا ہے۔''[5]

---

[1] منتھی الامال 253/2

[2] سورہ حجرات۔49

[3] سورہ بقرہ۔189

[4] سورہ نور۔41

[5] پندتاریخ 29/5۔العذیر 121/6

باب نمبر 10

انصاف

فرمانِ خداوندی ہے:

"كُونُوا قَوَامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ"

"(اے ایمان والو)، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔"[1]

مولاعلی امیرالمومنین علیہ السلام کاارشاد ہے:

"مَنْ يُنصِفُ مِنْ نَفْسِهِ لَمْ يَزِدْهُ اللهُ إِلاَّ عِزّاً"

جو اپنی ذات سے لوگوں کو انصاف دے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کرتا ہے۔[2]

مختصر تشریح

کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومنِ کامل نہیں بن سکتا جب تک وہ انصاف نہ کرے۔ اپنے بارے میں بھی انصاف کرے اور دوسروں کے متعلق بھی انصاف کو مدنظر رکھے۔ جو شخص انصاف سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کریگا۔

انسان فطری طور پر اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔ اور کچھ خواہشات رکھتا ہے۔ اور جو چیز اس کے متعلق ہو اسے وہ پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ دے۔

اب اگر کسی کو اس کے مال کی ضرورت ہو اور اس کی مدد اپنے مال سے کر دے تو وہ شخص قابلِ تعریف بن جاتا ہے اگر کوئی انسان چاہتا ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ دے تو اس کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اذیت نہ دے۔

اسی طرح دوسروں کے حقوق کے متعلق انسان کو ہمیشہ انصاف سے کام لینا چاہئے اگرچہ انصاف کی وجہ سے اسے خود بھی کوئی پریشانی اُٹھانی پڑے تو اسے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

---

[1] سورہ مائدہ آیت نمبر 8

[2] جامع السعادت 368/1

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عرب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ کسی جنگ کے لئے اونٹ پر سوار ہوکر اپنے گھر سے باہر نکلے۔ اتنے میں ایک صحرائی عرب آیا، اس نے آپ کی رکاب کو پکڑا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل سکھائیں جو میرے لئے جنت میں داخلے کا سبب بنے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ! لوگوں کے لئے وہی سلوک کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اور جو سلوک تمہیں اپنی ذات کے لئے ناپسند ہے تو وہ سلوک لوگوں سے بھی نہ کرو۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میری رکاب چھوڑ دو کیونکہ میں نے جہاد پر جانا ہے۔[1]

2. حضرت علی علیہ السلام کا انصاف

شعبی کہتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا، دوسرے بچوں کی طرح میں بھی کوفہ کے بڑے میدان میں گیا۔

وہاں پر مَیں نے امیرالمومنین علیؑ کو دیکھا کہ آپ کے پاس دو بڑے بڑے برتن ہیں سونا اور چاندی سے بھرے ہوئے ہیں۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تازیانہ بھی تھا جس سے آپ لوگوں کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ تاکہ لوگوں کے اژدحام کی وجہ سے تقسیم میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے اس دولت کو تقسیم کیا۔ ساری دولت تقسیم ہوگئی حتیٰ کہ امام کا اپنا حصہ بھی باقی نہ رہا امام خالی ہاتھ گھر واپس آئے۔

میں اپنے گھر آیا اور میں نے اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آج میں نے ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُس شخص کا عمل صحیح تھا یا غلط تھا۔

میرے باپ نے کہا کہ وہ کون تھا؟ مَیں نے بتایا کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام تھے پھر مَیں نے آپؑ کی تقسیم کا بتایا میرے باپ نے جب حضرت علیؑ کی منصفانہ تقسیم کے بارے میں سنا تو گریہ کرتے ہوئے مجھے فرمایا: بیٹا! تو نے آج دنیا کے بہترین انسان کی زیارت کی ہے۔[2]

---

[1] اصول کافی ج2، باب الانصاف حدیث نمبر2

[2] الغارات 55/1۔ داستانھائی از زندگی علی ص7

3. عدی بن حاتم کا انصاف

عدی بن حاتم طائی حضرت علی علیہ السلام کے مخلص صحابی تھے۔ جو 10ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ وہ ہمیشہ حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ جنگ جمل صفین اور جنگ نہروان میں حضرتؑ کے ہمرکاب رہے۔ جنگ جمل میں اُن کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی۔

کسی کام کے سلسلے میں حضرت عدی بن حاتم طائی معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ نے اسے مولائے کائنات کی نصرت کے لئے سرزنش کرنے کی نیت سے پوچھا: طرفات کا کیا بنا؟

اس لفظ سے معاویہ کا شاروہ عدی کے تینوں بیٹوں طریف، طارف اور طرفہ کی طرف تھا۔ یہ تینوں نوجوان ''طرفات'' کے نام سے مشہور تھے جو صفین میں شہید ہوئے تھے۔

حضرت عدی نے کہا: ''وہ تینوں اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔'' معاویہ نے کہا: ''علیؑ نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا، علیؑ نے اپنے بیٹے بچالئے لیکن تمہارے بیٹے میدان میں لاکر قتل کرادیئے آج علیؑ کے بیٹے زندہ ہیں مگر تمہارے بیٹے زندہ نہیں ہیں۔''

یہ سن کر حضرت عدی نے کہا: ''نہیں یہ خیال درست نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے علیؑ کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ کیونکہ علیؑ شہید ہوکر خدا کے حضور پہنچ گئے ہیں جبکہ میں ابھی تک زندہ ہوں۔''

معاویہ! متوجہ رہو اگر ہماری گردن کٹ جائے اور سکرات موت ہم پر سایہ فگن ہوجائے تو ہمیں یہ قبول ہے لیکن علی علیہ السلام کی تنقیص میں ایک لفظ بھی سننا قبول نہیں ہے[1]

4. متوکل اور امام علی نقی علیہ السلام

ایک مرتبہ امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے دربار میں تشریف لے گئے اور اس کے پہلو میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

متوکل آپ کے عمامہ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ عمامہ قیمتی تھا،

متوکل نے کہا: ''آپ نے یہ عمامہ کتنے میں خریدا؟''

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: ''مین نے یہ دستار پانچ سو درہم نقرہ میں خریدی ہے۔''

متوکل نے کہا: ''پانچ سو درہم کی دستار خریدنا فضول خرچی ہے۔''

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے سُنا ہے کہ تو نے چند دن قبل ایک کنیز ہزار دنیار زرِ سرخ کے بدلے میں خریدی ہے؟''

متوکل نے کہا: ''جی ہاں یہ درست ہے۔''

---

[1] الغارات 35/1۔ داستانھائی از زندگی علی ص نمبر 7

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے پانچ سو درہم کا کپڑا اپنے بدن کے اعلیٰ ترین حصے کے لئے خریدا اور تو نے ایک ہزار دینار زِسرخ کی کنیز اپنے بدن کے اسفل ترین حصہ کے لئے خریدی اب بتاؤ ہم میں سے فضول خرچ کون ہے؟''

متوکل بہت شرمندا ہوا اور کہا کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا تھا۔[1]

5. انصاف ابوذرؓ

جنگ تبوک کے موقع پر حضرت ابوذر بھی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔لیکن ان کی سواری بہت ہی کمزور اور سست تھی۔جس کی وجہ سے حضرت ابوذر پیچھے رہ گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا گیا کہ ابوذر لشکر سے کافی پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے فرمایا اگر خدا کو اس میں اچھائی دکھائی دے گی تو یقیناوہ تمہارے ساتھ شامل ہوجائے گا۔

جب ابوذرؓ نے دیکھا کہ میرا اونٹ اب چلنے کے قابل نہیں رہا تو انہوں نے اسے راستے میں چھوڑ دیا اور پیدل چلنا شروع کر دیا۔ایک منزل پر رسولِ خدا نے قیام کیا ہوا تھا دور سے آتا ہوا ایک شخص دکھائی دیا۔لوگوں نے بتایا کہ یارسول اللہ ایک شخص دور سے سامان اُٹھائے ہوئے آرہا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ خدا کرے کہ وہ ابوذر ہو۔جب وہ قریب آیا تو واقعی وہ ابوذر ہی تھا۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ خدا ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا چل رہا ہے۔تنہا ہی مرے گا اور قیامت کے دن تنہا ہی مبعوث کیا جائے گا۔ آپؐ نے ابوذر کو دیکھا تو فرمایا: کہ یہ پیاسا ہے اسے پانی پلایا جائے۔جب ابوذر کو پانی پلایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ابوذر کے پاس پانی کا ایک بھرا ہوا برتن موجود ہے۔رسولِ خدا نے فرمایا: ''ابوذر! عجیب بات ہے تمہارے پاس پانی سے بھرا ہوا برتن موجود ہے لیکن اسکے باوجود تم پیاسے ہو۔'' عرض کیا! میرے باپ آپ پر قربان ہوں، جی ہاں! یارسول اللہ جیسے میں چل رہا تھا وہاں ایک جگہ پر میں نے ٹھنڈا اور میٹھا پانی پایا۔میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ بات شرط انصاف کے خلاف ہے کہ میں تو میٹھا اور ٹھنڈا پانی پیوں اور رسول اللہ نہ پئیں۔لہٰذا میں نے وہ پانی بھر لیا، خود نہیں پیا اور چاہتا تھا وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی آپؐ پئیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ابوذر کے انصاف کو دیکھا تو فرمایا: ''خدا ابوذر کو معاف کرے، یہ تنہائی میں زندگی بسر کرے گے اور تنہائی میں مرے گا اور قیامت کے دن تنہا ہی جنت میں جائے گا۔[2]

---

[1] منتھی 270/1

[2] پیغمبر و یاران 49/1۔الاصابہ 65/4

باب نمبر11

ایثار

فرمانِ خداوندِ قدوس ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ

''اور وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔''[1]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ایما امرءٍ اشتھیٰ شھوۃً فرد شھوتہ واثر علیٰ نفسہٖ غُفِرَلُہٗ۔"

''جو شخص کسی چیز کو شدت سے چاہے اور شدت سے چاہی جانے والی چیز کے متعلق ایثار کرتے ہوئے کسی اور کو دے دے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔''[2]

مختصر تشریح

ایثار، بخشش اور سخاوت کا بلند ترین معیار ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے مال وجان سے لوگوں کی بنیادی ضروریات کو مدنظر رکھ کر ایثار سے کام لیں۔

انفاق کا مقام ایثار کے مقابلے میں کم ہے۔ ایثار کے اندر خداوند تعالیٰ کی خوشنودی مضمر ہوتی ہے۔ جو شخص اپنی جان کسی دوسرے شخص پر قربان کردے اس کا بہت بڑا مقام ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص دریا یا سمندر میں ڈوب رہا ہو دوسرا شخص اس کے بچانے کے دریا یا سمندر میں چھلانگ لگا کر اس کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے خود جان کی بازی ہار جائے تو اس کا بہت بڑا مقام ہوتا ہے۔ اور انفاق کرنے والوں سے ایسے شخص کا مرتبہ کئی ہزار گنا زیادہ ہوتا ہے۔

---

[1] سورہ حشر آیت۔9

[2] جامع السعادت 119/2

1. ایثار پیشہ غلام

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار جو کہ حضرت زینب سلام اللہ علیھا کے شوہر نامدار تھے، ان کی سخاوت بہت مشہور تھی۔ وہ اپنے دور کے بے مثال سخی تھے۔

ایک دن اُن کا گزر ایک نخلستان سے ہوا۔ نخلستان میں انہوں نے ایک غلام کو کام کرتے ہوئے دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس غلام کا کھانا آیا، تو اُس نے روٹی کھانی شروع کی، ابھی اس نے ایک دو لقمے ہی کھائے تھے وہاں ایک بھوکا کتا پہنچ گیا۔ وہ کتا بھوک کی وجہ سے اپنی دم بار بار زمین پر مار رہا تھا۔

غلام نے اپنی غذا میں سے کچھ ٹکڑے کتے کے آگے ڈالے، کتے نے وہ ٹکڑے کھالئے، غلام نے کچھ اور ٹکڑے ڈالے کتے نے وہ بھی کھالئے۔ یہاں تک کہ غلام نے اپنی ساری غذا کتے کو کھلا دی اور وہ کتا کھاتا رہا۔

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار نے اس غلام سے پوچھا۔ تم کو روزانہ کتنا کھانا ملتا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ جناب! وہی ملتا ہے جو آپ نے ابھی دیکھا۔ آپ نے غلام سے پوچھا تو پھر تم نے اپنی ذات پر زیادہ کتے کو ترجیح کیوں دی؟

اس نے کہا کہ جناب وہ بہت بھوکا تھا اور مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ وہ میرے پاس آئے اور بھوکا واپس چلا جائے۔

آپ نے غلام سے پوچھا: ''آج تم اپنے لئے کیا کرو گے؟''

غلام نے جواب دیا کہ بھوکا ہی رہوں گا۔

جب حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار نے اس غلام کی جوانمردی اور ایثار کو دیکھا تو کہنے لگے یہ غلام تو مجھ سے بھی زیادہ سخی ہے۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ نخلستان کے مالک کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ یہ نخلستان غلام سمیت میرے ہاتھوں فروخت کرو اس نے وہ پورا نخلستان غلام سمیت حضرت عبداللہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت عبداللہ نے اس غلام کو آزاد کر دیا۔ اور وہ نخلستان بھی اس غلام کو بخش دیا۔[1]

2. مسجد مرو کا واقعہ

ابو محمد ازدی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد مرو میں آتشزدگی کا واقعہ رونما ہوا۔ مسلمانوں کو شک ہوا کہ یہ عیسائیوں کی حرکت ہے۔ لہٰذا چند مسلمانوں نے اس کے بدلے میں عیسائیوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔

جب اس واقعہ کا حکمران کو معلوم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس واقعہ میں ملوث افراد کو گرفتار کر لیا جائے۔ جب تمام افراد کو

---

[1] حکایتھائی شیندانی 114/5۔ الحجۃ البیضاء 80/4

گرفتار کرلیا گیا تو وہ حکمران نے سزا کا انوکھا فیصلہ سنایا۔

یہ سزا قرعہ اندازی کے ذریعے دی جاتی تھی۔ کسی کی سزا کی پرچی پر نکلتا سزائے موت، کسی کی پرچی پر نکلتا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور کسی کی پرچی میں آتا کہ اسے تازیانے مارے جائیں۔

اُن میں سے ایک ملزم کی سزا قرعہ کے ذریعے نکلی کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ تو اس نے رونا شروع کر دیا۔ اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے فرد کی جو سزا نکلی وہ تھے کہ اسے تازیانے مارے جائیں وہ شکل سے خوشحال دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے سزائے موت والے مجرم سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جب کہ یہ مشکل تو دینِ حق کے لئے ہے۔ تو اس نے کہا: ''یہ تو دین کی خدمت ہے لیکن میں موت سے نہیں گھبرا رہا۔ بلکہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں اپنی ماں کا اکیلا ہی بیٹا ہوں اور میرے علاوہ اس کی نگہداشت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ جیسے ہی میری ماں میری موت کی خبر سنے گی تو وہ بھی مر جائے گی۔

جیسے ہی اس جوان نے یہ واقعہ سنا تو تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد کہا: ''میری ماں نہیں ہے۔ اور نہ ہی میری کسی سے ایسی وابستگی ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ یہ پرچیاں آپس میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ میری تازیانے والی پرچی تم رکھ لو اور اپنی سزائے موت والی پرچی مجھے دے دو۔ اس سے آپ کو کچھ تازیانے لگیں گے لیکن تم زندہ وسلامت اپنی ماں کو مل جاؤ گے۔

بہرنوع پرچیوں کو تبدیل کر دیا جس کی وجہ سے وہ جوان مارا گیا اور وہ شخص صحیح وسلامت اپنی والدہ کے پاس پہنچ گیا۔ [1]

3. جنگ یرموک (تبوک)

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے چند سپاہی جنگ کے لئے جاتے اور کچھ گھنٹوں بعد واپس آتے تو اِن میں سے کچھ تو صحیح وسالم آتے، کچھ زخمی ہوتے اور کچھ شہید ہو جاتے تھے۔ اور کچھ افراد زیادہ زخمی ہونے کی وجہ سے میدان کارزار میں رہ جاتے تھے۔

''حذیفہ عدوی'' بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میرا چچازاد میدان کی طرف گیا اور واپس نہ آیا۔ اور میں نے ایک پانی کا مشکیزہ اٹھایا اور میدانِ کی طرف چلا گیا اس امید سے کہ اگر وہ زیادہ زخمی ہوا تو اس کو پانی پلاؤں گا۔

میں نے تھوڑی جستجو کے بعد اُسے بہت ہی زخمی حالت میں پالیا تھا۔ البتہ ابھی اس کے جسم میں تھوڑی سی جان باقی تھی۔ میں اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور مَیں نے اس سے پوچھا: پانی پئیو گے؟''

اس نے اشارہ سے جواب دیا: ''جی ہاں''۔

ابھی اس نے پانی پیا نہیں تھا ایک اور زخمی مجاہد جو اس کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ اس کی صدا بلند ہوئی کہ پانی چاہئے تو میرے ابن عم نے مجھے اشارہ سے کہا کہ پہلے جا کر اس کو پانی دو۔

جب میں اس کے پاس گیا تو وہ ھشام بن عاص تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''پانی پیئو گے؟''

---

[1] نمونہ معارف 435/2۔ مستطرف 157/1

اس نے اشارہ سے جواب دیا: ''جی ہاں''۔ابھی ھشام نے پانی پیانہ تھا کہ کسی اورزخمی کی آواز سنائی دی جوکہ پانی مانگ رہا تھا۔

ھشام نے مجھے اشارہ سے کہا کہ پہلے جا کر اس کو پانی دو۔اور جب میں تیسرے زخمی مجاہد کے پاس پانی لے کر گیا تو اس وقت وہ شہید ہو چکا تھا۔دوبارہ میں ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہوگیا تھا اور آخر میں جب میں اپنے چچازاد کے پاس آیا تو وہ بھی وفات پا چکا تھا۔[1]

4. حضرت علیؑ کا ہجرت مدینہ کے وقت ایثار

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل مدینہ نے رسول اللہ کو مدینہ آنے کی دعوت دی ہے۔جہاں اوس اورخزرج قبائل آپؐ کی حفاظت کے لئے عہدو پیمان کر چکے تھے۔اس مسئلہ کے لئے ان لوگوں نے آپس میں مشاورت کی۔اور مشاورت کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ہر قبیلے سے ایک ایک طاقتور جوان لے کر ہر ایک کو تیز تلوار دی جائے تا کہ سب مل کر آنحضرتؐ پر حملہ کریں اور ایک ایک ضرب لگائیں۔ان کے اس طرح کے کرنے سے آنحضرت کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا۔سب لوگوں نے اس رائے کو قبول کیا۔

سب نے ملکر جوانوں کا اور اس رات (یکم ربیع الاول) کا انتخاب کرلیا تھا۔

اور اللہ نے اُن کی اس تدبیر کو بیکار کر دیا اور آنحضرتؐ کو اس سے آگاہ کر کے حکم دیا کہ آپؐ رات میں نکل جائیں اور علیؑ کو حکم دیں کہ حضرمی چادر اوڑھ کر آپؐ کے بستر پر سو جائیں۔

جب آنحضرت نے حضرت علی کو حکم دیا کہ آج رات وہ آپؐ کے بستر پر سو جائیں اور آپؐ نے مدینہ ہجرت کرنی ہے۔تو اس کے جواب میں حضرت علی نے فرمایا: یارسول اللہ! کیا میرے سونے سے آپؐ کی جان بچ سکتی ہے؟ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''جی ہاں''۔

تو اس پر حضرت علیؑ نے سجدہ شکر بجالایا۔

چنانچہ اس کے بعد رسول اللہ حضرت علیؑ کو گلے ملے اور خدا کے سپرد کر کے گھر سے روانہ ہو گئے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول خدا کو حفاظت سے گھر سے نکال کر غارِ ثور تک لائے۔اور حضرت علیؑ پورے اطمینان سے رسولِ اکرم کے بستر کی طرف گئے اور آنحضرت کی حضرمی چادر جس کو آنحضرت اوڑھا کرتے تھے اوڑھ کر لیٹے رہے۔جب وقت آ پہنچا تو ان سب نے حملہ کر دیا۔اس وقت امام علیؑ ان کے سامنے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا: ''محمدؐ کہاں ہیں؟''

حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا کیا تم محمدؐ میرے حوالے کر گئے تھے۔

اس کے بعد قریش مکہ وہاں سے نکل کر آپؐ کو ڈھونڈنے لگے۔

پس امام علی نے موت اختیار کر کے اپنی زندگی کے ذریعے محمدؐ کے لئے ایثار کیا اور ان کے بستر پر سو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حضرت علیؑ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

---

[1] داستھانھاوپندھا 173/1۔مستطرف 156/1

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ سورہ بقرہ آیت نمبر 207)

''اور انسانوں میں ایک وہ ہے جو اپنے نفس کو اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے فروخت کر دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔''

5. حاتم طائی کا ایثار

ایک سال سخت قحط ہوا۔ جو کچھ لوگوں کے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا۔ اور ان لوگوں کے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔

حاتم کی بیوی بیان کرتی ہیں کہ ایک رات ہمارے گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں اور میرے دو بچوں (عدی اور سفانہ) کو بھوک کی وجہ سے نیند نہیں آتی تھی۔

حاتم نے عدی کو بہلانا پھسلانا اور میں نے سفانہ کو بہلانا شروع کر دیا جس کی وجہ سے ان کو نیند آ گئی تھی۔

عدی اور سفانہ کے سو جانے کے بعد حاتم نے کوشش کی کہ مجھے بھی نیند آ جائے تو بھوک کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آ رہی تھی۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر دیں تا کہ حاتم یہ سمجھے کہ میں نیند میں ہوں حاتم نے کئی مرتبہ مجھے آواز دی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

حاتم نے سوراخ خیمہ سے بیابان کی طرف نگاہ کی تو اسے کسی انسان کی شباہت سی معلوم ہوئی جب وہ نزدیک ہوا تو حاتم نے دیکھا کہ وہ ایک عورت تھی جو خیمہ کی طرف بڑھی آ رہی تھی۔ حاتم نے اس سے پوچھا: ''کون ہو؟''

عورت نے جواب میں کہا: ''حاتم! میرے بچے بھوک سے بے حال ہیں اور فریاد کر رہے ہیں۔''

حاتم نے اُس عورت سے کہا: ''کہاں ہیں تمہارے بچے جاؤ ان کو لے آؤ خدا کی قسم آج میں انہیں سیر کرونگا۔

حاتم کی بیوی کہتی ہیں جیسے ہی حاتم کے یہ الفاظ میں نے سنے تو میں اُٹھ بیٹھی اور اس سے کہا کہ تو کس چیز سے اُس عورت کے بچوں کو سیر کرائے گا؟

کہنے لگا میں سب کو سیر کرونگا۔ اس کے پاس فقط ایک ہی گھوڑا بچا ہوا تھا۔ اس نے وہ گھوڑا ذبح کیا۔ اور آگ روشن کی۔ اس کے بعد تھوڑا سا گوشت اس عورت کو دیا اور کہا کہ جاؤ اس کے کباب بنا کر اپنے بچوں کو کھلاؤ۔ بعد میں مجھے کہا کہ تم بھی اپنے بچوں کو بیدار کرو۔ تا کہ وہ بھی کچھ کھا سکیں۔ اور بعد میں مجھ سے کہا یہ بات انتہائی پستی کی بات ہے کہ تم لوگ کھاؤ اور باقی لوگ بھوکے سوئے ہوئے ہوں۔

اس کے بعد حاتم اُٹھے اور لوگوں کو جگا کر کہتے کہ اُٹھو آگ روشن کرو اور گوشت بھون بھون کر کھاؤ۔ سب نے وہ گوشت بھون بھون کر کھایا لیکن حاتم طائی نے کچھ بھی نہ کھایا حاتم لوگوں کو کھاتا ہوا دیکھتا رہا اور خوش ہوتا رہا۔[1]

---

[1] رھنمائی سعادت 350/2۔ سفینۃ البحار 208/1

باب نمبر12

ایذارسانی

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُونَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔"

''جولوگ اللہ اوراس کے رسولؐ کواذیت دیتے ہیں ان پر دنیااورآخرت میں اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔''[1]

حبیبِ خدا کا فرمان ہے:

"لایحل للمسلم أن یُشیرَ إلیٰ اخیہِ بنظرۃٍ تُؤذیہ۔"

''کسی مسلمان کے لئے یہ جائزنہیں ہے کہ کسی مسلمان کوایسی نظر سے دیکھے جواس کے لئے باعث اذیت ہو۔''[2]

مختصرتشریح

تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہےاوراس کنبہ میں اہل ایمان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔وہ شخص خدا کو بہت زیادہ پیارا ہے جولوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ہو۔

خلقِ خدااور بالخصوص کسی مومن کواذیت دینا چاہے وہ گالی گلوچ،تہمت اورظلم وستم کی صورت میں ہو یہ سب کچھ خدا کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے مترادف ہے۔قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے میرے دوستوں کواذیت دی۔

تواس کے بعد بہت سے لوگ کھڑے ہوجائیں گےجن کے چہرے پر گوشت نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں دوزخ میں ڈال دیاجائے۔

---

[1] سورہ احزاب،آیت57

[2] جامع السعادت 215/2

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسروں کو اذیت دینے سے پرہیز کرے۔ بالخصوص والدین، ہمسایوں اور دوستوں کو اذیت نہیں دینی چاہئے اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو پھر اس کی معافی مانگ لی جائے۔

1. جب امام سجادؑ کو اذیت دی گئی

مدینہ میں ایک مسخرہ رہتا تھا۔ وہ لوگوں کو ہنسا کر اپنا رزق روزی حاصل کرتا تھا۔

کچھ افراد نے اس سے کہا کہ ہم امام سجادؑ کو دعوت دیتے ہیں اور تم انہیں ہنسا دو۔ شاید کچھ لمحات کے لئے ان کا گریہ کم ہو جائے۔

لوگ جمع ہوئے اور امامؑ کی خدمت میں پہنچے۔ راستے میں انہوں نے امام سجادؑ کو دیکھا آپ کے ساتھ آپ کے دو غلام تھے اور اس مسخرہ نے امام سجادؑ کی عبا آپؑ کے شانے سے اتار لی اور اس عبا کو اپنے کاندھے پر رکھ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلنے لگا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ بتایا گیا کہ ایک ایسا شخص ہے جو لوگوں کو ہنسایا کرتا ہے۔ اور اس سے اس کا رزق وابستہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ''اس سے کہہ دو کہ قیامت کے دن اس شخص کو بہت نقصان ہوگا جو اپنی زندگی کو فضولیات میں ضائع کرتے ہیں۔''

امام کے کلام کا اُس شخص پر اتنا اثر ہوا تھا کہ پھر اس نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ناشائستہ حرکت نہیں کی تھی جس سے لوگوں کو اذیت ہو۔ اس طرح سے وہ ہدایت پا گیا۔[1]

2. قارون و موسیٰؑ

قارون کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتہ دار تھا۔ بعض مورخین اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی اور بعض نے خالہ زاد بھائی بیان کیا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن حضرت کلثوم کا منگیتر بھی بیان کیا جاتا ہے۔

یہ پہلے بے حد غریب تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے درخواست کی کہ اسے کوئی عمل یا ورد تعلیم دیں تا کہ اللہ تعالیٰ اسے وسیع رزق عطا فرمائے۔

آپ نے اسے وظیفہ تعلیم فرما دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہو گئے اور اس کے خزانوں کی چابیاں بہت سے اونٹوں پر لادی جاتیں تھیں۔

جب وہ اپنے نوکروں اور خادموں کے ساتھ محل سے برآمد ہوتا تو لوگوں کے منہ سے بے ساختہ یہ دعا نکلا کرتی کہ اللہ ہمیں بھی قارون کی طرح دولت مند بنائے۔

---

[1] درسِ اخلاق ص120 - امالی شیخ مفید ص128

جب زکوٰۃ کا حکم آیا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو اس نے اپنے بخل کی وجہ سے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے رعایت دیتے ہوئے فرمایا: ''تو ایک ہزار گوسفند میں سے ایک گوسفند اور ایک ہزار دینار سے صرف ایک دینار بطور زکوٰۃ دے دے تو بھی قابل قبول ہے۔''

قارون نے مجبور ہو کر یہ مقدار تسلیم کر لی۔ لیکن جب گھر آیا اور اس نے اپنی جائیداد کا حساب لگایا تو اسے اپنی جائیداد کا ہزارواں حصہ بھی بہت زیادہ لگا۔ اسے اس کے فطری بخل نے ہزارواں حصہ ادا کرنے سے روک دیا۔

پھر اس نے اپنے دوستوں کو بلا کر کہا: ''اب تک جو کچھ موسیٰ نے کہا ہم ان کا کہنا مانتے آئے۔ لیکن اب پانی سر سے اوپر ہو چکا ہے موسیٰ علیہ السلام اب ہماری جائیداد کا بھی ہم سے ایک حصہ لینا چاہتا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ اس کے لئے تم لوگ کوئی طریقہ سوچو۔''

قارون کے دوستوں نے اس سے کہا کہ ہم کچھ نہیں کہتے آپ ہمارے بزرگ ہیں جیسا مناسب ہو کریں۔

قارون نے کہا کہ فلاں بدکار عورت کو بلاؤ میں اسے کچھ رقم دے کر موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگانا چاہتا ہوں۔ تاکہ موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ کے لئے بدنام ہو جائیں اور ہمیں کسی طرح کا حکم دینے کے قابل نہ رہیں۔''

بدکار عورت آئی، قارون نے اسے ایک لاکھ دینار دینے کا وعدہ کیا اور اس کے ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر اس نے موسیٰ پر تہمت لگائی تو وہ اس سے شادی کر لے گا۔

دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گھر سے برآمد ہوئے اور میدان میں پہنچ کر انہوں نے وعظ و نصیحت شروع کی۔ اور آپ نے اپنے وعظ میں ارشاد فرمایا: ''میں چور کے ہاتھ قلم کر دوں گا، جو کسی پر افترا باندھے اسے اسی کوڑے سزا دونگا، جو کنوارہ زنا کا مرتکب ہوگا اسے اسی کوڑے اور جو شادی شدہ زنا کا مرتکب ہوگا اسے سنگسار کرونگا۔''

اس مجمع میں قارون موجود تھا۔ اس نے کھڑا ہو کر کہا: ''جناب! اگر یہ جرم آپ سے بھی صادر ہو تو بھی اس کی سزا یہی ہے؟''

حضرت موسیٰ نے فرمایا: بے شک! میرے لیے بھی یہی سزا ہے۔''

قارون نے کہا: ''لیکن بنی اسرائیل میں تو یہ مشہور ہے کہ آپ نے (نعوذ باللہ) زنا کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''خوب سوچ کر بات کرو کیا میں نے زنا کیا ہے؟''

قارون نے کہا: ''جی ہاں! اور اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ فلاں عورت کو میدان میں لیکر آؤ۔''

عورت میدان میں آئی، حضرت موسیٰ نے عورت سے کہا: ''کیا جو الزام قارون مجھ پر لگا رہا ہے یہ درست ہے؟''

اس وقت عورت نے دل میں سوچا کہ میرے لئے بہتر یہی ہے کہ سچ بات کہہ دوں اور بنی کو اذیت نہ دوں، یہ سوچ کر اس عورت نے کہا: ''قارون جھوٹا ہے اس نے مجھے ایک لاکھ دینار کا لالچ دیا ہے تاکہ میں آپؑ پر تہمت لگاؤں۔'' عورت کا بیان سن کر

قارون بے حد شرمندہ ہوااور شرمندگی سے سر جھکالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عزت نفس سلامت رہنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔اور نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے رو رو کر بارگاہ قدس میں عرض کی۔''خدایا! تیرا دشمن مجھے رسوا کرنا چاہتا ہے آج مجھے اس پر غلبہ عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ ہم نے زمین کو تمہارا مطیع بنایا ہے تم زمین کو جو بھی حکم دو گے زمین اس کی تعمیل کرے گی۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف رخ کیا اور فرمایا:''جس طرح سے اللہ نے مجھے فرعون اور آل فرعون پر غلبہ دیا تھا اس طرح سے اس نے مجھے قارون اور اس کے ساتھیوں پر بھی غلبہ عنایت کیا ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا: جو قارون کے ساتھ رہنا چاہتا ہے وہ اس کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔باقی لوگ اس سے دور ہو جائیں۔''یہ سننے کے بعد صرف دو شخص قارون کے ساتھ ٹھہرے رہے باقی لوگ اس سے دور ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لے۔زمین نے پہلے پہل اسے پنڈلی تک نگلا۔پھر زانوں تک نگلا، قارون نے چیخ کر کہا:''موسیٰ میں سمجھ گیا تو مجھے زمین میں داخل کر کے میرے خزانے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:''خدایا! اس کے سارے خزانے اس کے سر پر رکھ دے اور پھر اسے داخل زمین کر دے۔''

فرشتوں نے اس کے خزانے سے بھرے ہوئے گھر اس کے سر پر رکھ دیئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل لے، اب کی بار زمین نے اسے کمر تک نگل لیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو پھر حکم دیا کہ اسے نگل لے، اب کی بار زمین نے اسے گردن تک نگل لیا۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو واسطے دیتا رہا کہ مجھ پر رحم کرو۔لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جلال میں تھے۔پھر آپ نے زمین کو حکمد یا کہ اب اسے پوری طرح سے نگل لے۔زمین نے قارون اور اس کے ساتھیوں کو نگل لیا۔

جب بنی اسرائیل نے قارون کا یہ حشر دیکھا تو کہا:''خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قارون جیسی دولت نہیں دی ورنہ ہمارا حشر بھی قارون جیسا ہوتا۔'' قارون کے اس واقعہ کے بعد حق سبحانہ نے موسیٰ ؑ کو وحی فرمائی کہ:''موسیٰ تم بہت بڑے سخت دل ثابت ہوئے، قارون نے آپ کو بڑے واسطے دیئے لیکن تم نے اس پر رحم نہ کیا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر قارون مجھے ایک مرتبہ بھی پکار لیتا تو میں اسے نجات دے دیتا۔''[1]

3. مومن کو اذیت دینا حرام ہے

''حسن بن ابی العلاء'' بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بیس اشخاص کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔جس مقام پر ہم رکتے تو میں اپنے ہم سفر اشخاص کیلئے ایک گوسفند ذبح کرتا۔حتیٰ کہ ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کے حضور حاضر ہوئے۔امامؑ نے مجھ سے فرمایا:

---

[1] حکایتھائی شیند نی ج5 ص122۔بحارالانوار ج13 ص253

''وائے ہوتم پراے حسن تم مومنین کوذلیل کرتے ہواوران کواذیت دیتے ہو۔

میں نے عرض کی: ''مولا! میں خدا کی پناہ چاہتاہوں میں ایساسوچ بھی نہیں سکتا۔''

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''تم ہرمنزل پر، اپنے ہم سفرلوگوں کے لئے ایک گوسفند ذبح کرتے رہے ہو۔''

میں نے عرض کی: ''جی ہاں! خدا کی قسم یہ کام میں صرف اورصرف رضاالٰہی حاصل کرنے کیلئے کرتارہاہوں۔''

امامؑ نے فرمایا: ''کیاتم نہیں جانتے کہ ان میں سے بعض ایسے افرادبھی ہیں جن کی یہ خواہش ہے کہ خداان کوبھی تیرے جیسامالدار بنادے اور وہ بھی تیری طرح سے راہ خدامیں خرچ کریں؟ تم ان کی خدمت کرتے ہواور وہ اس خدمت کو دیکھ کرشرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: ''میں توبہ کرتاہوں اورکبھی بھی ایسے کسی کواذیت نہ دونگا۔ پھرامامؑ نے ارشادفرمایا: ''خداکے نزدیک سات آسمان اورسات زمینوں، فرشتوں اور جوکچھ بھی اس دنیامیں ہےاُن سب سے زیادہ مومن کی حرمت ہے۔''[1]

4. امیرالمومنین علیہ السلام کواذیت دینا پیغمبرخداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواذیت دینے کے مترادف ہے

عمروبن شاس اسلمی جن کاتعلق اصحاب حدیبیہ میں تھابیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اورحضرت علیؑ نے یمن کی طرف اکٹھے سفرکیااوردوران سفرمیراحضرت علیؑ سے کسی بات پراختلاف ہوگیاجس کی وجہ سے میرے دل میں علی کے خلاف کینہ جمع ہوگیا۔

جب سفرسے واپس آئےتومیں مسجدآیااورمیں نے علیؑ کے رویہ کی شکایت کی آہستہ آہستہ چلتے ہوئے میری باتیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں۔

دوسرے دن جب میں مسجد میں داخل ہواتورسول خدادوسرے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ مجھے دیکھتے رہےحتیٰ کہ میں بیٹھ گیا۔اورمجھے دیکھ کررسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خداکی قسم،عمرو!تم نے مجھےاذیت دی۔''

میں نے عرض کی: ''میں خدا کی پناہ چاہتاہوں اگرآپؐ کواذیت دی ہو۔

آپؐ نے فرمایا: ''جی ہاں تونے مجھے تکلیف دی ہے کیونکہ جوشخص علیؑ کواذیت دےتووہ مجھے بھی اذیت دیتاہے۔''[2]

---

[1] مونہ معارف 453 /2۔لئالی الاخبارص135

[2] داستانهای اززندگی علیؑ۔ص112۔مستدرک الصحیحین 122/3

5۔متوکل کے مظالم

''متوکل عباسی'' ایک بدترین عباسی حکمران تھا۔اس نے امام علی نقی علیہ السلام سادات اور مومنین پر بہت سے مظالم ڈھائے تھے اس نے قبرامام حسینؑ اور زائرین پر بھی ظلم وستم ڈھائے۔

متوکل کی طرف سے مدینہ کا گورنر عبداللہ ابن محمد تھا۔اُس لعین نے امام علی نقیؑ پر اتنے ظلم ڈھائے کہ مولا نے اس کے مظالم سے تنگ آ کر متوکل کو خط لکھا۔

کچھ عرصے بعد متوکل نے جبراً امامؑ کو مدینہ سے سامراء بلوالیا۔وہاں اس نے امام کی توہین کرنی چاہی۔ایک شب متوکل نے اپنے دربان سعید کو طلب کر کے کہا: ''تم سیڑھی لیکر امام کے گھر کے ساتھ رکھ کر اس سیڑھی کے ذریعے امام کے گھر داخل ہو کر وہاں سے سارا اسلحہ اور مال لے آؤ۔

متوکل نے کچھ ترکی افواج کے دستے امامؑ کے گھر کی طرف روانہ کیے جو امام کو گرفتار کرے متوکل کے دربار میں لے آئیں۔

جس وقت امامؑ کو متوکل کے دربار میں لایا گیا وہ اس وقت شراب نوشی میں مصروف تھا۔اس نے امامؑ کو (نعوذ باللہ) شراب کی پیش کی بعد میں اس نے کہا کہ مجھے کچھ اشعار سنائیں۔۔۔۔۔۔۔

پھر اس کے بعد ایک اور مرتبہ متوکل نے امامؑ کو اپنے دربار میں بلوایا اور اس کے ساتھ ہی اپنے چار غلاموں کو حکم دیا کہ جیسے ہی امامؑ دربار میں آئیں تو وہ ان پر تلواروں سے حملہ آور ہو جائیں۔

جیسے ہی امامؑ دربار میں آئے تو ان چار غلاموں نے مولاؑ پر تلواروں سے حملہ کر دیا آپؑ نے اعجاز امامت سے ان کا حملہ ناکام بنا دیا۔

237ھ میں متوکل نے روضہ امام حسینؑ اور نزدیکی مکانات مسمار کر کے وہاں کھیتی باڑی شروع کرادی اور حکم دیا کہ جو بھی شخص حضرت امام حسینؑ کے روضہ کی زیارت کے لے آئے تو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔عمر بن فرج جو مکہ اور مدینہ کا متوکل کی طرف سے گورنر تھا۔متوکل نے اس کو حکم دیا کہ لوگوں کو منع کر دو کہ کوئی بھی شخص سادات کی مدد اور اعانت نہ کرے۔جس کے نیچے میں سادات بہت پریشان ہوئے۔ان پابندوں کے باعث علوی خاندان بہت سی مشکلات کا شکار ہو گیا۔

حالت یہاں تک جا پہنچی کہ خاندان کی خواتین کے پاس کوئی سالم لباس تک نہ تھا۔جس کو پہن کر وہ نماز ادا کر سکتیں۔پانچ پانچ بی بیوں کے پاس ایک لباس تھا۔جنہیں وہ باری باری پہن کر نماز ادا کرتی تھیں۔متوکل نے متواتر اہل بیت کرام کو اذیتیں دیں۔ آخر کار اس کے اپنے ہی بیٹے منتصر نے تلوار کا وار کر کے اس کو واصل جہنم کیا۔[1]

---

[1] منتھی الامال 378-383 / 2

باب نمبر 13

ایمان

فرمانِ خداوندِ قدوس ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اسی پر ایمان لے آؤ[1]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"الایمان عقد بالقلب و نطق باللسان و عمل بالارکان۔"

''ایمان دل کے عقیدہ، زبان سے اظہار اور اعضاو جوارح سے عمل کا نام ہے۔''[2]

مختصر تشریح

مومنین کے ایمانی درجات میں بڑا فرق ہے۔توکل، تفویض، رضا اور تسلیم ایمان کے چار رکن ہیں اگر کسی شخص میں ایمان کے چاروں رکن موجود ہوں تو ایسا مومن صاحب تسکین ہوتا ہے اور اس کا ایمان مستقر ہوتا ہے۔

وہ لوگ جن کا عقیدہ کمزور ہو صرف زبان کے ساتھ ایمان کا دعویٰ کریں جب ان پر امتحان الٰہی آتا ہے تو وہ ثابت قدم نہیں رہتے اور کفر آمیز جملے کہتے ہیں اور غیر شرعی کام سرانجام دیتے ہیں۔اور ان کا ایمان غیر مستقر ہوتا ہے۔اُن کے متعلق امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اللہ دنیا دوست کو بھی دیتا ہے اور دشمن کو بھی دیتا ہے۔اور ایمان صرف اپنے برگزیدہ بندوں کو ہی دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایسے اہل ایمان جن کا وزیر بردباری ہو اور جن کا امیر لشکر عقل ہو وہ دورِ تاریخ میں کم دکھائی دیتے ہیں۔

---

[1] سورہ نساء آیت۔136

[2] بحارالانوار 69/69

1. حارثہ کاایمان

ایک روز رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز صبح کے بعد ایک جوان کو دیکھا جس کی آنکھیں مسلسل شب بیداری کی وجہ سے سرخ تھیں اور اس کا سر کبھی دائیں کبھی بائیں حرکت کرتا اور اس کا چہرہ زرد تھا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حارثہ تو نے کیسے صبح کی؟''

اس نے کہا: ''یارسول اللہ! میں نے حالتِ یقین میں صبح کی۔''

رسول خداؐ نے حارثہ کا جواب سن کر تعجب کیا اور فرمایا: ''ہر یقین کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور تمہارے یقین کی کیا حقیقت ہے؟''

اس نے عرض کی یقین نے مجھ سے رات کی نیند چھین لی ہے اور مجھے شب بیداری پر آمادہ کیا ہے اور یقین نے ہی سخت گرم دنوں میں مجھ سے روزے رکھائے اور یقین نے مجھے دنیا و مافیھا سے لاتعلق کر دیا ہے اور یقین کی بدولت میں اس مقام پر پہنچ چکا ہوں کہ میری نظر میں قیامت کا دن مجسم ہو کر رہ گیا ہے۔ اور میں ہر وقت اپنی آنکھوں سے قیامت کو بپا دیکھتا ہوں کہ لوگ حساب کے لئے آمادہ ہیں اور میں ان کے درمیان اپنے آپ کو موجود پاتا ہوں۔ مجھے جنتی لوگ جنت کی نعمات سے لطف اندوز ہوئے نظر آتے ہیں اور جنت کی تکیہ گاہوں پر تکیہ لگائے نظر آتے ہیں۔ اور اہل جہنم کو جہنم کے شعلوں میں فریاد کرتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ یارسولؐ اللہ! دوزخ کے شعلوں کی مہیب آوازیں ہر وقت مجھے سنائی دیتی ہیں۔

حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: ''اللہ نے اس کے دل کو نور ایمان سے منور فرمایا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوان کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اس حال پر اپنے آپ کو ثابت قدم رکھو۔''

جوان نے عرض کی: ''یارسول اللہؐ! آپ میرے لئے شھادت کی دعا فرمائیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے شھادت کی دعا فرمائی، آپ کی دعا قبول ہوئی۔ چند دنوں بعد ایک جنگ میں حارثہ نو افراد کے بعد شہید ہوا۔ [1]

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

2. جوانمردی اور ایمان

ایک روز امام جعفر صادقؑ اپنے اصحاب اور شاگردوں کے حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امامؑ نے دوستوں سے پوچھا: ''تم لوگ فتیٰ یعنی جواں کسے کہتے ہو؟''

ایک شخص نے جواب دیا: ''ہم اسے فتیٰ یعنی جوان اسے کہتے ہیں جو جوان سن ہو۔''

---

[1] اصولِ کافی جلد 3 باب حقیقۃ الایمان

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں ایسی بات نہیں ہے اصحاب کھف بوڑھے تھے لیکن ایمان رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے سورۃ کھف میں انہیں لفظ (فتیۃٌ) سے یاد کیا ہے۔ان کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے ایمان بچانے کے لئے غار میں پناہ لی تھی۔''

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: ''جو شخص خدا پر صحیح ایمان رکھتا ہو اور صاحب تقویٰ ہو وہی شخص جوانمرد ہے۔''[1]

3. ایمان کے درجات

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایمان کے سات حصے ہیں، کسی کے پاس ایک حصہ ہے، کسی کے پاس دو اور کسی کے پاس تین علی ندالقیاس کسی کے پاس سات حصے ہیں۔اسی لیے ایک حصے والے شخص پر دو حصے والے کا بوجھ نہیں لادنا چاہئے اور جس کے پاس دو حصے ہیں اس پر تین حصوں والے کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔

آپ نے اس مسئلے کی وضاحت کے لئے یہ مثال دی۔

''ایک شخص کا ایک ہمسایہ نصرانی تھا۔اس نے نصرانی کو اسلام کی دعوت دی اور اسلام کی خصوصیات اس کے سامنے بیان کیں۔نصرانی بالآخر مسلمان ہو گیا۔

دوسرے دن مسلمان منہ اندھیرے نومسلم نصرانی کے در پر گیا اور دستک دی۔نصرانی نے دروازہ کھولا اور پوچھا: کیا بات ہے؟

مسلمان نے کہا کہ: نماز کا وقت ہے وضو کرو اور مسجد چلو۔''

نومسلم نے وضو کیا اور پرانے مسلمان کے ساتھ مسجد آ گیا۔اس مسلمان نے نماز شب پڑھی اس کی دیکھا دیکھی نومسلم نے بھی نماز شب پڑھی۔پھر نماز فجر کا وقت ہوا۔دونوں نے نماز فجر پڑھی اور سورج نکلنے تک اس نے نومسلم کو مسجد میں بٹھائے رکھا۔

سورج نکلتے ہی نومسلم اٹھنے لگا تو مسلمان نے کہا کہ بھائی دن چھوٹے ہیں گھر جا کر کیا کرو گے؟ بیٹھو کچھ دیر بعد ظہر کا وقت آ جائے گا اور اس اثنا میں تم نوافل پڑھتے رہو۔

نومسلم بے چارہ ظہر تک مسجد میں بیٹھا رہا اور ظہر پڑھ کر نکلنے لگا تو اس پرانے مسلمان نے کہا: ''بھائی ظہر اور عصر کے درمیان فاصلہ ہی کتنا ہے وہ بے چارہ بیٹھ گیا اور عصر کی نماز بھی ادا کی۔اسی طرح سے نماز عشاء تک پرانے مسلمان نے نومسلم کو مسجد میں بٹھائے رکھا۔نماز عشاء کے بعد دونوں اپنے اپنے گھروں کو گئے۔

دوسری صبح مسلمان نے نومسلم کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ بھائی آؤ نماز پڑھنے چلیں۔

تو نصرانی نے کہا: بھائی میں غریب آدمی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔تم کسی نکمے شخص کو جا کر مسلمان بناؤ۔ایسی مسلمانی سے میں نصرانی بہتر ہوں۔[2]

---

[1] حکایتھائی شنیدنی 58/5۔تفسیر نورالثقلین 244/3

[2] نمونہ معارف 479/2۔اصول کافی باب درجات الایمان حدیث 2

4. سعیدابن جُبیر کا ایمان

حضرت سعید بن جُبیر مشہور تابعی تھے۔انہوں نے حضرت علیؑ اور ابن عباس سے کسب فیض حاصل کیا۔اوران کا شمار حضرت امام زین العابدین کے بااعتماد رفقاء میں ہوتا تھا۔حجاج بن یوسف ملعون کا شمار دنیا کے بدترین ظالم حکمرانوں میں ہوتا ہے۔اُس نے اپنے دور میں ہزاروں بار محبانِ علیؑ کو قتل کیا اور لاکھوں افراد کو ناجائز قید کیا۔

دورحجاج کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے دورِستم میں سعیدابن جبیر جیسے سینکڑوں بے گناہ افراد،اس کے ظلم کا نشانہ بنے۔

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے سامنے سعیدابن جبیر کا ذکر چھڑا تو حجاج نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

ایک شامی کی قیادت میں چند افراد ان کو تلاش کر کے وہاں حجاج کے دربار میں لائے۔

حجاج نے سعید سے پوچھا:''تیرا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کیا خیال ہے؟''

حضرت سعید نے فرمایا:''وہ پیغمبر رحمت ہیں''

حجاج نے کہا:''تو ابوبکرؓ وعمرؓ کے متعلق کیا کہتا ہے،کیا وہ جنتی ہیں یا دوزخی ہیں؟''

حضرت سعید نے کہا کہ اگر میں بذات خود جنت یا دوزخ میں سے کسی ایک میں گیا ہوتا تو تجھے ان کی خبر دیتا۔مجھے ان کے انجام کی کیا خبر؟''

حجاج نے کہا:''اگر تو چاہئے تو میں تجھے معاف کرسکتا ہوں۔''

حضرت سعید نے فرمایا:''معافی کی درخواست میں اپنے خدا سے کرونگا۔تجھ جیسے انسان سے میں کبھی معافی نہیں مانگتا۔

حجاج نے کہا: جاؤ اسے قتل کردو۔

سعید موت کے لئے تیار ہوگئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا:

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ ۔۔۔سورۃ انعام 79

یعنی میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا میں سارے علائق دنیا سے کٹ چکا ہوں اور اس کا فرمانبردار ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

حجاج نے کہا:''اس کا چہرہ قبلہ سے موڑ دو۔''

جلاد نے جیسے ہی ان کا چہرہ قبلہ سے موڑا تو انہوں نے یہ آیت پڑھی

فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ ؕ ۔۔۔سورۃ البقرہ 115

یعنی تم جدھر بھی رخ کروگے ادھر خدا کا چہرہ موجود ہے۔''

یہ آیت سن کر حجاج کو اور زیادہ غصہ آیا اور حکم دیا کہ انہیں زمین پر لٹا دیا جائے۔

حضرت سعید جیسے ہی زمین پر لیٹے تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ [1]

ہم نے تمہیں زمین سے بنایا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور پھر اسی سے دوبارہ نکالیں گے۔

حجاج کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی اور کہا: ''بس اب اسے جلدی سے قتل کر دو۔''

حضرت سعید نے کلمہ شھادت پڑھا پھر بارگاہ اقدس میں عرض کی: ''خدایا میرے بعد اسے کسی اور پر مسلط نہ کرنا جلاد نے تلوار چلائی ان کا سر ان کے جسم سے جدا ہوا لیکن اس وقت حاضرین یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان کے کٹے ہوئے سر سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدا بلند ہو رہی تھی۔ حضرت سعید کی بدعا نے حجاج پر اپنا اثر دکھایا، حضرت سعید کی شھادت کے بعد حجاج زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ ملعون بیمار ہوا اور اس پر غشی کے دورے پڑتے تھے اور اس بے ہوشی کے عالم میں بڑبڑاتا تھا: ''مالی ولسعید'' یعنی میرا سعید کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟'' [2]

5. ایمان سلمان فارسی

حضرت سلمان فارسیؓ ایمان کے دسویں درجے پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلمانؓ کو علم المنایا والبلایا عطا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب بھی جبرئیل امینؑ نازل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں خداوند تعالیٰ سلیمان کو سلام دیتے ہیں۔

ایک دن حضرت سلمان اور حضرت ابوذر اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے اور درمیان میں ایک دیگچی آگ پر چڑھی ہوئی تھی۔ اور جوش مار رہی تھی۔ اچانک وہ دیگچی پتھروں سے نیچے گری لیکن اس میں سے ایک دانہ بھی باہر نہ آیا۔ حضرت سلیمان نے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑا کر دوبارہ پتھروں پر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دیگچی پھر دوبارہ الٹ گئی مگر اس دفعہ بھی اس میں سے کچھ باہر نہ نکلا۔ حضرت سلیمان نے خالی ہاتھوں سے اسے پکڑ کر دوبارہ پتھروں پر رکھ دیا۔ حضرت ابوذر یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور وہاں سے اُٹھ کر سیدھے سرکار امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور تمام ماجرا آپ کو سنایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ''ابوذر! جو کچھ سلمان جانتا ہے اگر وہ اپنا تمام علم تمہارے سامنے بیان کر دے تو تم کہو گے کہ اللہ سلمقن کے قاتل پر رحم فرمائے۔

یاد رکھو سلمان اللہ کا دروازہ ہے۔ جس نے اسے پہچانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ سلمان ہم اہل بیت علھم السلام میں سے ہے۔'' [3]

---

[1] طٰہٰ/55

[2] داستانھای ما2/45-39

[3] منتھی الامال 1/114

باب نمبر 14

برادری

قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَۃ۔"

تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔[1]

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"علیك باخوانِ الصدق فانهم عُدَّه عند الرخاء وجُنَّة عند البلا۔"

"سچے بھائی تلاش کرو ایسے لوگ پریشانی کے وقت تمہارے لئے ذخیرہ ثابت ہوں گے اور آزمائش کے وقت تمہارے لئے ڈھال ثابت ہوں گے۔"[2]

مختصر تشریح

تمام انسانوں کے لئے دوستی اور رفاقت بہت ضروری ہے۔ اگر کسی انسان کو سچے دینی دوست میسر آتے ہیں تو یہ بھی نعمت خداوندی ہے۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تمام انبیاء کو بعثت کے وقت خدا نے مخلص دوست اور خیر خواہ عطا کئے تھے۔

یہ واضح دلیل ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے بعد اللہ تعالیٰ کی محبت سے بڑی نعمت صالح دوست ہیں جو خدا کے لئے آپ سے محبت کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو صرف کھانے کی غرض سے آپ سے دوستی جتائیں جن کا مقصد دنیاداری کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہو ایسے دوستوں سے باز رہنا چاہئے۔

اور یاد رکھیں دینی اور بامعرفت بھائی اگر چہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں بے معرفت دوستوں سے زیادہ فائدہ

---

[1] سورۃ حجرات آیت نمبر 10

[2] بحارالانوار 251/78

مند ہوتے ہیں۔

1. جن برادرانس

امام محمد باقرؑ ارشادفرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت سفر پر گئی۔ اتفاق سے راستہ بھٹک گئے۔راستے میں انہیں سخت پیاس محسوس ہوئی۔

اُن کویقین ہوگیا کہ پیاس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوجائے گی۔انہوں نے اپنے اپنے کفن پہن لئے۔اور ایک درخت کی جڑیں چوسنے لگے شاید کچھ نہ کچھ پیاس میں کمی آئے۔

اتنے میں سفید لباس پہنے ہوئے وہاں ایک بوڑھا شخص آیا اور کہا کہ بھائیو اُٹھو تمہارے لئے کوئی پریشانی نہیں ہے میں تمہارے لئے پانی لایا ہوں۔سب اُٹھے اور سب نے پانی پیا۔اور کہنے لگے بزرگ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ کون ہیں؟

اس بوڑھے شخص نے جواب دیا:''میرا تعلق قوم جنات سے ہے۔اور ہم نے رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی تھی۔میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ مومن مومن کا بھائی ہے۔مومن مومن کے لئے آنکھ ہوتا ہے۔مومن مومن کا رہنما ہوتا ہے۔اسی لئے میرے ہوتے ہوئے آپ پیاس سے نہیں مرسکتے تھے۔''[1]

2. بھائیوں کی صفات

''محمد بن عجلان'' بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں پر ایک شخص آیا اس نے امام کوسلام کیا۔امامؑ نے اس سے پوچھا:''تمہارے دینی بھائیوں کا کیا حال ہے؟''

اس نے اپنے علاقے کے لوگوں کی خوب تعریف کی۔امامؑ نے اس سے پوچھا:''کیا وہاں کے دولت مند لوگ غرباء کی عیادت بھی کیا کرتے ہیں؟''

اس نے عرض کیا؛''بہت کم''

آپؑ نے پھر پوچھا: ''کیا وہاں کے دولت مند فقراء کی خبر گیری بھی کرتے ہیں؟''

اس نے عرض کیا:''وہ بھی بہت کم۔''

آپ نے پھر اس سے پوچھا:''کیا وہاں کے تونگر افراد وہاں کے مفلس افراد کی مدد کیا کرتے ہیں؟''

اس نے عرض کیا:''آپؑ جن صفات واخلاق کا ذکر کررہے ہیں۔یہ صفات واخلاق ہمارے لوگوں میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔آپ نے فرمایا:''اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو ہمارے شیعہ کیونکر سمجھتے ہیں جب کہ وہ غرباء اور مساکین کے ساتھ

---

[1] اصول کافی ج2، باب اخوۃ المومنین10

تعاون کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔''[1]

3. بھائی کے دروازے پر کھڑا ہوا شخص

امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے دینی بھائی کے دروازہ پر کھڑا تھا کہ وہاں سے ایک فرشتے کا گزر ہوا۔

فرشتے نے اس شخص سے پوچھا: ''یہاں پر کیوں کھڑے ہوئے ہو؟''

اس شخص نے جواب دیا: ''یہ میرے بھائی کا گھر ہے میں اسے سلام کرنے کی نیت سے آیا ہوں۔

فرشتہ نے پھر اس سے پوچھا: ''کیا وہ شخص تمہارا کوئی رشتہ دار ہے یا تجھے اس سے کوئی مطلب ہے جو تو اسے سلام کرنے کے لئے آیا ہے؟''

اس شخص نے جواب میں کہا کہ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے صرف وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے اور میں بھی مسلمان ہوں میں صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس پر سلام کرتا ہوں۔

فرشتے نے کہا: ''مَیں خدا کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ پر سلامتی بھیج رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ''اے میرے بندے تو میرے دیدار کے لئے آیا اور تو نے اسلامی برادری کو تحفظ دیا ہے جس کی وجہ سے میں نے تجھ پر جنت واجب کردی اور تجھ پر آتشِ دوزخ کو حرام قرار دے دیا۔[2]

4. والی کا مومن کو خوش کرنا

شہر رے کا ایک مومن بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی کی طرف سے ایک شخص ہمارے شہر کا والی بن کر آیا۔ مجھے حکومت کا خراج اور واجبات اس قدر دینا تھا۔ اگر مجھ سے تمام واجبات وصول کئے جاتے تو میں مفلس ہو جاتا۔ مجھے ہر وقت یہی اندیشہ ستاتا تھا کہ اب میری باری آنے والی ہے۔ مجھے بعض دوستوں سے معلوم ہوا کہ والی شہر شیعہ ہے مگر میری ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس سے ملاقات کروں۔ کیونکہ میں ڈرتا تھا ممکن ہے کہ وہ شیعہ نہ ہو اور مجھے قید کر کے جیل بھیج دے۔

میں نے دل میں سوچا مجھے اپنے خدا سے پناہ مانگنی چاہئے اور امام زمانہؑ سے توسل کرنا چاہئے۔

یہ سوچ کر میں حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ چلا گیا اور حرم میں میری ملاقات امامِ صابر حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوئی۔

---

[1] اصولِ کافی ج3، باب حق المومنین علی اخیہ ج10

[2] نمونہ معارف 81/1۔ جامع الاخبار ص۔118

مَیں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بے نوائی اور سرکاری واجبات کا تذکرہ کیا اور آپؑ سے چارہ سازی کی درخواست کی۔

امام علیہ السلام نے والی کے نام ایک رقعہ تحریر کر کے مجھے دیا اور فرمایا کہ میرا یہ رقعہ والی تک پہچانا۔ اس رقعہ میں آپ نے صرف یہ سطریں تحریر فرمائیں۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم

جان لو کہ عرش کے نیچے اللہ نے سایہ رحمت قائم کیا ہے اس میں صرف وہی رہ سکتا ہے جس نے اپنے بھائی سے نیکی کی ہو یا اس سے تکلیف ہٹائی ہو یا اس کے دل میں خوشی داخل کی ہو۔ یہ تمہارا بھائی ہے۔'' والسلام

میں حج سے فراغت پا کر اپنے گھر پہنچا اور ایک رات امام عالی مقام کا خط لے کر اس کے گھر گیا اور اس کے ملازمین سے کہا کہ والی سے کہو کہ کی طرف سے ایک قاصد تمہیں ملنے آیا ہے۔

ملازمین نے جیسے ہی جا کر میرے متعلق بتایا تو وہ پابرہنہ دوڑتا ہوا دروازے پر آیا اور مجھے گلے لگا کر میرا منہ چومنے لگا۔ اور بار بار میری پیشانی کو چومتا رہا۔

پھر مجھے اپنے گھر لے گیا۔ صدر مجلس میں مجھے بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ اور مجھ سے امامؑ کی خیریت دریافت کرنے لگا۔ میں نے جیسے جیسے اس کو امام کی خیریت کی اطلاع دیتا گیا۔ اس کا چہرہ پھول کی طرح کھلتا گیا۔ پھر میں نے امام علیہ السلام کا خط اسے دیا۔ اس نے بار بار امام کے خط کو بوسے دیئے اور خط پڑھا۔ پھر نوکر کو صدا دی کہ تمام پوشاکیں لاؤ۔ نوکر اس کی تمام پوشاکیں لایا تو اس نے آدھی مجھے دیں اور آدھی پوشاکیں اپنے پاس رکھیں اور اس کے گھر میں جتنے درہم و دینار تھے اس نے سب میرے اور اپنے درمیان برابر تقسیم کیے۔ اور جو اشیاء قابل تقسیم تھیں۔ ان کی آدھی قیمت میرے حوالے کی اور واجباب سرکاری کا رجسٹر منگا کر میرے تمام واجبات معاف کر دیئے اور مجھے معافی کی تحریر لکھ دی۔ آخر میں مجھ سے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں خوش کیا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے مجھے بہت خوش کر دیا۔

میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ اور دل میں سوچا کہ والی کی نیکی کا میں کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ بہتر ہے کہ اس کے لئے حج کروں اور امام علیہ السلام سے اس کے حق میں دعا کراؤں۔

اگلے سال میں پھر حج کے لئے روانہ ہوا اور امام علیہ السلام سے ملاقات کی میں نے والی رے کی پوری داستان آپ کے گوش گزار کی۔ امام علیہ السلام اس کے حسن سلوک کو سن کر بے حد خوش ہوئے۔

میں نے امام علیہ السلام سے پوچھا: ''خدا کی قسم اس نے مجھے خوش کیا، تیرے جد نامدار امیر المومنین علی علیہ السلام کو خوش کیا، پروردگار کی قسم اس نے میرے نانا رسول مقبول کو خوش کیا، اس نے رب العزت کو بھی خوش کیا۔ [1]

---

[1] ندتاریخ 47/2۔ بحارالانوار ج۔11۔ احوال موسیٰ بن جعفر علیہما السلام

5. حضرت علیؑ رسولِ خدا کے بھائی ہیں

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ آنے کے پانچ یا چھے ماہ بعد انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کو آپس میں بھائی بھائی قرار دے کر عقدِ مواخات کا اہم کام سرانجام دیا۔

عبداللہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت

"انما المومنون اخوۃ"

نازل ہوئی تو رسولِ خدا نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔

جتنی جتنی جس کی عادتیں ملتی تھیں ان دونوں کو آپس میں بھائی بنا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ کا بھائی اور حضرت عثمانؓ کو عبدالرحمانؓ کا بھائی قرار دیا۔

امیرالمومنینؑ مٹی پر سوئے ہوئے تھے۔ پیغمبر خداؐ تشریف لائے اور کہا کہ ابوتراب کھڑے ہو جاؤ میں نے کسی کو تمہارا بھائی نہیں بنایا۔ میں نے تجھے اپنے لئے بچا لیا ہے۔ خدا کی قسم دنیا اور آخرت میں تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ [1]

---

[1] نمونہ معارف 82/1۔ کشف الغمہ۔ تفسیر البرھان

باب نمبر 15

بے نیازی

ارشادخداوندِ کریم ہے:

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ

(اے رسول) آپ اس سامان عیش کی طرف ہرگز نگاہ نہ اٹھائیں جو ہم نے ان (کافروں) کو عطا کیا ہے۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

شرف المومن قیام اللیل وعزہ استغناؤہ عن الناس۔

مومن کا شرف نمازِ میں ہے اور اس اس کی عزت اس میں مضمر ہے کہ لوگوں سے بے نیاز رہے۔[2]

مختصر تشریح

طمع ایک انتہائی بری صفت ہے اور اس کی ضد بے نیازی ہے۔عرف عام میں کہا جائے کہ فلاں شخص بے نیاز ہے تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس دولت ہے اس لئے بے نیاز ہے۔حالانکہ حقیقی بے نیاز وہ ہے جو اپنے نفس کو لوگوں کی دولت سے مستغنیٰ رکھے اور لوگوں کے مال ومتاع پر اپنی نگاہیں نہ رکھے۔

مخلوق سے جو شخص بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اس کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔اور ایسا شخص خدا پر بھروسہ رکھتا ہے اور یہی بھروسا اس کے لئے بہترین سرمایہ ہوتا ہے۔

دوسروں سے سوال اور گدائی کی سخت مذمت وارد ہوئی ہے۔چونکہ سوال کرنے کی وجہ سے انسان کی عزت نفس میں کمی واقع ہوتی ہے اور انسان ہمیشہ فقر کا قیدی بن کر رہ جاتا ہے۔اور خدا کی طرف بھی انسان کا اشتیاق کم ہوجاتا ہے۔

---

[1] سورۃ حجر آیت 88

[2] جامع السعادت 108/2

1. پیغمبر اکرمؐ کا درس

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک صحابی مالی پریشانی کا شکار ہوا اور اخراجات کے لئے وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کریم اور سخی ہیں۔تم ان کی خدمت میں جاؤ اور اپنی غربت کی داستان سناؤ مجھے یقین ہے آپؐ ہماری ضرور مدد کریں گے۔

بیوی کا مشورہ سن کر صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا۔اس وقت رسولِ خدا منبر پر تشریف فرما تھے اور آپؐ نے فرمایا: ''سئلنا اعطیناہ ومن استغنیٰ اغناہ اللہ ''جو ہم سے سوال کرے گا ہم اسے عطا کریں گے اور جو اپنی شرافت نفس کی وجہ سے سوال کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنی بنا دے گا۔

صحابی نے آپؐ کے یہ الفاظ سنے تو آپؐ کے یہ الفاظ اسے اپنے سینہ میں اترتے ہوئے محسوس ہوئے اور اس نے اپنے ذہن میں کہا کہ حضور کریم کے ان الفاظ کا روئے سخن میری طرف ہے صحابی اپنے گھر آیا بیوی نے پوچھا کہ تم نے حضورؐ سے سوال کیا تھا؟ صحابی نے بتایا: میرا ارادہ سوال کرنے کا تھا۔لیکن میرے سوال کرنے سے پہلے رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا کہ جو ہم سے سوال کریگا ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنی کر دے گا اور مجھے یقین ہے کہ حضورؐ نے یہ الفاظ میرے لئے ہی کہے تھے۔

بیوی نے کہا:''نہیں ایسی کوئی بات نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انسان ہیں۔انہوں نے عمومی انداز میں یہ الفاظ کہے ہوں گے تم اس کے مخاطب نہ تھے۔

تمہیں حضور اکرم کے پاس جا کر اپنی غربت کی داستان سنانی چاہئے۔دوسرے دن صحابی پھر دربار نبوت میں حاضر ہوا اور رسول اللہؐ نے خطبہ کے دوران ارشاد فرمایا:''جو ہم سے سوال کرے گا تو ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال سے گریز کرے تو اللہ اسے غنی کر دے گا۔

صحابی نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے تو اسے یقین ہو گیا کہ آپؐ اسی سے ہی مخاطب ہیں صحابی کو آپؐ سے سوال کرتے ہوئے کچھ شرم محسوس ہوئی اور مسجد سے اُٹھ کر اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور اس سے کلہاڑی مانگی۔کلہاڑی لے کر جنگل میں چلا گیا۔اور سارا دن لکڑیاں کاٹتا رہا۔شام کے وقت لکڑیاں بازار میں فروخت کیں۔تو اجرت کے طور پر اسے چند درہم ملے اس نے گھر کے لئے آٹا خریدا اور گھر چلا گیا۔

پھر دوسرے دن علی الصبح اُٹھ کر جنگل میں گیا اور پہلے سے زیادہ مقدار میں لکڑیاں کاٹیں اور بازار میں فروخت کیں۔ اسی طرح سے چند دن بعد اس نے اپنی کلہاڑی خریدی اور آہستہ آہستہ اس کی دولت میں بھی اضافہ ہونے لگا اور چند ماہ بعد اس نے ایک غلام اور دو اونٹ خرید لئے اور یوں زیادہ لکڑیاں بازار میں فروخت کرنے لگا۔اور اس کی مالی حالت بھی پہلے سے بہتر

ہوگئی۔ پھرایک دن رسول اللہ کے پاس جا کر اپنی پوری روئیداد سنائی۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''من سأَلنا اعطیناہ ومن استغنیٰ اغناہ اللہ'' ہم سے جو سوال کرے گا تو ہم اسے عطا کریں گے اور جو سوال کرنے سے گریز کرے گا تو اللہ اسے غنیٰ کر دے گا۔''[1]

2. سکندر اور دیوژن

جب سکندر کو یونان کا حکمران منتخب کیا گیا تو تمام طبقات کے لوگ اس کو مبارک باد دینے کے لئے گئے مگر یونان کا مشہور فلسفی دیوژن اس کے پاس نہ گیا۔

دیوژن ایک قناعت پسند، آزاد منش اور لوگوں سے طمع نہ رکھنے والا شخص تھا۔ سکندر اس سے ملنے خود اس کے پاس گیا۔

اس وقت وہ دھوپ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ زیادہ لوگ اس کے پاس آئے ہیں تو وہ تھوڑا اٹھا اور آنکھیں اٹھا کر سکندر کو دیکھا جو اس وقت جلالِ بادشاہی میں آ رہا تھا۔ لیکن اس نے سکندر اور عام انسانوں میں کوئی فرق نہ کیا۔ پوری بے نیازی اور بے اعتنائی کا ثبوت دیتا رہا۔

سکندر نے اسے سلام کیا اور کہا کہ اگر کوئی خواہش ہو تو مجھ سے بیان کرو۔ دیوژن نے اسے جواب دیا: ''میں دھوپ سے استفادہ کرنا چاہتا ہوں اور آپ دھوپ میں میرے سامنے کھڑے ہو گئے۔ بس آپ ایک طرف ہو جائیں۔

سکندر کے ساتھیوں کو یہ جواب انتہائی بے وقوفوں سا لگا۔ انہوں نے یہ سوچا کہ یہ بے وقوف ہے جس نے اتنے خوبصورت موقع سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔

سکندر نے اپنے آپ کو دیوژن کے استغناء نفس کے سامنے انتہائی حقیر تصور کیا۔ اور بہت زیادہ سوچ و بچار پر مجبور ہو گیا۔

واپسی پر سکندر نے دیکھا کہ اس کے ساتھی دیوژن پر ہنس رہے تھے۔

سکندر نے کہا: ''ایسی بات نہیں ہے اگر آج میں سکندر نہ ہوتا تو دیوژن ہوتا۔''[2]

3. محمد بن منکدر کا اعتراض

محمد ابن منکدر ایک صوفی گزرے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ملاقات امام محمد باقر علیہ السلام سے ہوئی۔ میں نے سوچا کہ میں انہیں کوئی پند و نصیحت کروں تو انہوں نے مجھے ہی نصیحت کر دی۔

اس سے پوچھا گیا کہ امامؑ نے تجھے کیا نصیحت کی؟

---

[1] پند تاریخ 139/2 ۔ وافی جلد 1398/2

[2] روایتھا و حکایتھا ص 39۔ داستانھای پراکندہ 66/2

محمد ابن منکدر نے جواب دیا: ''شدید گرمی کے دن تھے۔ میں شہر کے باہر گیا، میں نے دیکھا کہ محمد باقر علیہ السلام دو غلاموں کا سہارا لے کر آرہے تھے۔

ویسے بھی آپؑ بھاری وجود کے مالک تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ عجیب بات ہے قریش کے بزرگ ترین فرد اس گرمی کے اندر طلب دنیا میں مصروف ہیں۔ آج یہ اچھا موقع ہے میں انہیں پند ونصیحت کرونگا۔

میں نے انہیں سلام کیا۔ آپؑ نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اس وقت آپؑ پسنے میں شرابور تھے۔ میں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ آپؑ کے معاملات کی اصلاح کرے آپؑ اس عالم میں بھی رزق روزی میں غلطان دکھائی دیتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ اس عالم میں آپؑ پر موت واقع ہوگئی تو آپؑ کا کیا حال ہوگیا؟

امام علیہ السلام نے غلاموں کے کندھوں سے ہاتھ اٹھالئے اور فرمایا:

''اگر اس عالم میں مجھ پر موت آگئی تو میں اطاعت خدا میں مصروف ہوں کیونکہ میں نے اپنی حاجات کو اپنے تک محدود رکھا ہے۔ تجھ جیسے لوگوں تک میں نے اپنی حاجات کو نہیں آنے دیا۔ مجھے موت کی پریشانی تب ہوتی اگر میں خدا کی معصیت میں مصروف ہوتا۔''

محمد ابن منکدر کہتا ہے اس کے جواب میں میں نے کہا: ''اللہ آپؑ پر رحم کرے میں آپؑ کو نصیحت کرنے آیا تھا۔ اور آپؑ نے مجھے ہی نصیحت کردی۔ [1]

ابوعلی سینا

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ الرئیس ابوعلی سینا ایک دن وزارت خانے کے آگے سے گزر رہے تھے انہوں نے ایک خاکروب کو دیکھا جو اپنے متعفن ماحول میں اپنا کام کررہا تھا اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

گرای واشتم ای نفس از آنت
کہ آسان بگذرد بردل جھانت

اے نفس میں نے تجھے ہر ذلت سے دور رکھا ہے تا کہ دل کے اوپر جتنے بھی جہاں گزرتے ہیں آسانی سے گزر سکیں۔

ابوعلی سینا کہتے ہیں میں نے یہ شعر سنا اور اس کی حالت کو دیکھا تو مسکرا اٹھا اور میں نے اس سے کہا واقعی تو نے اپنے نفس کو بڑی عزت دی ہے اور اس طرح کی پست ملازمت کررہے ہو۔ تو خاکروب نے اپنا کام روک کر میری طرف دیکھا اور کہا: پست کام کر کے روٹی کھاتا ہوں تا کہ شیخ الرئیس (ابوعلی سینا) کے احسان تلے نہ دب جاؤں۔ [2]

---

[1] منتھی الامال 91/2

[2] نمونہ معارف 162/1۔ نامہ دانشوران۔

5. عبداللہ ابن مسعود کی بے نیازی

حضرت عبداللہ ابن مسعود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معتبر صحابی تھے آپؓ انتہائی باوقار اور غیور انسان تھے۔

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں وہ بیمار ہوئے اور اس بیماری کی وجہ سے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔

خلیفہ سوئم اُن کی عیادت کے لئے گئے۔ دیکھا کہ وہ کافی پریشان حال ہیں۔ خلیفہ نے پوچھا: ''ابن مسعود کس وجہ سے پریشان ہو؟''

عبداللہ نے جواب دیا: ''اپنے گناہوں کی وجہ سے۔''

خلیفہ نے کہا: ''میرے لئے کوئی خدمت؟''

عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا: ''میں اس وقت اللہ کی رحمت کا مشتاق ہوں۔''

خلیفہ نے کہا: ''اگر آپؓ کہتے ہیں تو میں کسی طبیب کو بلاؤں۔''

عبداللہ ابن مسعود نے جواب دیا: ''حقیقی طبیب نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔''

خلیفہ نے کہا: ''اگر آپؓ چاہیں تو میں بیت المال سے آپ کے لئے وظیفہ مقرر کر دیتا ہوں۔''

عبداللہ ابن مسعود نے جواب دیا: ''جب مجھے ضرورت تھی تب تم نے مجھے کچھ نہ دیا اب مجھے ضرورت نہیں ہے۔''

خلیفہ نے کہا: ''کوئی بات نہیں یہ عطا اور بخشش تمہاری بیٹیوں کے کام آئے گی۔''

ابن مسعود نے جواب دیا: ''میری بیٹیوں کو اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے انہیں ''سورۃ واقعہ'' کی تعلیم دے دی ہے اور میں نے رسولِ پاک سے سنا تھا کہ جو شخص ہر رات ''سورہ واقعہ'' پڑھے گا وہ کبھی بھی غریب نہیں ہوگا۔[1]

---

[1] داستانھا و پندھا 112/7۔ مجمع البیان 211/9

باب نمبر16
بُخل

ارشادِ خداوندی ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾

(وہ لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں) جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں عطا کیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت آمیز سزا مہیا کر رکھی ہے۔[1]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے۔

"جاهل سخي أحب إلى الله من عابد بخيل"

"سخاوت کرنے والا جاہل خدا کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے"[2]

مختصر تشریح

بخل دنیا پرستی کا مظہر ہے۔ بخل کی وجہ سے انسان دوسرے انسانوں کو مال ومتاع دینے سے ڈرتا ہے۔

ابلیس کے مختلف جالوں میں سے ایک جال کا نام بخل ہے۔ یہ بخل انسان کو بہت سی خوبیوں سے روکتا ہے۔ بخیل آدمی انفاق فی سبیل اللہ سے بھی ڈرتا ہے۔ بخیل کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔ اس لئے معصوم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ بخیل آدمی کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ بخل کی صفت انتہائی قابل نفرت ہے۔ بخیل آدمی اگر کسی کو خرچ کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو پریشان ہوجاتا ہے۔

بخیل ہمیشہ اپنے خاندان والوں پر سختی کرتا ہے اور اسے یہ بات کبھی بھی پسند نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے پاس مہمان بن کر رہے۔ وہ کبھی دوسروں کا مہمان بننا بھی پسند نہیں کرتا ہے اس لئے کہ اگر وہ آج کسی کا مہمان ہوگا تو کل لوگ اس کے مہمان

---

[1] سورۃ النساء آیت 37

[2] جامع السعادت 110/2

ہوں گے۔ وہ شخص کبھی بھی سخت لوگوں سے دوستی نہیں کرتا اسی لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ''رسولِ خدا ہمیشہ بخل کی صفت سے خدا سے پناہ مانگتے تھے۔''[1]

1. بخیل کا گناہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رحمت عالم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھے۔ آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص نے غلاف کعبہ کو تھاما ہوا تھا اور کہہ رہا تھا۔ ''خدایا تجھے تیرے اس باعظمت گھر کی قسم دیتا ہوں کہ میرا گناہ معاف فرمایا۔''

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''تونے کونسا گناہ کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا: کہ حضور میرا گناہ بڑا ہے۔''

آپؐ نے فرمایا: ''آخر تو اللہ کی رحمت سے اتنا مایوس کیوں ہے؟''

کیا تیرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے؟''

اس کی عرض کی: ''جی ہاں! میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔''

آپؐ نے فرمایا: ''تو کیا تیرا گناہ اس زمین کے وزن سے بھی زیادہ ہے؟''

اس نے کہا: ''جی ہاں یارسول اللہؐ۔''

پھر آپؐ نے فرمایا: ''تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان بڑا ہے؟''

اس نے کہا: ''میرا گناہ آسمانوں سے بھی بڑا ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا: ''تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش بڑا ہے؟''

اس نے کہا: ''جی ہاں! میرا گناہ عرش سے بھی بڑا ہے۔''

پھر آپؐ نے فرمایا: ''اچھا یہ بتا (ذنبک اعظم ام اللہ) تیرا گناہ بڑا ہے یا خدا بڑا ہے؟''

اس نے کہا: ''خدا بڑا ہے۔''

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے گناہ کے متعلق بیان کرو۔''

اس نے کہا: ''یارسول اللہ! میں دولت مند انسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ عطا کیا ہے۔ جب کوئی سائل مجھ سے سوال کرتا ہے تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ میں سائل کو قتل کر ڈالوں۔''

یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ''مجھ سے دور ہو جا۔ اپنے ساتھ مجھے آگ میں مت جلا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے

---

[1] احیاء القلوب ص96

ساتھ مبعوث کیا۔اگرتواس بخل کی وصف کے ساتھ رکن ومقام کے درمیان دو ہزار سال تک نماز پڑھے۔اورخوف خدامیں تواتنا روئے کہ تیری آنکھیں چشمہ کی صورت بن جائیں اوران سے درخت سیراب ہوجائیں تواس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا۔تجھے سر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔''

کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ''(سورہ محمد آیت 38)''جو بخل کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی بخل کرتا ہے۔''

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:''شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ''(سورہ حشر آیت۔9)

جنہیں ان کے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ کر دیا جائے تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔[1]

2. منصور دوانیقی کا بخل

منصور دوانیقی بنوعباس کا دوسرا خلیفہ گزرا ہے وہ کنجوس اور بخل میں اپنی مثال آپ تھا۔

جب کوئی شاعر یا ادیب منصور کے سامنے انعام کی لالچ میں کوئی قصیدہ یا کلام سنانے جاتا تو وہ پہلے شاعر سے کہتا تھا:''دیکھو تم جو اشعار مجھے سنانے آئے ہو اگر ثابت ہوگیا کہ یہ اشعار اگر کسی نے پہلے یاد کئے ہوئے ہیں یا کسی اور شاعر کا کلام ہوا تو تجھے میری طرف سے کوئی انعام نہیں ملے گا۔''

اگر شاعر کا قصیدہ یا کلام اپنا ہوتا تو وہ اس کے دیوان کے وزن کے مطابق اسے تحفے تحائف دیتا تھا۔ذاتی طور پر منصور دوانیقی بہت اچھے حافظہ کا مالک تھا۔جیسے ہی کوئی شاعر کوئی شعر سناتا تو اسی وقت ہی شاعر کو وہی شعر سنا دیتا تھا۔اس کے پاس ایک غلام تھا اس کا بھی حافظہ بہت تیز تھا۔شعر سننے کے بعد منصور دوانیقی اسی شاعر سے کہہ دیتا یہ تو نے کونسا شعر پڑھا ہے یہ شعر مجھے پہلے سے یاد تھے حد یہ ہے کہ شعر میرے غلام کو بھی یاد ہے۔غلام اسی وقت وہ اشعار سنا دیتا تھا۔منصور کے پاس ایک کنیز تھی جو کہ پردے کے پیچھے کھڑی رہتی وہ بھی اشعار یاد کر لیتی تھی۔جب غلام شعر سنا دیتا تو منصور کہتا یہ تو میری کنیز کو بھی یاد ہے جو پردہ کے پیچھے ہے وہ اشارہ کرتا وہ کنیز باہر آجاتی وہ بھی وہ نظم سنا دیتی تھی۔اور یوں شاعر کو تعجب ہوتا اور وہ خالی ہاتھ لوٹ جاتا تھا۔

اسی زمانے میں وہاں ایک شاعر تھا جس کا نام''اصمعی''تھا وہ بہت بڑا ادیب تھا اور اسے منصور کی چالاکیوں کا بھی علم تھا۔

اس نے کچھ ایسے اشعار لکھے جس میں اس نے سخت کلمات اور غامض جملے استعمال کیے اور انہی کو پتھر کے ایک ستون پر لکھا۔لباس تبدیل کیا بدوؤں کی شکل بنا کر اپنے چہرے کو ڈھانپ دیا جس میں سے اس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں بادشاہ کے دربار میں آیا۔

اور اس نے پردیسوں کے لب و لہجے میں کہا:''جناب عالی!میں نے چند اشعار لکھے ہیں اور آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔''

---

[1] جامع السعادت 110/2۔علم اخلاق اسلامی 154/2

منصور نے اسے اپنی شرائط سے آگاہ کر دیا۔

اس نے وہ اشعار پڑھے۔اُن اشعار کو منصور، اس کا غلام اور کنیز اپنے تمام تر حافظہ کے باوجود یاد نہ کر سکے۔

منصور اُس سے کہنے لگا: ''اے برادرِ عرب لگتا ہے یہ اشعار آپ کے اپنے ہیں لاؤ اپنا دیوان لاؤ۔اس کا وزن کیا جائے گا اور وزن کے مطابق ہی کوئی تحفہ آپ کو دیا جائے گا۔

''اصمعی'' نے کہا: ''جناب میرے پاس کاغذ موجود نہیں تھے یہ اشعار میں نے پتھر کے ستوں پر تحریر کیے ہیں جو کہ اس وقت میرے اونٹ کی پشت پر رکھا ہوا ہے۔

منصور پریشان ہوا اور سوچنے لگا اگر اس کے وزن کے مطابق بھی مجھے دینا پڑ جائے تو میرا تو سارا خزانہ ختم ہو جائے گا اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔بہرحال منصور سمجھ گیا اور چیخ کر کہا: ''عرب کیا تو مجھے دھوکہ دے رہا ہے کیا تو ''اصمعی'' تو نہیں؟''

اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تو وہ واقعی اصمعی ہی تھا۔[1]

3. عرب کے مشہور بخیل

بیان کیا جاتا ہے کہ عرب میں چار بخیل بہت مشہور گزرے ہیں پہلا بخیل ''حطیہ'' تھا جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ عصا لے کر گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔وہاں سے ایک آدمی گزرا۔اس نے کہا ''حطیہ'' آج میں تیرا مہمان ہوں۔''حطیہ'' نے عصا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ہاں میں نے یہ مہمانوں کی خدمت کے لئے رکھا ہوا ہے۔

دوسرا بخیل ''حمید ارقط'' تھا اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے اس نے ایک دفعہ کچھ لوگوں کو مہمان بنایا اور اس نے ان کو کھجوریں پیش کیں۔جب مہمان کھجوریں کھا چکے تو اس نے مہمانوں کی سرزنش کی کہ تمہیں حیا نہیں آتی تم نے میرے کھجوریں کھالی ہیں۔

تیسرے بخیل کا نام ''ابواسود دئلی'' ہے اس نے ایک فقیر کو ایک خرما کا دانہ دیا۔فقیر نے اسے دعا دیتے ہوئے کہا کہ خدا تجھے اس کے بدلے ایک جنت کا خرما عطا کرے گا۔تو ''ابواسود'' کہنے لگا کہ اگر اسی طرح میں غریبوں کو دیتا رہا تو میں خود غریب ہو جاؤں گا۔

چوتھے بخیل کا نام ''خالد بن صفوان'' تھا۔بیان کیا جاتا ہے کہ جب کبھی اس کے ہاتھ کوئی درہم آتا تو وہ بڑے پیار سے درہم سے بات کر کے کہتا: ''تو آج تک بہت گردش کرتا رہا۔لوگوں نے تجھے آرام سے بیٹھنے نہ دیا پتہ نہیں کتنے ہاتھوں سے ہو کر تو مجھے ملا ہے اب تیرا سفر ختم ہو گیا میں تجھے صندوق میں رکھوں گا وہاں جا کر تو مکمل آرام کرے گا۔'' وہ اسے صندوق میں رکھ کر تالا لگا دیتا تھا۔کسی نے اس سے کہا کہ تمہارے پاس کافی دولت ہے اس میں سے کچھ اللہ کے نام میں خرچ کرو اس کے جواب میں وہ کہتا

---

[1] داستانھای ما/102-2 اعلام الناس ص52

دنیامیں اور بھی خرچ کرنے والے موجود ہیں۔[1]

4. ثعلبہ بن حاطب کا بخل

ثعلبہ بن حاطب انصاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ﷺ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے وسیع رزق عطا فرمائے۔''

آپؐ نے فرمایا: ''ثعلبہ انسان جتنے رزق کا شکر ادا کر سکے اس کے لئے رزق کی وہی مقدار ہی بہتر ہوتی ہے۔ انسان کو اس رزق کا سوال نہیں کرنا چاہئے جس کا شکر ادا نہ کر سکے اور جس کے حقوق ادا نہ کئے جا سکیں۔''

اس وقت ثعلبہ چلا گیا چند دنوں کے بعد دوبارہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست آپ کے سامنے دہرائی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ تلقین کی اور فرمایا کہ زیادہ مال و دولت بہتر ہوتی تو میرے پاس سونے اور چاندی کے پہاڑ ہوتے لیکن تم خود دیکھ رہے ہو کہ میرے گھر میں اکثر اوقات فاقہ رہتا ہے۔

ثعلبہ آپ ﷺ کی باتیں سن کر چلا گیا۔ چند دن گزار کر پھر آپ ﷺ کے کاشانہ ونبوت پر حاضر ہوا اور وہی پرانی درخواست دہرائی اور کہا: ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اللہ نے مجھے دولت دی تو میں ہر حقدار کو اس کا حق دونگا۔''

جناب رسول خدا ﷺ نے ثعلبہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''خدایا! ثعلبہ کو مال و دولت عنایت فرما۔''

ثعلبہ کے پاس چند بھیڑیں تھیں، قدرتِ خداوندی سے ان میں اتنی افزائش ہوئی کہ چند دنوں میں ایک بڑا ریوڑ بن گیا۔ ثعلبہ ریوڑ کو لے کر جنگل میں چلا جاتا۔

اس سے پہلے ثعلبہ تمام نمازیں آپ ﷺ کی اقتداء میں ادا کرتا تھا۔ پھر صرف ظہر اور عصر کی نمازیں آپ ﷺ کے ساتھ آ کر ادا کرتا۔ ادھر اس کا ریوڑ روز بروز بڑھتا گیا وہ پھر صرف نماز جمعہ آپ ﷺ کے ساتھ آ کر ادا کرتا۔

پھر آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ نماز جمعہ میں بھی شریک نہ ہوتا۔ اس دن راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں سے مدینہ کی حالات دریافت کرتا تھا۔

ایک دن رسول خدا نے ثعلبہ کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ اس کے پاس اتنے جانور ہو گئے ہیں کہ اس کے لئے اب مدینہ آنا مشکل ہو گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس۔''

آپ ﷺ پر زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے زکوٰۃ کی وصولی کے لئے دو افراد کو منتخب کیا، ایک کا تعلق بنی جہیہ اور دوسرے کا تعلق بن سلیم سے تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں زکوٰۃ حاصل کرنے کے لئے ایک تحریری حکم بھی لکھ دیا۔

آپ ﷺ کے کارندے ثعلبہ کے پاس آئے اور حضور ﷺ کا نامہ مبارک اسے دکھا کر زکوٰۃ کا مطالبہ کیا۔

---

[1] نمونہ معارف 493/2۔ مستظرف 717/1

ثعلبہ نے آپ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا اور کہا: ''یہ تو مجھے جرمانہ یا جزیہ کے مشابہ ٹیکس نظر آتا ہے۔ فی الحال تم جاؤ اور لوگوں سے زکوٰۃ حاصل کرو۔ میں اس کے متعلق غور وفکر کروں گا۔''

پھر آپ ﷺ کے دونوں کارندے بنی سلیم کے ایک شخص کے پاس گئے اور اسے زکوٰۃ کا حکم سنایا تو اسنے بہترین اونٹوں کا انتخاب کر کے ان سے کہا: ''تم یہ اونٹ زکوٰۃ میں لے جاؤ۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کارندے نے کہا: ''حضورؐ نے ہمیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ہم بہترین مویشی کا انتخاب کر کے زکوٰۃ حاصل کریں۔''

اس شخص نے کہا: ''لیکن میں خود چاہتا ہوں کہ خدا کے نام پر اچھی چیز پیش کروں۔''

اس سے زکوٰۃ کی وصولی کرنے کے بعد دونوں نمائندے دوبارہ ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا۔

ثعلبہ نے کہا: ''تم فی الحال جاؤ اور حضور کا نامہ مبارک مجھے دیتے جاؤ تا کہ میں اچھی طرح سے سوچ کر فیصلہ کرسکوں کہ یہ جرمانہ یا جزیہ نما ہے یا کسی قسم کا ٹیکس ہے؟ میں بعد میں اس کا جواب دوں گا۔''

حضور کریمؐ کے نمائندے اس کے پاس سے چلے گئے اور رسول خدا کو تمام واقعہ سنایا۔

تمام واقعات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ثعلبہ پر افسوس۔ پھر آپ ﷺ نے بنی سلیم کے اس شخص کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی مذمت میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ (سورہ توبہ 75-77)

منافقین میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ انہیں اپنے فضل وکرم سے رزق عطا کرے تو ہم صدقہ دیں گے اور ہم نیک لوگوں میں سے ہوجائیں گے، جب اللہ نے اپنا فضل کرتے ہوئے انہیں رزق عطا کر دیا تو انہوں نے اس کے متعلق بخل کیا اور اعراض کرتے ہوئے انہوں نے پشت پھیر لی اسی لئے اس وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ نے ان کے دلوں میں روز قیامت تک نفاق رکھ دیا۔

جب رحمت عالم نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں تو اس وقت مسجد میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آیات سن کر ثعلبہ

کے پاس گیااوراسے نزول آیات سے باخبر کیا۔اس کے بعد ثعلبہ حضوراکرم کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا:''میں زکوٰۃ دینے پر آمادہ ہوں آپ میری زکوٰۃ قبول فرمائیں۔''

رسول اللہؐ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے تیری زکوٰۃ وصول کرنے سے روک دیا ہے اس لئے میں تجھ سے زکوٰۃ نہیں لوں گا۔''

ثعلبہ نے اپنے سراوراڑھی پرخاک ڈالی،رسول خداؐ نے فرمایا:''یہ عمل کا بدلہ ہے۔''

پھرثعلبہ اپنے ریوڑ کے پاس چلا گیا۔اورجناب رسول خداؐ نے اس کی زکوٰۃ قبول نہ کی۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ثعلبہ حضرت ابوبکرصدیقؓ کے پاس گیااورزکوٰۃ ادا کرنے کی خواہش کا اظہارکیالیکن حضرت ابوبکر نے اس کی زکوٰۃ لینے سے انکارکردیا۔

پھرثعلبہ حضرت عمرؓ کے پاس بھی زکوٰۃ دینے کے لئے گیالیکن انہوں نے بھی اس کی زکوٰۃ لینے سے انکارکردیا۔پھرثعلبہ حضرت عثمانؓ کے دورخلافت میں بھی زکوٰۃ لے کرگیا۔لیکن حضرت عثمانؓ نے بھی زکوٰۃ قبول نہ کی۔حضرت عثمان کے دورمیں ہی ثعلبہ کی موت واقع ہوئی۔بیان کیاجاتا ہے کہ ثعلبہ جنگ بدرمیں بھی شریک ہوا تھا۔[1]

5. سعیدابن ہارون کی کنجوسی

''دعبل خزاعی'' ایک مشہورشاعر تھے۔وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ شعراءاورادباءسعیدابن ہارون کے ہاں اس کی دعوت پرجمع ہوئے۔

صبح سے ظہرتک ہم وہاں بیٹھے رہے۔اس بندہ خدانے ہمیں ایک لقمہ تک کھانے کو نہ دیا۔بھوک کی وجہ سے ہماری آنکھوں کے سامنے اندھیراچھانے لگا۔

اسی اثنامیں اس نے اپنے بوڑھے غلام کوآوازدے کرکہا:''اگرکچھ کھانے کا انتظام ہواہےتولاؤ۔''

غلام یہ سن کرگھر کے اندرداخل ہوا۔ظہرڈھل گئی مگرغلام واپس نہ آیا۔اس وقت ہمارے نگاہوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی۔پھرکافی دیر بعدوہ غلام ایک دسترخوان لایاجوکہ بے حدمیلا کچیلا تھا۔اس نے وہ بچھایااوراس پردوخشک روٹیاں لاکررکھ دیں۔جن کو چبانا پتھرکو چبانے کے مترادف تھا۔پھروہ ایک لب شکستہ سا پیالہ لے آیاجس میں گرم گرم شوربہ تھا۔اور درمیان میں ایک مرغ پکایا گیا تھا۔

جب صاحبِ خانہ نے مرغ دیکھاتوچیخ کرکہا:''نمک حرام مرغ لائے ہومگراس کا سرکہاں ہے؟''

غلام نے کہا:''میں نے ذبح کرکےاسے پھینک دیا تھا۔''

آقانے کہا:''مگربدتمیز تجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ مجھےان لوگوں پرسخت غصہ آتا ہے جومرغ کے سرکوپھینک دیں۔مجھےتوان

---

[1] پندِ تاریخ 73/4۔اسدالغابہ 237/1

لوگوں پر بھی غصہ آتا ہے جو مرغ کی ٹانگیں پھینکیں تو بھلا میں مرغ کے سر پھینکنے والوں کو کیسے معاف کرسکتا ہوں؟'' کیا تو نہیں جانتا کہ سر کی چند خصوصیات ہیں۔

اول: اس میں مرغ کا منہ ہوتا ہے جس سے آواز نکلتی ہے اور مرغ کی آذان سن کر بندگانِ خدا نماز کی تیاری کرتے ہیں۔ سوئے ہوئے افراد بیدار ہوتے ہیں اور اسی کی وجہ سے شب زندہ دار افراد نماز شب کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دوئم: اس کے سر پر تاج ہوتا ہے اور یہ تاج بادشاہوں کے تاج سے مشابہت رکھتا ہے اور یہ تاج اسے دوسروں پرندوں میں ممتاز رکھتا ہے۔

سوم: اس کے سر پر دو آنکھیں ہوتی ہیں اور ان سے وہ خدا کے فرشتوں کا دیدار کرتا ہے اور یار لوگ سرخ رنگ کی شراب کی تشبیہ اسکی آنکھوں سے دیا کرتے ہیں۔

چہارم: اس کے سر میں مغز ہوتا ہے اور مرغ کا مغز سبحان اللہ بڑے کام کی چیز ہے۔ مرگ کا مغز تو گردوں کے لئے حکم اکسیر رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں اس کے سر کی ہڈی کی تو مثال ہی نہیں ملتی۔ اگر تو نے یہ سمجھ کر اس کے سر کو پھینکا کہ میں سر کھانا پسند نہیں کرتا تو پھر تو نے شدید غلطی کی ہے۔ مجھے مرغ کا کھانا اچھا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مغز کا تو میں مداح اور معتقد ہوں۔ فرض کرو اگر میں نہ بھی کھاتا تو میرے اہل وعیال کے کام آجاتا۔ اگر بالفرض میرے اہل وعیال بھی سر نہ کھاتے تو تجھے نظر نہیں آتا کہ صبح سے ہمارے ہاں معزز شعراء اور ادباء تشریف فرما ہیں، یہ کھالیتے اور ہمارا شکریہ ادا کرتے۔ اب تم جاؤ اور سر کو ڈھونڈ کر لاؤ اگر تم نے کوتاہی کی تو میں تمہیں سخت اذیت دونگا۔

غلام نے چیخ کر کہا: ''خدا کی قسم مجھے بالکل علم نہیں ہے کہ میں نے سر کہاں پھینکا تھا۔''

آقا نے کہا: ''ہاں تو تجھے علم نہیں ہے لیکن مجھے علم ہے کہ تو نے مرغ کا سر کہاں پھینکا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تو نے مرغ کا سر اپنے شکم میں پھینک دیا ہے۔''

غلام نے قسم کھا کہا: ''میں نے نہیں کھایا۔''

آقا نے کہا: تو جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ پھر سعید کو غصہ آیا تو اٹھ کر غلام سے لپٹ گیا۔

غلام نے بھی آقا کا حیا نہ کیا، جواب میں وہ بھی گتھم گتھا ہو گیا۔

سعید کا پاؤں لگا تو تمام شوربا اس میلے دسترخوان پر پھیل گیا اور مرغ دور مٹی پر جا گرا۔

بلی گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اس نے مرغ جھپٹ لیا اور بھاگ نکلی۔

جب ہم نے یہ منظر دیکھا تو وہاں سے چل دیئے۔[1]

---

[1] لطائف الطواف ص34

باب نمبر17

بُرائی

ارشادِخداوندی ہے۔

عَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ

عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز سے محبت کرو اور وہ تمہارے لئے بُری ہو۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اِنَّ الْعَمَلَ الشَّيِیءَ أَسْرَعُ فِي صَاحِبِهِ مِنَ السَّكِّينِ فِی اللَّحمِ"

تیز چھری اتنا جلدی سے گوشت کو نہیں کاٹتی جتنا کہ بُرا عمل انسان کو تباہ و برباد کرتا ہے۔[2]

مختصر تشریح

بدترین وہ شخص ہے جو اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے میں فروخت کرتا ہے اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ ہے جو دوسروں کی دنیا کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کرتا ہے۔ کچھ لوگ بُرائی کے بہت زیادہ مشتاق ہوتے ہیں اگر سب کو جمع کیا جائے تو اسے ''حق نافرمانی'' کہا جاسکتا ہے۔

بُری سوچ کی وجہ سے بُرا عمل سرزد ہوتا ہے اور عمل نیت کے تابع ہوتا ہے جس شخص کے پاس توکل نہ ہو اس کے پاس کے پاس ظاہری قوت ہو تو وہ مختلف بُرائیاں سرانجام دیتا ہے۔ اس کو دوزخ کا کوئی ڈر نہیں ہوتا۔

اس کے تمام اعضا و جواح بُرے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس کے کان غیبت سننے میں اور آنکھ محرمات دیکھنے میں اور زبان جھوٹ بولنے میں مصروف ہوجاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ہاتھ یتیم کو اذیت دینے میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ تمام اعضاء کو انسان بُرے کاموں سے بچائے۔

---

[1] سورہ البقرہ آیت 216

[2] جامع السعادت 487/3

جلودی کا انجام

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شھادت کے بعد ہارون الرشید نے اپنے ایک سالار جس کا نام جلودی تھا اسے یہ کہہ کر مدینہ بھیجا کہ جاؤ آلِ ابوطالب کے گھرانوں پر حملہ کر کے ان کا تمام مال واسباب لوٹ لو۔ان کو اتنا لوٹنا کہ خواتین سادات کے کپڑوں تک لوٹ لینا فقط ان کے پاس ایک ایک لباس ہی رہنے دینا۔

''جلودی'' ہارون کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ آیا۔جب وہ امام علی رضاؑ کے دروازے پر آیا تو دروازے پر امام علی رضا کھڑے ہوئے تھے اور آپؑ نے جلودی سے کہا کہ یہیں دروازے پر رک جاؤ۔خدا کی قسم میں گھر جا کر تمام زیورات اور کپڑے وغیرہ خواتین سے لے کر تجھے دیتا ہوں۔پہلے تو جلودی نے انکار کیا لیکن پھر مان گیا۔

امام علی رضا علیہ السلام اپنے گھر میں داخل ہوئے اور تمام مستورات کو ایک کمرے میں بُلایا اور ان کے سب زیورات اور کپڑے تک لے کر امامؑ نے جلودی کو دیئے۔اور جلودی انہیں لیکر ہارون کے پاس لے گیا۔

پھر چند دنوں بعد ہارون کی موت کے بعد اس کا بیٹا مامون الرشید مسند خلافت پر بیٹھا۔اور مامون الرشید نے حضرت علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔

مامون ایک دن جلودی پر سخت غصہ ہوا اور اسے سزا دینا چاہی تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون سے کہا کہ وہ اسے معاف کر دے۔

لیکن ''جلودی'' سمجھا کہ اس کے سابقہ کردار کی امامؑ مامون کو تفصلات بتا رہے ہیں۔

اور جلودی نے مامون سے کہا: ''اے خلیفہ تم علی رضاؑ کی سفارشات پر ہرگز عمل نہ کرنا۔''

مامون نے کہا: ''خدا کی قسم میں آج امام علی رضاؑ کی بات بھی نہیں مانوں گا۔''

اس کے بعد مامون نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔[1]

2. عمرو عاص

تحکیم کے واقعہ میں عمرو عاص نے ابوموسیٰ اشعری کو دھوکہ دیا اور ابوموسیٰ اشعری نے اس کے دھوکہ میں آ کر حضرت امیر المومنین علیؑ کو خلافت سے معزول کیا۔حضرت علیؑ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد معاویہ، عمرو عاص اور ابوموسیٰ اشعری کو بد دعا کیا کرتے تھے۔

یہ عمرو عاص وہی ہے جس نے شب عقبہ مخالفین کے ساتھ ملکر پیغمبر اکرمؐ کی اونٹنی کو ڈرایا تھا۔جس کے نتیجے میں رسول پاک بھی

---

[1] راہنمائی سعادت 177/1۔اعیان الشیعہ 60/1

اسے بددعادیا کرتے تھے۔

جب حضرت امیرالمومنین اور معاویہ کے درمیان جنگِ صفین ہوئی تو معاویہ کے لشکر نے قرآن مجید نیزوں پر اٹھائے تا کہ قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیا جاسکے۔

اہل عراق نے اپنی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو حکم مقرر کیا جبکہ حضرت علیؑ اس کے حَکم بننے پر راضی نہیں تھے۔

اور معاویہ نے اپنی طرف سے ''عمروعاص'' کو حَکم منتخب کیا۔

ابوموسیٰ اشعری۔ قاضی شریح اور ابن عباس اور چار سو افراد کو لیکر مقام ''دومتہ الجندل'' پہنچے اور وہاں سے عمرو ابن عاص بھی چار سو افراد کو لیکر پہنچ گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ابوموسی اشعری کو بہت سی ہدایات کیں تھیں لیکن اس نے کسی بھی ہدایت پر عمل نہیں کیا تھا۔ عمروعاص کی نیت بہت خراب تھی وہ انتہائی مکار شخص تھا۔

عمروعاص نے ابوموسیٰ اشعری کو بہت زیادہ عزت دی اور اس کا زیادہ سے زیادہ احترام کیا۔ اور اس کو صدر مجلس میں جگہ دی۔ اس کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ اور اسے یا صاحب رسول اللہ کہہ کر اسے مخاطب کرتا تھا۔ اور عمروعاص اسے کہتا تھا کہ آپ نے میری نسبت رسول خداؐ کی زیارت زیادہ کی ہے۔ آپ مجھ سے بڑے ہیں اس لئے میں آپ سے پہلے گفتگو نہیں کرسکتا۔ الغرض اس نے ابوموسیٰ اشعری کا اتنا احترام کیا کہ ابوموسیٰ اس کے دھوکہ میں آ گیا۔ اور اسے اپنا مخلص تصور کرنے لگا۔ جب ان دونوں کا اجتماع ہوا تو عمروعاص نے ابوموسیٰؑ اشعری سے کہا کہ تمہارا علیؑ اور معاویہ کے متعلق کیا خیال ہے؟

ابوموسیٰ جو کہ پہلے ہی حضرت علی علیہ السلام کا دشمن تھا کہنے لگا: ''علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کر دینا چاہیے اور خلافت سازی کا عمل شوریٰ کے ذریعے کیا جانا چاہئے۔''

عمروعاص نے کہا: ''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' ہمیں یہی کچھ کرنا ہے۔

عمروعاص بڑا مکار شخص تھا پھر وہ اسے خلوت میں لے گیا تا کہ دوسرے لوگ ان کی باتیں نہ سن سکیں۔ پھر وہ دونوں منظر عام پر آئے۔

ابوموسیٰ اشعری اُٹھا تا کہ وہ گفتگو کرے، ابن عباس نے آواز دی خبردار! عمروعاص تجھے دھوکہ دے گا۔ اس کے بعد تم گفتگو کرنا۔ ابوموسیٰ نے حضرت ابن عباس کی بات نہ مانی اور کہنے لگا: ''لوگو! میں نے اور عمروعاص نے علیؑ اور معاویہ کو معزول کر دیا ہے اور خلیفہ کا انتخاب بذریعہ شوریٰ ہوگا۔ میں نے اپنی طرف سے علیؑ کو معزول کر دیا ہے۔'' جیسے ہی اس کی بات ختم ہوئی۔ اس کے بعد عمروعاص کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ''میں نے علیؑ کو خلافت سے معزول کر دیا ہے اور معاویہ کو مقام خلافت پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ معاویہ خونِ عثمان کا طلبگار اسی لئے وہ اس مقام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

ابوموسیٰ نے صدا دے کر کہا کہ تو ایک کتا ہے جس پر حملہ کیا جائے تو حملہ کرتا ہے اور اگر چھوڑ دیا جائے تو بھی حملہ کرتا ہے۔''

عمروعاص نے ابوموسیٰؑ اشعری کو کہا کہ تو ایک ایسا گدھا ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا گیا ہو۔عمروعاص نے اپنی بُری نیت کے ساتھ تحکیم کو تباہ و برباد کر دیا۔ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے۔''خدا ابوموسیٰ اشعری کے چہرے کو سیاہ کرے جو عمروعاص کی مکاریوں کو نہ سمجھ سکا تھا۔اور میں نے اسے بہت سمجھایا تھا مگر وہ سمجھ نہ سکا۔''[1]

3. حجاج ملعون کے ستم

فقط بُرے کام ہی انسان کو دوزخ میں نہیں لے جاتے بلکہ بُرے کاموں کی نیت بھی انسان کو دوزخ میں ڈال سکتی ہے۔

ایک دن حجاج اپنے گھر سے جامع مسجد کی طرف گیا تو اس نے بہت بڑی جماعت کے رونے پیٹنے کی صدا سنی، پوچھا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ قیدیوں کی صدا ہے جو دھوپ کی شدت کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں۔

اِس ملعون نے کہا:''**اخسأوا فیھا ولا تکلمون**''دور ہو جاؤ مجھ سے کلام نہ کرو۔''

حجاج نے جو الفاظ کہے تھے یہ دراصل سورۃ مومنون کی ایک آیت ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب دوزخی جہنم سے نکلنے کی خواہش کریں گے تو رب العزت کا فرمان ہوگا کہ دور ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

لفظ''**اخسأ**''عربی لغت میں کتے کو دھتکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔''

حجاج کی موت کے بعد جب قیدیوں کو شمار کیا گیا تو ان میں ایک لاکھ بیس ہزار مرد اور بیس ہزار عورتیں تھیں اور ان میں چار ہزار ایسی عورتیں تھیں جن کے تن پر لباس نہیں تھا۔اور یہ قیدی ایک ہی چار دیواری میں مقید تھے۔قید خانے کی چھت نہیں تھی۔جب کوئی قیدی گرمی سے بچنے کے لئے اپنے ہاتھ سے اپنے چہرہ پر سایا بناتا تو زندان کے سپاہی اسے پتھر مارتے تھے انہیں جو کی روٹی میں ریت ملا کر کھانا دیا جاتا تھا۔اور پینے کے لئے انہیں کڑوا پانی دیا جاتا تھا۔

حجاج لعین بے گناہ افراد اور بالخصوص سادات کے خون بہانے کو اپنے لئے اعزاز سمجھتا تھا۔

ایک مرتبہ اس ملعون نے روزہ رکھنا چاہا تو نوکروں کو حکم دیا کہ اس کے لئے من پسند سحری اور افطاری کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اشارہ فہم نوکروں نے اس کے لئے ایسی روٹیاں تیار کیں جنہیں سادات کے خون سے گوندھا گیا تھا اور اس ملعون نے انہی روٹیوں سے سحری و افطاری کی۔اس ملعون کو ہمیشہ اس بات کا قلق رہتا تھا کہ وہ واقعہ کربلا میں ہوتا تو شمر لعین سے بھی بڑھ کر ظلم کرتا۔[2]

4. عذر گناہ بدتر از گناہ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:''میں نے اہل سنت افراد سے ایک شخص کی بڑی تعریفیں سنیں اور اس کے اہل اللہ اور

---

[1] پیغمبران و یاران 139-152/1۔ بحارالانوار544/8

[2] پندِ تاریخ163/3۔ روضات الجنات ص133

صاحب کرامت ہونے کی کئی داستانیں سنیں تو مجھے اسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

اتفاق سے ایک دن میں نے اسے ایک مقام پر دیکھا۔لوگ اس کے اردگرد جمع تھے اور وہ لوگوں کو اپنے آپ سے دور کر رہا تھا۔اس نے کپڑے سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں اور پیشانی ظاہر تھیں۔وہ اپنے اردت مندوں کو اپنے آپ سے دور کرتا گیا۔آخر کار وہ اکیلا ایک راستے پر چلنے لگا۔میں بھی خاموشی سے اس کے تعاقب میں چلتا گیا۔

راستے میں نانبائی کی ایک دوکان تھی۔جہاں لوگوں کا کافی اژدہام تھا یہ شخص بھی اس جگہ گیا، میں نے دیکھا کہ اس نے وہاں سے دو روٹیاں چرائیں اور چل دیا۔پھر آگے ایک شخص انار بیچ رہا تھا۔اس نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر وہاں سے دو انار چوری کر لئے۔میں یہ واقعہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ یہ شخص چوری کرتا ہے۔

چند قدم چلنے کے بعد راہ میں اس نے ایک مریض کو دیکھا تو وہ دو روٹیاں اور دو انار اسے دے دیئے۔

میں نے اسے صدا دے کر روک لیا۔میں نے اس سے کہا:''اے بندہ خدا میں نے تو تیری تعریفیں سنی تھیں اور تجھے دیکھنے کی خواہش تھی لیکن آج میں نے تجھے دیکھا تو مجھے تمہاری حالت پر بہت دکھ ہوا۔

اس نے کہا:''آپؑ نے کیا دیکھا اور میری کس بات نے آپؑ کو دکھ پہنچایا۔

میں نے کہا:''میں نے تجھے نانبائی کی دوکان سے دو روٹیاں اور انار فروش سے دو انار چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔''

جب میں نے یہ الفاظ کہے تو اس نے مجھے مزید مہلت نہ دی اور فوراً بول اٹھا:''تو کون ہے؟''

مَیں نے کہا:''میرا تعلق اہلبیت نبوت سے ہے۔''

اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا:''میرا گھر مدینے میں ہے۔''

اس نے کہا:''تو پھر آپ شاید جعفر بن محمد بن علیؑ بن حسین ہیں۔''

میں نے کہا:''جی ہاں!میں بالکل وہی ہوں۔''

اس نے کہا:''رسول کریم سے تمہاری یہ نسبت تمہیں کیا فائدہ دے گی جبکہ تم اپنے نانا کے علم سے ناواقف ہو۔''

میں نے کہا:''بیان کرو میں کیسے ناواقف ہوں۔''

اس نے کہا:''شاید تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:''من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئةِ فلا يجزى الا مثلها۔''یعنی جو شخص ایک نیکی کرے گا تو اسے دس گنا اجر ملے گا اور جو ایک برائی کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک برائی درج ہوگی۔اور اسے بدلہ دیا جائے گا۔''

تو سنو!میں نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کیے ہیں میرے نامہ اعمال میں چار گناہ درج ہوئے اور میں نے پھر راہِ خدا میں ایک مریض کو دیئے ہیں تو میرے نامہ اعمال میں چالیس نیکیاں درج ہوئیں۔اب چالیس میں سے چار کو نفی کر دو تو بھی میرے حصے میں چھتیس نیکیاں بچ جائیں گی۔''

میں نے اس کا استدلال سن کر کہا: ''ثکلتك امك'' تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے تو کتاب خدا کا ذرہ برابر بھی علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ''انما یتقبل اللہ من المتقین۔'' اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے عمل کو قبول کرتا ہے اور بدیہی سی بات ہے کہ چور پرہیزگار نہیں ہوسکتا اور تجھے اجر تب ملتا ہے جب اصل تیری ہوتی۔ اب تو نے دو روٹیاں اور دو انار چوری کئے تیرے نامہ اعمال میں چار برائیاں درج ہوئیں اور پھر تو نے ان چیزوں کے مالک کی اجازت کے بغیر ان میں تصرف کیا تو چار گناہ تیرے نامہ اعمال میں اور درج ہو گئے۔ اور تیرے نامہ اعمال میں اس طرح سے آٹھ گناہ درج ہوئے اور نیکی ایک بھی درج نہیں ہوئی۔''

میرا استدلال سن کر وہ عجیب وغریب نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر میں وہاں سے چلا گیا۔[1]

5. بُرے کردار کا برزخ میں اثر

ایک اہل علم اور متقی شخص کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک رشتہ دار نے زندگی کے آخری ایام میں کچھ زمین خریدی تھی اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی۔ اس پر وہ گزر بسر کرتا تھا۔

کچھ عرصے بعد اس شخص کی وفات ہوگئی۔ ایک شخص نے کچھ عرصے بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ نابینا ہو چکا ہے۔ خواب دیکھنے والے شخص نے اس سے پوچھا؟ ''دنیا میں تو یتری آنکھیں سلامت تھیں، مگر اب تم نابینا کیسے ہوگئے؟''

اس شخص نے جواب دیا کہ جب میں نے زمین خریدی تھی اس کے درمیان میں چشمہ تھا۔ اور نزدیک کے لوگ وہاں سے پانی بھرتے تھے اور اپنے مویشیوں کو بھی پانی پلانے کے لئے چشمہ پر لے آتے تھے۔ جس کی وجہ سے میری فصل تھوڑی بہت خراب ہوجاتی تھی۔ پھر میں نے کچھ پتھروں اور مٹی کے ساتھ اس چشمہ کو بند کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو بہت دور سے پانی لانا پڑتا تھا۔ یہ اندھاپن میرا اس چشمہ کو بند کرنے کی وجہ سے ہے۔

خواب دیکھنے والے شخص نے اس سے پوچھا: ''اب اس کا کوئی حل بھی ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اگر میرے ورثاء اس چشمہ کو دوبارہ جاری کر دیں تو میری بینائی واپس آسکتی ہے۔''

خواب دیکھنے والے شخص نے اس کے ورثا کو اس خواب سے آگاہ کیا تو انہوں نے اس چشمے کو دوبارہ جاری کر دیا اور لوگ پھر سے اس سے استفادہ حاصل کرنے لگے۔

اس خواب دیکھنے والے شخص نے دوبارہ اس کو عالم خواب میں دیکھا تو وہ نابینا نہیں تھا۔[2]

---

[1] نمونہ معارف 275/4۔ وسائل الشعیہ 57/2

[2] داستانھای شگفت ص292

باب نمبر 18

ابتلاء

قرآن مجید میں فرمانِ خداوندی ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝

مگر جب انسان کو اس کا رب آزمالیتا ہے پھر اسے عزت دیتا ہے۔ اور اسے نعمتیں عطا فرماتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے عزت بخشی ہے۔ [1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"اِنَّ البَلاءَ للظالم ادَبٌ وللمومنین امتحان۔"

"ظالم پر آزمائش آئے تو اس کے گناہوں کی سزا ہوتی ہے اور اگر مومن پر آئے تو وہ اس کے لئے امتحان ہوتی ہے۔" [2]

مختصر تشریح

ہر صاحب عقل کے لئے آزمائش زینت کرامت کا سبب بنتی ہے۔ آزمائش پر صبر کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا ایمان کی مضبوطی کا سبب بنتا ہے۔ جو شخص آزمائش کی شیرینی کو چکھ لے تو وہ لطفِ خدا کا حقدار ٹھہرتا ہے اور اسے دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

آتشِ آزمائش ہی سے انوار باطنی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جو آزمائش کے مراحل سے نہ گزرا ہو تو اس سے کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔

اگر کوئی شخص آزمائش میں مبتلاء ہو جائے اور اس پر بے صبری کا اظہار کرے تو بے صبری خود علیحدہ سے ایک درد بن جاتی ہے۔

---

[1] سورہ الفجر آیت 15

[2] جامع الاخبار ص 113

1. عمران بن حصین

عمران بن حصین مصیبتوں پر صبر کرنے والے ایک شخص تھے۔انہیں ''استقاء'' کی بیماری لاحق ہوئی۔'استسقاء''ایک ایسی مرض ہوتی ہے جس میں انسان کا پیٹ پھول جاتا ہے اور وہ جتنا بھی پانی پی لے تو اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی۔

بہرنوع عمران ابن حسین اس بیماری میں مبتلاء ہوئے تو ان کا علاج کرایا گیا لیکن وہ ٹھیک نہ ہوسکے۔وہ تین سال تک اس بیماری میں مبتلا رہے۔نہ وہ کھڑے ہوسکتے تھے۔نہ چل پھر سکتے تھے۔بس وہ ایک چارپائی پر لیٹے رہتے تھے۔ان کے پیشاب و پاخانہ کے لئے ایک گڑھا ان کی چارپائی کے ساتھ کھودد یا گیا تھا۔

ایک دن ان کے بھائی ''علاء''ان کے عیادت کے لئے آئے اور ان کی حالت دیکھ کر رونے لگے۔

عمران نے اپنے بھائی سے کہا:''تم روتے کیوں ہو؟''اس نے کہا:''آپ کی یہ حالت دیکھ کر روؤں نہیں تو اور کیا کروں؟''

عمران نے کہا:''رونے کی ضرورت نہیں ہے۔جو خداوند تعالیٰ کی خواہش میرے لئے ہے مجھے منظور ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں تو ایسی صورت میں رہوں۔جب خدا میری آزمائش کرنا چاہتا ہے تو میں آزمائش سے انکار کیوں کروں۔اور سنو۔جس دن سے میں اس آزمائش میں مبتلا ہوا ہوں فرشتے آکر مجھے سلام کرتے ہیں اور میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں اور فرشتے میرے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔''[1]

2. سیدعلی عابد زندان میں

منصور دوانقی نے اپنے عہد حکومت میں بہت سے حسنی سادات کو قید کر کے تنگ و تاریک زندانوں میں ڈالا تھا۔ان قیدیوں میں امام حسن علیہ السلام کے فرزند علی بن حسن المثلث بھی شامل تھے۔ان کے زہد و تقوی کی وجہ سے انہیں علی خیر اور علی عابد بھی کہا جاتا تھا۔

آپ اپنے دور میں عبادت اور ذکر الٰہی میں اپنی مثال آپ تھے حسنی سادات کا قید خانہ اتنا تاریک تھا کہ دن رات کا پتہ نہ چلتا تھا اور اوقاتِ نماز کا علم نہ ہوتا تھا۔

سیدعلی عابد نے قرآن مجید پڑھنے کے اوقات اس طرح متعین کیے ہوئے تھے کہ باقی قیدیوں کو اوقاتِ نماز کا ان سے علم ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ان کے بھتیجے سیدعبداللہ بن حسن مثنیٰ نے ان سے اپنی قید و بند کی شکایت کرتے ہوئے کہا:''چچا جان اس تنگ و تاریک قید خانہ کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس پر طوق و زنجیر کا وزن بھی ہے۔آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس

---

[1] داستانھای و پندھا148/7۔ لئالی الاخبار346/1

مصیبت سے نجات دلائے۔''

سیدعلی عابد نے کہا: ''چچا کی جان! اللہ نے جنت میں ہمارے لئے ایک درجہ مقرر کیا ہے۔ اور ہم ان مصیبتوں پر صبر کیے بغیر اس درجہ کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اور منصور کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں ایک سخت ترین مقام بنایا ہے اور وہ دوزخ کے اس مقام پر تبھی پہنچ سکتا ہے جب وہ ہمیں اس طرح کی تکالیف دے۔ اگر آپ ان مصائب وآلام پر صبر کریں تو آپ کے آرام کا وقت آنے والا ہے کیونکہ ہماری موت قریب آچکی ہے۔ اور اگر اس قید خانے سے نجات چاہتے ہو تو میں دعا مانگتا ہوں کہ جس کے بعد تم رہا ہو جاؤ گے اور منصور دوزخ کے اس عذاب سے بچ جائے گا۔''

یہ سن کر سید عبداللہ نے کہا: چچا جان! پھر ہم صبر کریں گے۔

تین دن بعد سید علی بن حسن مثلث کی زندان میں حالتِ سجدہ میں وفات ہوگئی۔ سید علی عابد کو جب سجدہ میں سر رکھے کافی دیر ہوگئی تو عبداللہ نے سوچا کہ شاید انہیں نیند آگئی ہے بیدار کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ ان کی روح قفسی عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔[1]

3. حضرت ھود علیہ السلام کی بیوی

حضرت ہود علیہ السلام کاشتکاری کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ آپؑ سے ملنے کے لئے ان کے گھر آئے۔ دستک دی۔ وہاں سے ایک عورت نکلی اور پوچھا کہ تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ''ہم فلاں شہر سے آئے ہیں ہمارے شہر میں کچھ عرصے سے بارانِ رحمت کا نزول نہیں ہوا۔ جس کی وجہ سے وہاں قحط سالی ہوگئی ہے۔ اسی لئے ہم حضرت ہود سے ملنے آئے ہیں کہ وہ دعا کریں تاکہ وہاں باران رحمت کا نزول ہو۔

ہود کی بیوی نے کہا تم بھی بہت سادہ لوح انسان ہو اگر ہودؑ کی دعا قبول ہوتی تو وہ اپنے لئے دعا کیوں نہ کرتا خود اس کے کھیت پانی کی کمی کی وجہ سے جلنے کے قریب پہنچ چکے ہیں۔

انہوں نے اس سے کہا کہ ہودؑ کہاں ملیں گے؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ پر۔ وہ لوگ حضرت ہود علیہ السلام کے پاس آئے اور اپنی حاجت بیان کی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے نماز پڑھی اور نماز کے بعد دعا کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ان لوگوں سے کہا کہ تم واپس اپنے شہر چلے جاؤ۔ اب وہاں باران رحمت کا نزول ہو چکا ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ ''حضور جب ہم آپ کے دروازے پر آئے تو ایک عورت ملی اور کہہ رہی تھی کہ اگر ہودؑ کی دعا قبول ہوتی تو اپنے لئے دُعا کیوں نہ کرتا۔''

حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: ''تم نے میرے دروازے پر جس عورت کو دیکھا وہ میری بیوی تھی۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ خدا اُسے عمرِ طولانی دے۔'' انہوں نے کہا: ''وہ کس لئے؟'' حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی

---

[1] پند تاریخ 172/2۔ مقتل خوارزمی ج2۔ ص108

مومن کوخلق کیا تو اس کے ساتھ ساتھ اس کے کسی دشمن کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ دشمن ہمیشہ اس مومن کو اذیت دیتا ہے۔ یہ عورت میری دشمن ہے اور میں مالک ہوں اس لیے یہ اس دشمن سے کہیں بہتر ہے جو میرا مالک بن جائے۔ [1]

4. ابنِ ابی عمیر

''محمد ابن ابی عمیر'' وہ خوش نصیب انسان تھے جسے امام موسیٰ علیہ السلام، امام علی رضا علیہ السلام اور امام جواد علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ انہوں نے بہت سی احادیث راویت کی ہیں اور خاصہ اور عامہ نے ان کی وثاقت کی تصدیق کی ہے۔

وہ کپڑے کے تاجر تھے اور ان کی مالی حالت بہت بہتر تھی۔ انہوں نے احادیث اور فقہ کی چورانوے کتابیں تالیف کیں تھیں۔ ہارون الرشید اور مامون الرشید کے دور خلافت میں ان کو کئی اذیتیں دی گئیں۔ بعض دفعہ ان کا مال بھی لوٹ لیا جاتا۔ وہ چاہتے تھے کہ ابن ابی عمیر کو منصب قضاوت سونپا جائے تو ابن ابی عمیر نے صاف انکار کیا تو کہنے لگے پھر ہمیں عراقی شیعوں کے نام بتائیں تو اس نے اس سے بھی صاف انکار کر دیا۔

انہیں زندان میں ڈالا گیا۔ اور کئی بار انہیں تازیانے مارے گئے۔ ایک دفعہ ہارون الرشید کے کہنے پر سندی بن شاھک نے انہیں ایک جگہ پر ایک سو بیس تازیانے مارے۔ آخر کار ہزار درہم دے کر زندان سے رہا ہوئے۔ وہ تقریباً چار برس تک زندان میں قید و بند کی مصیبتیں برداشت کرتے رہے۔ اس دوران انکو ایک لاکھ درہم کا مالی نقصان ہوا۔

ان کی بہن ''سعیدہ'' نے ان کی کتابوں کو جمع کر کے چھپا دیا تھا۔ اتفاق سے بارش ہوئی تو وہ کتابیں گیلی ہوئیں اور ان سے الفاظ مٹ چکے تھے۔

اس کے بعد وہ جو بھی حدیث روایت کرتے تو اپنے حافظہ کے زور پر کرتے یا ان نسخوں سے بیان کرتے جو ان سے پہلے لوگوں نے ان سے سن کر اپنے پاس لکھ لیے تھے۔ [2]

5. جتنی عمر لمبی ہوگی اتنا آزمائش بھی زیادہ ہوگی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل امینؑ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آب حیات کا پیالہ لیکر آئے۔ اور کہا کہ آپ کے پروردگار نے آپ کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر آپ چاہئیں تو اس جام کو پی لیں۔ اس جام کو پینے کے بعد آپ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اور چاہئیں تو نہ پیئیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس بات کے لئے انسان، جنات اور کئی دوسرے حیوانات سے مشورہ کیا۔

---

[1] نمونہ معارف 612 / 2

[2] منتھی الامال 385/2

سب نے مشورہ دیا کہ آپ یہ آب حیات کا پیالہ پی لیں تا کہ آپ قیامت تک زندہ رہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سوچنے لگے کہ سب سے تو میں نے مشورہ کرلیا ہے لیکن خارپشت (ساہی) سے میں نے مشورہ نہیں کیا۔ انہوں نے گھوڑے کو بھیجا کہ جاؤ اور خارپشت سے کہو کہ میرے پاس آئے۔ لیکن خارپشت (ساہی) نہ آیا۔ اس کے بعد آپ نے کتے کو بھیجا کہ جاؤ خارپشت (ساہی) کو بلا کر آؤ۔ خارپشت (ساہی) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سلیمان علیہ السلام نے اس سے کہا: 'میں نے تم سے ایک مشورہ کرنا ہے لیکن اس مشورہ سے پہلے یہ بتاؤ کہ انسان کے بعد حیوانات کی دنیا میں گھوڑے کو انتہائی محترم جانور سمجھا جاتا ہے اور کتے کو انتہائی خسیس ترین جانور سمجھا جاتا ہے میں نے معتبر ترین جانور کو تیرے پاس بھیجا لیکن تو نہ آیا جب میں نے خسیس ترین جانور کو بھیجا تو تو آ گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

چھچھوندر کہنے لگا یہ سچ ہے کہ گھوڑا انتہائی باوقار جانور ہے مگر اس میں وفا نہیں ہے۔ اگر چہ کتا خبیص ترین جانور ہے لیکن وہ وفادار ہے اگر وہ ایک دفعہ کسی کے گھر سے روٹی کھالے تو ساری زندگی اس سے وفاداری کیا کرتا ہے۔

حضرت سلیمان نے کہا: ''اچھا یہ بتا آب حیات کا ایک جام بھیجا گیا ہے اور مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ چاہوں تو اسے پی لوں اور قیامت تک زندہ رہوں اور چاہوں تو واپس کر دوں۔ اس سلسلے میں تیرا کیا مشورہ ہے؟''

پشت خار (ساہی) نے کہا: ''اچھا یہ بتائیں یہ جام صرف آپ کے لئے ہے یا یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اس میں سے اپنی اولاد اور دوستوں کو بھی پلا سکتے ہیں؟

حضرت سلیمان نے فرمایا: نہیں صرف میرے لئے ہی بھیجا گیا ہے۔ خارپشت (ساہی) نے کہا: ''جناب میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اسے قبول نہ کریں کیونکہ آپؑ نے اگر اسے پی لیا تو قیامت تک آپ زندہ رہیں گے آپؑ اس کے پینے کے بعد مر نہیں سکیں گے اس زندگی میں نہ آپ کے بیٹے ہوں گے نہ آپ کے دوست ہوں گے اور نہ ہی آپ سے پیار کرنے والے لوگ ہوں گے اور ہر دن آپ کا غم میں گزرے گا۔ جتنا آپ کی عمر طویل ہوتی جائے گی تو اتنی ہی سختیاں روز بروز بڑھتی جائیں گی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی یہ رائے بہت پسند آئی اور آپؑ نے آب حیات کا جام نوش کرنا گوارا نہ کیا۔ [1]

---

[1] جامع لاحکایات ص95

باب نمبر 19

بیماری

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾

اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔[1]

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"اَشَدُّ مِنَ الفَاقَةِ مَرَضِ الْبَدَنِ"

''بدن کی بیماری فاقہ سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔''[2]

مختصر تشریح

دنیا میں مومن کے لئے بیماری بھی بہشت کا ایک تحفہ ہے۔ چونکہ کبھی مومن عمداً یا سھواً گناہ کرتا ہے اور خدا نہیں چاہتا کہ وہ مومن گناہوں سمیت اس کے حضور حاضر ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اسے بیماری دیتا ہے اور بیماری کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

جب بیماری کی حالت میں مریض کے منہ سے ''آہ'' کا لفظ نکلتا ہے اور وہ خدا سے شفا کا تقاضا کرتا ہے تو مریض کی حالت خدا کو بہت پیاری لگتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خدا سے راز و نیاز کرتا ہے۔ کبھی کسی شخص کو خدا اس لئے بیماری دیتا ہے کہ اس کے معنوی مقامات اور درجات بلند ہو سکیں۔

بہترین بیمار وہ ہے جو بیماری کی وجہ سے صبر کا دامن نہیں چھوڑتا، اور جہاں تک ممکن ہو اپنی بیماری اور درد کو پوشیدہ رکھے اور لوگوں کے سامنے خدا کا شکوہ نہ کرے یہاں تک کہ خداوند اسے صحت کا ملہ عطا کرے اور اسے ثواب کامل نصیب ہو۔

---

[1] سورۃ شعراء آیت 80

[2] نہج البلاغہ فیض ص 1280

1. مریض اور اُس کی عبادت

ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور مسکرانے لگے۔

پاس بیٹھے ہوئے شخص نے پوچھا: ''یارسول اللہؐ! کیا بات ہے آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف کیا اور مسکرانے لگے؟''

آپؐ نے فرمایا: ''میں اس لئے مسکرایا تھا کہ مجھے تعجب ہوا دو فرشتے آسمان سے زمین پر آئے وہ ایک نیک مومن کی جستجو میں آئے تھے وہ اس کا اعمال نامہ لے کر آسمان پر پرواز کر جاتے تھے۔ اس دفعہ بھی وہ آئے اور مایوس ہو کر واپس آسمان پر گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرا فلاں بندہ اپنی عبادت کی جگہ پر موجود نہ تھا۔ اس لئے ہم نے اس کے نامہ اعمال میں عبادت کا ثواب نہیں لکھا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: جب تک میرا وہ بندہ بیمار ہے اس کے نامہ اعمال میں تمام وہ اعمال لکھتے رہو جو وہ تندرستی کے زمانے میں سرانجام دیتا تھا۔''[1]

2. میری بیٹی کبھی بیمار نہیں ہوئی

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کی خواستگاری کی۔ لڑکی کے باپ نے اپنی بیٹی کی خصوصیات گنوانی شروع کر دیں۔ ان میں سے ایک خاصیت اس نے یہ بتائی کہ جب سے یہ پیدا ہوئی ہے کبھی بیمار نہیں ہوئی۔

رسول خداؐ یہ سن کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''ایسے جسم میں کوئی برکت نہیں ہوتی جو گورخر کی طرح بیمار نہ ہوتا ہو۔ بیماری درحقیقت خدا کی طرف سے بندہ کے لئے تحفہ ہے تا کہ اگر وہ یاد خدا سے غافل ہو تو متنبہ ہو کر خدا کو یاد کر سکے۔[2]

3. مرض پر صبر

''ابومحمد رقی'' کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام کو سلام کیا اور کافی دیر تک امام علیہ السلام کی محفل میں بیٹھا رہا۔ اور امام نے مجھ سے میرا حال احوال بھی دریافت فرمایا اور میں جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو امام نے فرمایا: ''سنو!

''اے ابومحمد! میرے شیعوں میں سے کوئی شخص اگر کسی آزمائش یا کسی تکلیف میں مبتلا ہو جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک شہید کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔''

یہ سن کر میں نے اپنے دل میں کہا ''بخدا اس کا تو کوئی ذکر ہی نہ تھا تو امام نے یہ بات کیوں کہی؟ پھر میں نے امامؑ کو خدا حافظ

---

[1] داستانھای و پندھا 130/6۔ نفسیر نورالثقلین 47/5

[2] پندِ تاریخ 180/2

کر کے وہاں سے چل کر اپنے ہم سفر لوگوں سے جاملا۔ اچانک مجھے میرے پاؤں میں درد محسوس ہوا اور رات کو وہ درد شدید ہو چکا تھا پھر صبح جب میں نے دیکھا تو میرے پاؤں پر شدید ورم آچکا تھا۔ تو مجھے یاد آیا کہ امامؑ نے مجھے کسی آزمائش پر صبر کرنے کی سفارش کی تھی۔ اسی لئے میں نے کوئی دوا وغیرہ بھی نہ کی۔ زخم بہت گہرا ہو گیا۔ اس حالت میں مدینہ پہنچا۔ میرے لیے چلنا بھی دشوار ہو گیا۔ چنانچہ دس مہینے تک یہ ہر مرض چلتا رہا۔ روایت کرنے والا کہتا ہے کہ وہ بعد میں تندرست ہوا۔ اس کے بعد کسی اور وجہ سے اس نے وفات پائی۔ [1]

4. جذامی

ایک دفعہ امام سجاد علیہ السلام کا کسی راستے سے گزر ہوا تو وہاں راستے پر چند ایسے افراد بیٹھے تھے جذام کی بیماری میں مبتلا تھے اور وہ کچھ غذا کھا رہے تھے۔ امام علیہ السلام نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے آپؑ کو سلام کا جواب اور انہوں کو آپ کو غذا میں شامل ہونے کا کہا۔ امام تھوڑا سا آگے جا چکے تھے۔ پھر امام علیہ السلام نے اپنے آپ سے فرمایا کہ خدا متکبرین کو پسند نہیں کرتا اور امامؑ علیہ السلام واپس ان کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ خوراک میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ میں روزہ سے ہوں۔ ہاں البتہ میں تمہیں اپنے دسترخواں پر آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ افراد امامؑ کے پاس آئے امامؑ نے انہیں عمدہ کھانا کھلایا اور ان کی کچھ مالی معاونت بھی فرمائی۔ [2]

5. مریض کا قرض

''اسامہ بن زید'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام اس کی عیادت کو گئے۔ اسامہ بستر مرض پر مسلسل آہ آہ کر رہا اور اس کے ساتھ غم وغصہ کا بھی اظہار کر رہا تھا۔

امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ بھائی تجھے کس چیز کی پریشانی ہے۔ کہنے لگا: سرکار! میں ساٹھ ہزار دینار کا مقروض ہوں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرا قرض میرے ذمہ ہے۔

اس نے عرض کیا: مولا! مجھے ڈر ہے کہ میں قرض کی ادائیگی سے پہلے اس دنیا سے رخصت نہ ہو جاؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں ایسا نہیں ہے تو قرض کی ادائیگی کے بعد ہی وفات پائے گا۔

پھر امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ چنانچہ امام علیہ السلام کی رقم ہی سے اس کے قرض کی ادائیگی کی گئی۔ [3]

---

[1] حکایتھای شنیدنی 144/1۔ بحارالانوار 51/49

[2] بامردم اینگونہ برخورد کنیم۔ ص38

[3] پیغمبر و یاران 193/1۔ بحارالانوار 43/10

باب نمبر 20

اطاعت والدین

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

"فلا تقل لَهُمَا اُفٍّ ولا تنهَرْهُما"

(اپنے والدین کو) اف تک نہ کہنا اور نہ ہی انہیں جھڑکنا۔ [1]

رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔

"بِرُّ الوالدین افضل مِن الصلاۃِ والصوم والحج والعمرۃِ والجهادِ فی سبیل الله"

''والدین کے ساتھ بھلائی، نماز، روزہ، حج، عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔'' [2]

مختصر تشریح

قرآن مجید میں توحیدِ خداوندی کے بعد اطاعت والدین کے موضوع پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔اس کی اہمیت اتنی ہے کہ ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہیں ''اُف'' تک نہ کہا جائے۔

درج بالا نکات سے ثابت ہوتا ہے کہ والدین کو اذیت دینا حرام ہے اور اُن کے ساتھ نیکی و بھلائی سے پیش آنا واجب ہے۔ بعض اوقات کچھ حساس قسم کے نوجوان اپنے والدین کو اذیت دیتے ہیں ایسے نوجوانوں کو چاہئے کہ والدین کو اذیت نہ دیں بلکہ اُن کی رضاؤں کو تلاش کریں۔

والدین کی نافرمانی سے بہت برے انجام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور جو والدین کا نافرمان ہوتا ہے بعد میں اس کی اولاد والدین کی نافرمان ہوجاتی ہے۔اور آخرت کے حوالے سے والدین کو ناراض کرنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص والدین کے لئے اذیت کا باعث بنے تو اس شخص کے لئے جہنم کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل آیت 23

[2] جامع السعادات 264/2

[3] احیاء القلوب ص 129

1. ماں کی ناراضگی موت کو دشوار بنا دیتی ہے

ایک شخص پر وقت نزع طاری تھا۔ اور احتضار کی گھڑی تھی۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سرہانے پہنچے۔ اس شخص کو سکرات الموت لگی ہوئی تھی۔ مگر اس کی جان نہیں نکل رہی تھی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے آواز دی۔ اس نے جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس وقت تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟

اس نے کہا: ''یارسول اللہ! اس وقت میرے سامنے دو ڈراونے شخص کھڑے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا اس جوان کی ماں زندہ ہے؟''

لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں اس کی ماں زندہ ہے۔ فرمایا: اسے یہاں لے آؤ۔ جب وہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ضعیفہ! کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو؟ اگر ناراض ہو تو اسے معاف کردو۔

ضعیفہ نے کہا: یارسول اللہؐ! واقعی میں اس سے ناراض تھی اور اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر اسے معاف کر رہی ہوں۔

اس وقت جوان بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش میں آیا تو آپؐ نے پھر اسے صدا دی اور پوچھا اس وقت تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے؟

جوان نے کہا: یارسول اللہؐ! وہ سیاہ چہرے چلے گئے ہیں۔ اب شفیق اور مہربان چہرے والے دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں بہت خوش ہوں پھر اس کی روح پرواز کر گئی۔[1]

2. حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میرے جنت کے ہم نشین کی زیارت کرائی جائے۔ تاکہ میں اسے دیکھ سکوں کہ وہ کیسا انسان ہے۔

جناب جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ موسیٰؑ! فلاں قصاب جو فلاں محلے میں رہتا ہے وہ جنت میں آپؑ کا ساتھی ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ملنے کے لئے اس کی دکان پر گئے اور دیکھا وہ دوسرے قصابوں کی طرح گوشت فروخت کرنے میں مصروف ہے۔ عصر کے وقت وہ جوان فارغ ہوا۔ اور اپنے حصے کا گوشت اٹھا کر اپنے گھر کی طرف چل پڑا اور حضرت موسیٰؑ اس کے پیچھے پیچھے اس کے دروازے پر آئے اور اسے کہا کہ میں آج تمہارا مہمان ہوں۔ جوان نے خوش آمدید کہا۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوا۔ اس نے پہلے کھانا تیار کیا۔

---

[1] درسہائی از زندگی پیامبر ص116۔ امالی شیخ طوسی 63/1

بعدازاں گھر کی دوسری منزل پر گیا۔ جہاں سے وہ ایک بڑی زنبیل اٹھا کر نیچے لایا۔

جناب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس زنبیل میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ جوان نے اس عورت کو زنبیل سے نکالا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے نہلایا بعدازاں اپنے ہاتھوں سے اس بڑھیا کو کھانا کھلایا پھر اس بڑھیا کو زنبیل میں لٹایا اور اسے اپنے مقام پر رکھنے کے لئے اُٹھا تو عورت نے کچھ کلمات ادا کیے جو کہ پیرانہ سالی کی وجہ سے ناقابل فہم تھے۔

بعدازاں جوان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے طعام لایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس جوان سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہارا کیا تعلق ہے؟

جوان نے بتایا کہ یہ میری بوڑھی ماں ہے اور میں مالی طور پر کمزور ہوں اس لئے اس کی خدمت کے لئے نوکرانی کا بندوبست نہیں کرسکتا۔ اسی لیے اس کی خدمت کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری ماں کھانے کے بعد کیا کہہ رہی تھی؟

جوان نے جواب دیا کہ میری ماں کا اصول ہے کہ جب بھی میں نہلاتا اور کھلاتا ہوں تو وہ ہمیشہ دعا دے کر کہتی ہے: ''خدا تیری مغفرت فرمائے اور روز قیامت تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنائے، تجھے اسی جنت اور اسی درجہ میں جگہ دے جہاں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جوان تجھے خوشخبری دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے تیری ماں کی دعا کو قبول کرلیا ہے۔ مجھے جبرئیل نے یہ خبر سنائی ہے کہ تو جنت میں میرا ہم نشین ہوگا۔[1]

3. جریج

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کا نام جریج تھا۔ وہ اپنے صومعہ میں عبادت کیا کرتا تھا۔

ایک دفعہ اس کی ماں اس کے پاس آئی تو وہ نماز میں مشغول تھا۔ ماں نے آواز دی لیکن وہ نماز میں مصروف رہا اس نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ اس کی ماں نے پکارا تو اس وقت بھی اس نے نماز نہ توڑی۔ تیسری مرتبہ بھی اس کی ماں نے اس کو پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب اس کی ماں ناراض ہوئی اور بددعا دیتے ہوئے کہا کہ میری اللہ سے درخواست ہے کہ وہ تجھے بے یارومددگار کردے۔ بس ایک دن گزرا دوسرے دن ایک بدکار عورت ایک ولدالزنا بچہ لیے صومعہ میں آئی اور کہنے لگی کہ یہ بچہ ''جریج'' کا ہے۔ اور جریج نے مجھ سے زنا کیا تھا۔

لوگ جمع ہوگئے اور تعجب سے کہنے لگے کہ کل تک تو یہ زنا سے لوگوں کو منع کیا کرتا تھا اور آج یہ خود بدکار ثابت ہوا ہے۔ اور لوگ اسے بادشاہ کے پاس لے گئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ ''جریج'' کو سولی پر لٹکا دیا جائے۔

جب جریج کو سولی پر لٹکایا جانے لگا تو اس موقع پر اس کی ماں بھی وہاں پہنچ گئی۔ جب اس نے بیٹے کو ایسی حالت میں دیکھا

---

[1] پندتاریخ 1/68

تو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرے کو پیٹنے اور زور سے رونے لگی۔تو جریج نے اپنی ماں سے کہا کہ امی خاموش ہوجائیں آپ کی بددعا کی وجہ سے تو میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔

لوگوں نے کہا کہ جریج ہمیں کیسے یقین ہوگا کہ یہ سب تیری ماں کی بددعا کا نتیجہ ہے؟

جریج نے لوگوں سے کہا کہ تم اس بچہ کو لے آؤ۔جب بچہ لایا گیا تو جریج نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوت گویائی عطا کردی۔اور بچے سے پوچھا کہ تمہارا باپ کون ہے؟ قدرت خداوندی سے بچہ بولنے لگا اور کہا کہ میرے باپ کا تعلق فلاں قبیلے سے ہے اور میرا باپ چرواہا ہے۔

اس کے بعد جریج کی سزائے موت ختم ہوگئی اور اس نے قسم اُٹھائی کہ اب وہ پوری زندگی اپنی ماں سے جدا نہیں ہوگا اور اس کی خدمت کرتا رہے گا۔[1]

4.امام صاحب الزمان (عج) کی والد کے لئے سفارش

آقائے سید محمد موسوی نجفی المعروف ہندی ایک انتہائی متدِین عالم تھے اور وہ حرمِ امیرالمومنین میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔انہوں نے یہ روایت شیخ باقر فرزند شیخ ھادی کاظمینی سے کی۔انہوں نے ایک ثقہ شخص سے روایت کی۔وہ شخص حمام میں لوگوں کی مالش کیا کرتا تھا،اس شخص کا بوڑھا باپ تھا۔اور وہ اس کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کرتا تھا۔حتیٰ کہ وہ اپنے بوڑھے باپ کے لئے بیت الخلا میں پانی تک بھی خود رکھتا تھا۔

پورا ہفتہ وہ اسی طرح سے باپ کی خدمت بجالاتا تھا مگر بدھ کی شب وہ باپ کی خدمت بجانہیں لاتا تھا کیونکہ اس شب وہ مسجدِ سہلہ جاتا تھا اور ساری رات وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔لیکن ایک مدت کے بعد اس نے مسجد سہلہ جانا ترک کردیا۔

میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ مسلسل چالیس شب تک بدھ کی رات مسجد سہلہ جایا کرتا تھا۔اور چالیسویں شب مجھے وہاں پہنچنے میں تاخیر ہوگئی اور دن غروب ہونے والا تھا۔مجھے وہاں پہنچنے میں اچھی خاصی دیر ہوئی اور چاند نکل آیا۔جس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ رات کی تاریکی میں کمی ہوگئی اور میں اپنی دھن میں مگن ہوکر مسجد سہلہ کی طرف چلتا رہا۔اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ ایک اعرابی شخص گھوڑے پر سوار ہوکر میری جانب آرہا ہے۔میں نے دل میں کہا کہ ہو نہ ہو یہ راہزن ہے اب یہ مجھے میرے لباس سے محروم کردے گا۔

وہ شخص جیسے ہی میرے قریب آیا اس نے بدوی زبان میں مجھ سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟

میں نے کہا کہ میں مسجد سہلہ جارہا ہوں۔اس نے پوچھا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟

میں نے جواب دیا نہیں میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔اس نے کہا کہ جیب میں ہاتھ ڈالو۔میں نے کہا کہ کچھ بھی میری

---

[1] نمونہ معارف 348/2۔ حیوۃ القلوب 484/1

جیب میں نہیں ہے۔اس نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا کہ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو۔میں نے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا تو اس میں کچھ کشمش موجود تھی۔دراصل میں نے اس دن کشمش اپنے بچوں کے لئے خریدی تھی۔اور اس وقت میں اسے بھول چکا تھا۔

اس وقت سوار نے مجھے تین مرتبہ کہا (اوصیک بالعوذ' بدوی زبان میں عود بوڑھے باپ کو کہا جاتا ہے۔تو ان کی گفتگو کا ترجمہ یہ بنتا تھا کہ میں تجھے تیرے بوڑھے باپ کی وصیت کرتا ہوں۔اس کے بعد اچانک سوار میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

مجھے یقین ہو گیا کہ وہ امام صاحب الزمان (عج) تھے۔اور میں سمجھ گیا کہ وہ ہر بدھ کی شب میرے یہاں آنے پر راضی نہیں ہیں اس کی بجائے مجھے والد کی خدمت کا انہوں نے حکم دیا۔اسی لئے میں نے مسجد سہلہ جانا ترک کر دیا ہے۔[1]

5.باپ پر تازیانے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد کا نام ''ابوقحافہ'' تھا وہ اسلام اور پیغمبر اکرمؐ کا دشمن تھا۔ایک دن اس نے رسولِ خداؐ کو برے الفاظ سے یاد کیا۔اس پر حضرت ابوبکرؓ کو اپنے باپ پر غصہ آیا تو انہوں نے اس کو پکڑ کر دیوار سے دے مارا۔

جیسے ہی یہ خبر رسول خداؐ تک پہنچی تو آپؐ نے ابوبکرؓ کو اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا کیا تو نے اپنے باپ کے ساتھ برا سلوک کیا ہے؟

ابوبکرؓ نے کہا: جی ہاں

اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ آئندہ اپنے باپ کے ساتھ ایسا سلوک کبھی بھی نہ کرنا۔[2]

---

[1] منتھی الامال 476/2۔نجم الثاقب

[2] داستانھای و پندھا128 / 10۔وسائل الشعیہ طباعت قدیم115 / 1

باب نمبر21

تقویٰ

قرآن مجید میں ارشادِ خداوند کریم ہے۔

فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

بہترین زادراہ تقوی ہے اور اے عقل والو! (میری نافرمانی) سے پرہیز کرو۔[1]

مولائے کائنات امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"لا یقلّ عمل مع تقویٰ"

تقویٰ کے ساتھ کیا جانے والا عمل کبھی بھی قلیل نہیں ہوتا۔[2]

مختصر تشریح

تقویٰ کی دو اقسام ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے خاص تقویٰ اور دوسرا ہوتا ہے عام تقویٰ۔ خاص تقوی یہ ہے کہ انسان حرام اور شبہ حرام سے بھی اجتناب کرے۔ عام تقویٰ یہ ہے کہ انسان عذاب دوزخ کے خوف کی وجہ سے حرام خدا سے پرہیز کرے۔

تقویٰ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک نہر کے کنارے کچھ درخت کاشت کئے گئے ہوں۔ تمام درخت اپنے جوہر، طباعت اور لطافت کے حساب سے اس سے رزق حاصل کریں۔ اسی طریقے سے لوگوں کے تقویٰ کا تعلق بھی تقویٰ کی نہر کے ساتھ ہے۔ لیکن ہر شخص اپنے علم، ادراک اور صفات کے مطابق اس میں سے درجات ایمانی کا استفادہ کرتا ہے۔ جتنا عمل اور اخلاص میں فرق ہوگا اتنا ہی تقویٰ کے مدارج میں فرق ہوگا۔ سچ یہ کہ تقویٰ ایسی خالص اطاعت ہے جس میں معصیت شامل نہ ہو۔ تقویٰ ایک ایسا علم ہے جس میں جہالت شامل نہیں ہوتی۔ اور متقی کے ہر عمل کو خدا منظور کیا کرتا ہے۔[3]

---

[1] سورۃ البقرہ آیت 197

[2] اصول کافی 61/2

[3] تذکرہ الحقائق ص 79

1. غلط تقویٰ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تین خواتین اپنے شوہروں کی شکایت لے کر آنحضورؐ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئیں۔

پہلی خاتون نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! میرے شوہر نے گوشت کھانا چھوڑ دیا ہے۔ دوسری خاتون نے عرض کیا کہ یار سول اللہؐ! میرے شوہر نے خوشبو لگانا چھوڑ دیا ہے اور تیسری خاتون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے خاوند نے مجھ سے حقوق زوجیت ادا کرنا ترک کر دیا ہے۔ اور وہ تمام افراد یہ سمجھتے ہیں کہ ہم زہد وتقوی کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔

جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان خواتین کی یہ باتیں سنیں تو آپ سخت ناراض ہوئے اور ناراضگی کے عالم میں گھر سے مسجد کی طرف اس طرح روانہ ہوئے کہ آپ کی عبا مبارک زمین پر گھسٹ رہی تھی۔

پیغمبرؐ اکرم منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کے اجتماع سے خطاب فرمایا: ''حمد وثناء کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے چند اصحاب کو کیا ہو گیا؟ جو گوشت نہیں کھاتے، خوشبو استعمال نہیں کرتے اور اپنی بیویوں کے حقوق زوجیت بھی ادا کرتے۔

مسلمانو! یاد رکھو میں گوشت بھی کھاتا ہوں، خوشبو بھی لگاتا ہوں اور اپنی بیویوں سے حقوقِ زوجیت بھی ادا کرتا ہوں۔ یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے منہ موڑتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس طرح رسولِ پاکؐ نے غلط زُہد کی بدعت کو ہمیشہ کیلئے تباہ کر دیا۔ اور آپؐ نے غلط زُہد کی بدعت کی جڑوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خشک کر دیا۔ [1]

2. حضرت ابوذر کا تقویٰ

حضرت ابوذر نے فرمایا کہ میں حضور پاک کی زندگی میں روزانہ صرف ایک خرما کھایا کرتا تھا اور جب تک میں زندہ رہوں گا اس مقدار سے تجاوز نہیں کروں گا۔

عطا بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوذر ایک بوسیدہ لباس پہن کر نماز ادا کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ابوذر! کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہیں ہے۔ ابوذر نے کہا کہ اگر میرے پاس کوئی اور لباس ہوتا تو میں ضرور پہن لیتا۔ میں نے عرض کیا کہ ابوذر میں نے ایک عرصہ سے تجھے دو کپڑوں کے جوڑوں میں دیکھا اور کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا ایک بھتجا ہے جو مجھ سے بھی زیادہ حقدار ہے۔ میں اس کی ضروریات پوری کیا کرتا ہوں۔

تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم آپ بہت محتاج ہیں۔ ابوذر نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: ''پروردگار میں محتاج ضرور

---

[1] حکایتھای شیندئی 77/2۔ فروع کافی 496/5

ہوں لیکن ان دنیاوالوں کا نہیں بلکہ صرف تیری مغفرت کا محتاج ہوں۔''

ابوذر کہنے لگا: ''اے شخص تو دنیا کو بہت زیادہ اہمیت دے رہا ہے اس لباس کے علاوہ میرے پاس ایک اور لباس بھی ہے جو میں نماز کے لئے پہنتا ہوں۔ دیکھ میں اتنا بھی غریب نہیں ہوں کھانے کے لئے میرے پاس غلہ بھی موجود ہے اور میرے پاس جانور بھی موجود ہے جس پر میں سواری کیا کرتا ہوں خدا نے مجھے نیک سیرت بیوی بھی دی ہے جو میرے لئے کھانا بھی تیار کرتی ہے۔ بھلا بتاؤ اس سے بڑھ کر مجھے اور کس نعمت کی ضرورت ہے۔''

ابوذر سے کسی نے کہا: ''آپ نے جائیدادیں نہیں خریدیں بھلا فلاں۔۔۔۔۔۔فلاں کو تو دیکھیں انہوں نے اپنے لئے کس قدر جائیدادیں بنالی ہیں آپؓ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو میں بھی آقا و ارباب بن سکتا ہوں لیکن اس کی مجھے کیا ضرورت ہے۔ جب کہ روزانہ مجھے پینے کے لئے ایک گلاس پانی اور ایک گلاس دودھ بھی مل جاتا ہے اور ہفتہ میں کچھ گندم کی روٹی بھی مل جاتی ہے۔ اسی لئے مجھے جائیدادیں بنانے کا کوئی شوق نہیں۔[1]

3. غیر متقی شخص پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے

ایک دفعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے بیٹے ''اسماعیل'' کے پاس کچھ دولت جمع ہوئی۔ اس کو یہ اطلاع ملی کہ فلاں قریشی شخص یمن جارہا ہے۔ اسے یہ رقم دے کر وہاں کچھ مال تجارت منگوالیا جائے۔

وہ مشورہ کے لئے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تو انہوں نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ وہ شراب پیتا ہے؟''

اسماعیل نے عرض کی: ''بعض مومن یہ بات بھی کہتے ہیں۔''

حضرتؑ نے فرمایا: ''میرا مشورہ یہ ہے تم اس کو اپنی دولت نہ دو؟''

لیکن اسماعیل نے اپنے والد بزرگوار کی بات سنی ان سنی کر دی اور تمام جمع شدہ رقم اس قریشی مرد کے حوالے کر دی۔ تاکہ وہ یمن سے کوئی مالِ تجارت ان کے لئے لے آئے۔

وہ قریشی مرد سفر یمن پر روانہ ہوا اور اس نے اسماعیل کی تمام رقم ضائع کر دی۔

کچھ ایام کے بعد اسماعیل اپنے والدِ محترم کے ساتھ حج پر گئے۔ وہاں صحن کعبہ میں اسماعیل یہ دعا کر رہا تھا کہ خدا اس کی ضائع شدہ دولت کے بدلے اس کا نعم البدل عطا کرے'' جیسے ہی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسماعیل کو دعا کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے پاس آئے اور بڑی شفقت سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''میرا بیٹا! اللہ سے کوئی چیز بلاسبب طلب نہ کرو تمہارا خدا پر کوئی حق نہیں ہے۔ تم نے اس شخص پر اعتماد کیا جو اعتماد کرنے کے قابل نہیں تھا اور جو کوئی انسان اپنے ہاتھ سے خود برباد کرے اس

---

[1] پیغمبر و یاران 74/1۔ اعیان اشیعہ (جندب) 329-347

کی کوئی تدبیرنہیں ہوتی۔''

اسماعیل نے کہا:''ابوجان میں کیا کرتا لوگ تو کہتے تھے کہ وہ شراب پیتا ہے لیکن میں نے خودتو اسے شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

امام نے فرمایا: ''حق تو یہ ہے کہ مومنین کی باتوں کی تصدیق کرنی چاہئے۔شرابی پر اعتمادنہیں کرنا چاہئے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا(نساء آیت نمبر ۵)

''نادانوں کو اپنا مال نہ دو اللہ نے اس مال کو تیرے لئے مایہ حیات بنایا ہے اور شرابی سے بڑھ کر نادان اور کون ہوسکتا ہے؟''

پھر آپ نے فرمایا:سنو!اگر شرابی رشتہ مانگے تو اسے رشتہ نہیں دینا چاہئے۔اور شرابی کے پاس کسی طرح کی امانت نہیں رکھنی چاہئے اگر کوئی شخص شرابی کے پاس امانت رکھے اور شرابی اس کی امانت کو تلف کردے تو اللہ تعالیٰ صاحب امانت کو اس کا کوئی اجر نہیں دے گا اور نہ ہی اس کی امانت کی تلافی کرے گا۔''[1]

4. شیخ مرتضیٰ انصاری کا تقویٰ

شیخ مرتضیٰ انصاری ملت جعفریہ کے عظیم القدر فقیہہ گزرے ہیں۔ایک دفعہ وہ کاشان سے مشہد مقدس جانا چاہتے تھے پہلے وہ تہران آئے وہاں انہوں نے''مادرشاہ'' کے مدرسے میں ایک طالب علم کے کمرے میں رہائش اختیار کی۔

ایک دن شیخ انصاری نے اسی طالب علم کو کچھ رقم دی کہ وہ اس رقم سے روٹیاں خرید لاؤ۔جب وہ طالب علم آیا تو شیخ نے دیکھا کہ اس نے روٹیوں کے اوپر حلوہ بھی رکھا ہوا ہے۔

شیخ نے اس سے پوچھا:''تو نے حلوہ کے لئے رقم کہاں سے لی؟''

اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک دوست سے قرض لیا ہے۔

شیخ مرتضیٰ انصاری نے نہ تو حلوہ کھایا اور نہ ہی روٹی جس پر وہ حلوہ رکھا تھا۔اور فرمایا کہ میں نے اس لئے حلوہ نہیں کھایا،کیا خبر میں قرض کی ادائیگی تک زندہ رہ بھی جاتا ہوں یا نہیں۔

اللہ نے شیخ کو بڑی عزت دی حتیٰ کہ وہ ملت جعفریہ کے مرجع اعظم بن گئے وہی طالب علم ایک دفعہ شیخ سے ملنے حوزہ علمیہ نجف اشرف آیا۔اور شیخ مرتضیٰ انصاری سے پوچھا کہ آپ نے کونسا ایسا عمل کیا ہے کہ آپ پوری دنیائے تشیع کے مرجع اعظم بن گئے؟

شیخ نے کہا کہ سیدھی سی بات ہے میرے اندر اس حلوہ والی روٹی کھانے کی جرات تک نہ تھی اور آپ نے وہ روٹی

---

[1] بحارالانوار267/4

بھی کھائی اور وہ حلوہ بھی کھایا۔ [1]

5. عقیل کا اعتراض

جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو ظاہری خلافت ملی تو آپؑ منبر پر تشریف لائے۔ خداوندِ قدس کی حمد وثناء کے بعد آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! جب تک مدینہ میں میرے پاس ایک بھی کھجور کا درخت باقی رہے گا۔ میں تمہارے مال غنیمت سے ایک بھی درہم نہ لوں گا۔ لوگو! یاد رکھو میں نے اپنے آپ کو اس مال سے محروم کیا ہے۔

میں نے یہ تمام مال تمہارے سپرد کیا ہے۔

اس وقت آپؑ کے بھائی عقیل کھڑے ہوئے اور کہا: ''خدا کی قسم! آپ نے بیت المال سے مجھے جتنے حقوق دیئے آپؑ نے مدینہ کے سیاہ فام غلاموں کو بھی وہی حقوق دیئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ: ''تیرے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں تھا۔ جو یہ اعتراض کرتا۔ تو نے اعتراض کیا ہے کہ میں نے ایک سیاہ فام غلام کو بیت المال سے تیرے برابر حصہ کیوں دیا؟ دیکھو اگر تم نے اسلام میں سبقت لی ہے اور تقویٰ اختیار کیا ہے۔ اس کا اجر تمہیں آخرت میں دیا جائے گا۔ دنیاوی لحاظ سے تم اور وہ سیاہ فام غلام میرے لئے برابر ہیں۔ [2]

---

[1] داستانھا و پندھا 151/4۔ زندگی وشخصیت شیخ انصاری ص 70

[2] نمونہ معارف 171/3۔ وافی 60/3

باب نمبر22

توکل

ارشادخداوندی ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

پھر جب آپ عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ بھروسہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[1]

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"التوکل علی اللہ نجاۃ من کل سوء۔"

''ہر بُرائی سے بچنے کا ذریعہ خدا پر توکل ہے۔''[2]

مختصر تشریح

''توکل'' ایک ایسا جام ہے جس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے۔ جو اس مہر کو اس دنیا میں توڑ دیتا ہے تو وہ اس جام سے کبھی بھی استفادہ نہیں کر سکے گا۔ توکل کی کم از کم حد یہ ہے کہ انسان خدا کی تقسیم پر راضی رہے اور وقت سے پہلے کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ایثار سے کام لے اور اپنے تمام امور خدا کے سپرد کر دے۔ اگر متوکل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رہے گی تو وہ ہمیشہ حقیقتِ توکل پر قائم رہے گا۔

''توکل'' صرف الفاظ اور زبانی دعوؤں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک باطنی عمل ہے یہ ایمان کی چابی ہے۔ تمام آرزوؤں کو ختم کر دینے سے انسان میں توکل آجاتا ہے۔ اور جس شخص میں توکل آجائے تو شخص متوکل کہلاتا ہے۔

1. خدا پر توکل کرنے والا تاجر

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی بات ہے کہ ایک تاجر جو ہمیشہ خدا پر توکل رکھتا تھا۔ وہ تجارت کے لئے شام سے مدینہ کی طرف آرہا تھا۔ راستے میں اسے ایک شامی ڈاکو گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی طرف تلوار لے کر آیا اور

---

[1] سورۃ آل عمران آیت/159

[2] بحارالانوار 79/78

وہ اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔

تاجر نے اس ڈاکو سے کہا: تمہارا مقصد میرا مال لوٹنا ہے تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے؟

ڈاکو نے کہا: ''تجھے میں ضرور قتل کروں گا اگر میں نے تجھے قتل نہ کیا تو حکومت کو میری رپورٹ کرے گا۔ جس کی وجہ سے مجھے سزا ہوسکتی ہے۔ تاجر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ہر صورت قتل کرنا ہے تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں دو رکعت نماز ادا کرلوں۔ ڈاکو نے تاجر کی یہ بات مان لی۔

تاجر نے نماز پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا: بارالہا! میں نے تیرے حبیب سے یہ بات سنی تھی کہ جو تجھ پر توکل کرے گا اور تیرا ذکر کرے گا وہ ہمیشہ امان میں رہے گا۔ پروردگار یہ بیابان ہے یہاں میرا کوئی مددگار نہیں ہے اور مجھ پر رحم فرما۔''

جیسے ہی اس تاجر کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے تو اس نے دیکھا کہ سفید گھوڑے پر ایک نوجوان وہاں آیا۔ اس نے ڈاکو کے ساتھ لڑائی کی اور اس نووارد شخص نے ڈاکو کو قتل کر دیا۔ پھر وہ تاجر کے پاس آیا اور کہا: ''اے خدا پر توکل کرنے والے انسان میں نے دشمن خدا کو قتل کر دیا ہے اور تجھے اس کے شر سے آزاد کر دیا ہے۔ تاجر نے اس سے کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ تعارف تو کروائیں آپ کون ہیں؟ اور مجھ غریب کی مدد کو کیسے آئے؟

اس نے کہا: ''سنو! میں تمہارا توکل ہوں اور اللہ نے مجھے نورانی شکل عطا کر کے آسمانوں پر بٹھایا ہے اچانک مجھے جبرائیل علیہ السلام نے ندا دی کہ جاؤ زمین پر دشمن تمہارے ساتھی کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ زمین پر جا کر اس کی مدد کرو۔ جیسے ہی جبرائیل نے مجھے حکم دیا تو میں فوراً زمین پر آیا اور تیرے دشمن کو ہلاک کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ گھڑسوار نوجوان واپس چلا گیا۔

اس تاجر نے اس کے بعد خدا کی حمد وثناء کی اور پیغمبر اکرمؐ کے فرمان پر اس کے عقیدہ میں اور اضافہ ہوا۔

پھر وہی تاجر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بھی آپ کو سنایا کہ توکل انسان کو اوج سعادت پر پہنچا دیتا ہے اور توکل کرنے والا شخص، انبیا، اولیا صالحین اور شہداء کے ساتھ آخرت میں محشور کیا جائے گا۔[1]

2. پیغمبرؐ اور توکل

''ابوسفیان'' مشرکین مکہ کا سردار تھا۔ اس نے دیکھا کہ رسول خداؐ دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ فتح کرنے آ گئے ہیں۔ جب کہ اس پہلے وہ رسول اکرمؐ سے کئی خونی جنگیں لڑ چکا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اپنی جان بچانے کے لئے اس نے اسلام قبول کیا۔ اور اپنے آپ سے کہنے لگا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ آخر محمدؐ کو ایسی کامیابی کیسے ملی جب کہ مکہ میں محمدؐ اکیلا تھا اور آج اس نے اتنا بڑا لشکر کیسے بنالیا۔

---

[1] خزینۃ الجواہر ص679۔ مجالس المتقین شہید الثالث

اس کی وہی باتیں رسولِ خداؐ نے سن لیں۔آپؐ نے اپنادست مبارک اس کے کاندھے پر رکھااور فرمایا:''ہم خدا کی مدد سے تم پر کامیاب ہوئے ہیں۔

اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توکل دیکھنا ہوتو جنگ احد میں دیکھا جاسکتا ہے۔جنگ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سالشکر لے کر گئے۔دشمنوں نے اچانک گھات لگا کر حملہ کر دیا۔

صحابہ بھاگ کھڑے ہوئے۔وہاں پر مدد کرنے والے آدمی نہ رہے۔نہ ہی آپؐ کی کوئی جرأت میں فرق آیا اور نہ ہی آپؐ کے توکل میں کوئی فرق آیا۔اس وقت آپؐ نے خداوند تعالیٰ کے حضور دعا کی:''پروردگار تمام حمد اور ثناء تیرے لئے مخصوص ہے میں یہ شکایت تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہوں تو اس موقعہ پر میری مدد فرما۔تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل امین نازل ہوئے اور عرض کی۔''یارسول اللہ!ایسی ہی دعا موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی تھی اور میں نے موسیٰ کے لئے دریا میں راستے بنادیئے اور اس دعا کے نتیجے میں ہم نے موسیٰ کو فرعون کے شر سے آزاد کیا۔''[1]

3. حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیماری

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے تو بنی اسرائیل ان کی عیادت کے لئے آئے اور ان سے کہا:''آپؑ فلاں جڑی بوٹی کو بطور دوا استعمال کریں تو آپؑ تندرست ہو جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا؛''میں دوا نہیں کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے بغیر دوا کے تندرستی عطا فرمائیں گے۔

آپؑ کافی عرصہ بیمار رہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو وحی فرمائی:''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم جب تک آپ اس جڑی بوٹی سے اپنا علاج نہیں کرو گے جس کے متعلق بنی اسرائیل نے تمہیں کہا ہے۔اس وقت تک میں تمہیں تندرستی نہیں دونگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بلا کر کہا:کہ جو دوائی تم نے تجویز کی تھی وہ میرے پاس لاؤ۔دوائی لائی گئی۔انہوں نے استعمال فرمائی اور چند دنوں میں صحت یاب ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات کئی دنوں تک چھبتی رہی کہ اللہ اگر بغیر وسیلے کے شفا عطا کر دیتا تو اس میں کیا عیب تھا۔

جب آپؑ کوہ سینا پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اردت ان تبطل حکمتی بتوکلك علی ضمن اودع العقاقیر منافع الاشیاء۔''

اے موسیٰ!تم مجھ پر توکل کر کے میری حکمت کو باطل کرنا چاہتے تھے۔ان بوٹیوں میں یہ فوائد کس نے رکھے ہیں؟[2]

---

[1] دسھائی از زندگی پیغمبر اسلام216۔بحارالانوار150 / 21

[2] جامع السعادات228۔ علم اخلاق اسلامی290 / 2

4. حماد ابن حبیب

حماد بن حبیب کوفی کا بیان ہے کہ ایک سال میں ایک قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوا۔ جب ہم نے منزل زبالہ سے کوچ کیا تو سخت سیاہ آندھی چلی اور آندھی اتنی تیز تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اس دوران میں قافلے سے بچھڑ گیا۔

جب تاریکی کا زور کچھ کم ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بے آب وگیاہ میدان میں تنہا پایا۔ دور سے مجھے ایک درخت نظر آیا۔ میں اس درخت کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جوان جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے جسم سے مشک وعنبر کی خوشبو آرہی تھی۔ وہ بھی اس درخت کی طرف آرہا تھا۔

میں نے دل میں کہا کہ یہ اللہ کا ولی ہوگا، میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کرلیا تا کہ وہ جوان مجھے یہاں دیکھ کر کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

کچھ دیر بعد وہ جوان آیا اور نماز کی تیاری کرنے لگا اور اس نے یہ دعا پڑھی

"یامن حاذ کل شیئٍ ملکوتا وقھر کل شیئٍ جبروتا صلی علیٰ محمدوآل محمد واولج قلبی فرح الاقبال علیك فالحقنی لمیران المطیحین لك۔"

''اے وہ ذات جس کی قدرت اور جبروت ہر چیز پر حاوی ہے۔ محمد اور آل محمدؐ پر درود بھیج اور میرے دل میں اپنے حضور حاضر ہونے کی خوشی داخل فرما اور اپنے اطاعت گزاروں کے میدان میں مجھے ملحق فرما۔''

پھر جوان نے نماز شروع کی۔ میں نے دیکھا کہ جوان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

میں نے بھی نماز شروع کی اور جوان کی اقتداء میں کھڑا ہوگیا اور اس وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے لئے ایک محراب سا بن گیا ہے۔ جوان جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتا جس میں وعدہ ووعید ہوتی تو اس کی آہ ونالہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔

نماز کی تکمیل کے بعد جوان نے رو رو کر یہ دعا مانگی:

"یامن قصدہ الضالون فاصابوہ مرشدا وامہ الخائفون فوجدوہ متھلا ولجا الیہ العابدون فوجدوہ موئلای راحۃ من نصب لغیرك بدنہ ومتی فرح من قصد سواك بھمتہ، الھی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتك وطرا ولامن حیاض منا جاتك صدرا صلی علیہ محمدوآل محمد وافعل مجا اولی الامرین بك یاارحم الراحمین۔"

''اے وہ ذات جس کا قصد راہ گم کرنے والوں نے کیا تو انہوں نے اسے راہ نما پایا اور خوف زدہ لوگوں

نے اس کی بارگاہ کا ارادہ کیا تو اسے پناہ گاہ پایا اور جس کی طرف عابدوں نے رجوع کیا تو انہوں نے اسے ملجا وماویٰ پایا۔ اسے راحت نصیب نہ ہوگی جو تیرے غیر کی خدمت میں اپنے بدن کو پیش کرے گا اور اسے کبھی خوشی نہیں ملے گی جو تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے گا۔''

پروردگار! اب جب کہ تاریکی چھٹ چکی ہے لیکن ابھی تک میں تیری کما حقہ خدمت نہ کرسکا اور تیری مناجات کے سرچشمے سے ابھی تک میرا سینہ نہیں بھرا۔ محمد وآل محمد پر درود بھیج اور مجھ سے وہ سلوک کر جو تیری شان کریمی کے مطابق ہو۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔''

حماد کہتا ہے کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ جوان کہیں اب میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوجائے اور پھر مجھے مل نہ سکے تو میں جلدی سے اٹھا اور اس کے دامن کو پکڑ کر کہا: ''تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے رنج وملال سے دور رکھا ہے۔ اور جس نے تجھے لذت عبادت عطا کی ہے۔ مجھ پر رحم کر میں راستے سے بھٹکا ہوا مسافر ہوں مجھے منزل مقصود پر پہنچا۔''

جوان نے میری درخواست سنی تو کہا: ''اگر تو سچائی اور دل کی پاکیزگی سے اللہ پر بھروسہ کرے گا تو کبھی بھی نہیں بھٹکے گا۔ اب میرے پیچھے چلا آ اور میری قمیض کے دامن کو پکڑ لے۔''

میں نے ایسا ہی کیا مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ گویا میرے پیروں سے زمین نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جوان نے کہا: ''لو تمہیں مبارک ہو۔ یہ مکہ معظّمہ ہے اور امید ہے کہ تمہارے کانوں میں حاجیوں کی آوازیں آرہی ہوں گی۔''

حماد کہتے ہیں کہ میں نے جوان کو قسم دے کر کہا: ''تجھے اس ذات کی قسم جس سے روز قیامت آپ کی امید وابستہ ہے، اپنا تعارف کراؤ۔''

جوان نے کہا: ''تو نے قسم دی ہے تو پھر سن لے میں علی ابن حسین علی بن ابی طالب ہوں۔''[1]

5. ساقی پر اعتماد

ایک دن جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی وحی لیکر زندان کے دروازے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا تیرا اللہ تجھ سے پوچھتا ہے کہ اے یوسف علیہ السلام تجھے یہ حُسن کس نے دیا ہے؟

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ''اے خدا تو نے۔''

پھر ارشاد ہوا: ''یعقوب کے دل میں تیری محبت کس نے ڈالی تھی؟''

یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے پروردگار! تو نے ڈالی تھی۔''

پھر ارشاد ہوا: ''جب بھائیوں نے تجھے کنوئیں میں ڈالا تھا تو نجات کے لئے تجھے دعا کی کس نے تعلیم دی تھی؟''

---

[1] پند تاریخ 182/5۔ بحار الانوار ج 11 ص 24

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ''خدایا! تو نے ہی مجھے وہ دعا تلقین فرمائی تھی۔''

پھر ارشاد ہوا: ''قافلہ کو اس ویران کنوئیں پر کون لایا تھا۔''

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ''خدایا! تو ہی قافلہ کو وہاں لایا تھا۔''

آواز قدرت آئی: ''تجھے شاہ مصر کے گھر پناہ دینے والا کون تھا؟''

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: ''تو نے مجھے شاہ مصر کے گھر میں پناہ دی۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''عزیز مصر کی بیوی اور زنان مصر کے شر سے تجھے کس نے بچایا اور چھوٹے بچے سے تیری پاکدامنی کی گواہی کس نے دلائی۔''

یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: ''خدایا تو نے ہی سب کچھ کیا۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے یوسف! تجھے زندان میں میں نے تو نہیں بھیجا تھا تو نے ہی ''رب السجن احب الی'' کہہ کر مجھ سے زندان جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اگر تو زندان سے تنگ آ گیا تھا اور رہائی چاہتا تھا تو کیا تو اپنی اس خواہش کا اظہار مجھ سے نہیں کرسکتا تھا۔

"فکیف استغثت بغیری ولم تستغث بی وتسأ لنی ان اخرجك من السجن۔"

''آخر تجھے کیا ضرورت پڑی کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں سے کیوں مدد طلب کی اور کیا میں تجھے زندان سے رہائی نہ دلا سکتا تھا؟''

اب اس کی سزا یہ ہے کہ تو مزید سات سال تک اس زندان میں بسر کرے گا۔''[1]

---

[1] نمونہ معارف 280/3۔ لئالی الاخبار ص92

باب نمبر 23

تسلیم

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

"وأمِرنالِنُسلِمَ لِرَّب الْعٰالَمین۔"

اور ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم رب العالمین کے آگے سرِ تسلیم خم کردیں۔[1]

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

"احق خلق اللہ ان یسلم لنا قضیٰ اللہ۔"

''خداوندتعالیٰ کی مخلوقات میں سے بہتر وہ ہے جو قضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم جھکادے۔''[2]

مختصر تشریح

صاحب تسلیم انسان کی صفت رضا اور توکل سے بھی بہتر صفت ہے۔ کیونکہ صاحب تسلیم شخص پر جو مشکلات وارد ہوتی ہیں ان کا کوئی علاج نہیں کرتا اور اپنے دل کو تمام مشکلات سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔

صفت رضا بنیادی طور پر انسان کے موافق ہے اور توکل کی صفت میں انسان اپنے سارے معاملات خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ دونوں صفات انسان کی طبع اور نفس میں داخل رکھتی ہیں۔ جبکہ تسلیم میں معاملہ ایسا نہیں ہوتا۔ خدا کے چنے ہوئے بندے بہت سی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں مثلاً خاندان کی بداخلاقی، بیماری تکالیف وغیرہ میں دوچار ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ صاحب تسلیم افراد ہوتے ہیں اور کبھی بھی زبان اعتراض نہیں کھولتے اور اپنے اندرونی عدمِ رضا کا اظہار بھی کسی سے نہیں کرتے۔

عرض مترجم تسلیم کی مختصر تشریح میر تقی میرؔ کے اس شعر سے کی جاسکتی ہے

زیرِ شمشیر ستم میرؔ تڑپنا کیسا
سر بھی تسلیمِ محبت سے ہلایا نہ گیا۔

---

[1] سورۃ انعام آیت 71

[2] جامع السعادات 204/3

1.امام کا جواب

بیان کیا جاتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس مہمانوں کا کافی آنا جانا لگا رہتا تھا۔آپؑ مہمانوں کی کبھی مرغن غذاؤں اور حلوہ سے ان کی مہمان نوازی کرتے اور کبھی خشک روٹی اور زیتون سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے۔

ایک شخص نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت اگر آپ صاحب تدبیر ہو کر عمل کریں تو آپ تمام مہمانوں کی یکساں مہمان نوازی کر سکتے ہیں۔

حضرت نے جواب دیا کہ تدبیر امور ہمارے پاس تو نہیں ہے وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ہم تو صرف اس کے حکم پر گردن جھکا دیتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ رزق عطا کر دیتا ہے تو ہم بھی مہمانوں کی اعلیٰ غذاؤں سے پذیرائی کرتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ہمیں رزق کم دیتا ہے تو ہم بھی اپنی مہمان نوازی میں کمی کر دیتے ہیں۔[1]

2.معاذ ابن جبل

معاذ ابن جبل اٹھارہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے انہوں نے جنگِ بدر، جنگ احد، جنگ خندق اور کئی دوسرے غزوات میں شرکت کی۔

رسولِ خدا نے معاذ اور عبداللہ بن مسعود کو آپس میں بھائی قرار دیا تھا۔

معاذ انتہائی خوب صورت اور سخی انسان تھے۔رسول خداؐ نے اسے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔اور رسولؐ خدا نے اسے روانہ کرتے وقت بہت سی نصیحتیں کی تھیں ان نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی۔لوگوں پر سختی نہ کرنا اور لوگوں سے ایسے پیش آنا کہ وہ تیرے دین کی طرف رغبت کریں۔

خلیفہ دوم کے زمانے میں جب مسلمانوں اور رومیوں کی جنگ ہوئی تو اس جنگ میں بھی معاذ بن جبل نے شرکت کی۔

18ھ کو شام کے علاقے ''امواس'' میں طاعون کی وبا پھیلی۔ابوعبیدہ مسلمانوں کا حکمران تھا۔وہ بھی اس مرض میں مبتلا ہوا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی حالت خطرے میں ہے تو اس نے اپنے بعد معاذ بن جبل کو حکمران قرار دیا۔

جب سپاہیوں نے اس سے عرض کی کہ آپؓ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس وبا کو دور کرے انہوں نے کہا کہ یہ پریشانی نہیں ہے بلکہ یہ پیغمبر اکرم کی دعا ہے کہ وبا میں نیک وصالحین افراد کی موت شہادت ہوتی ہے۔بعد میں انہوں نے بارگاہِ اقدس میں عرض کی کہ پروردگار! یہ طاعون کی رحمت میرے اہل خانہ پر بھی نازل کر۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کے اہل خانہ بیمار ہو گئے اور ان میں سے اکثر کی وفات بھی اسی طاعون سے ہوئی۔

---

[1] شبیند یتھائی تاریخ ص32۔محجۃ البیضاء 43/3

طاعون کے مرض نے ان کی ایک انگلی پر بھی اثر کیا تھا۔ وہ اس انگلی کو دانتوں میں چباتے تھے اور کہتے تھے پروردگار یہ تو بہت کم ہے اس میں اور برکت ڈال۔

آخر کار 39 برس کی عمر میں ان کی وفات ہوئی اور وہ اردن کی سرزمین میں مدفون ہوئے۔[1]

3. تسلیم کا سبق کبوتروں سے سیکھنا چاہئے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک خاتون کا ایک ہی بیٹا تھا جو کہ اپنی ماں کو بے حد پیارا تھا۔ قضائے الٰہی سے اس ماں کا جوان بیٹا وفات پا گیا۔ جس کی موت کی وجہ سے وہ ماں شدید صدمہ سے دوچار ہوئی۔ صبر وسکون اس کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ اس قبیلے کے کچھ افراد پیغمبر اکرمؐ کے پاس گئے اور پیغمبر اکرم سے درخواست کی کہ وہ اس ماں کے صبر کے لئے دعا کریں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماں کے پاس گئے اور دیکھا کہ وہ صبر سے آزاد ہو چکی تھی۔ آپ نے اس کے گھر میں اچھی طرح سے نگاہ کی اور آپؐ نے دیکھا کہ اس کے گھر میں موجود درخت پر کبوتروں کا گھونسلہ تھا۔ آپؐ نے اس عورت سے فرمایا:

''اے مادر! یہ کبوتروں کا گھونسلہ ہے کیا اس میں کبوتر موجود ہوتے ہیں؟

اس عورت نے عرض کیا: ''جی ہاں!''

پھر کہا کہ کیا کبوتر یہاں بچے بھی دیتے ہیں؟

اس عورت نے کہا: ''جی ہاں''

آپؐ نے اس سے پوچھا: ''کیا جو بچے پیدا ہوتے ہیں سب کے سب پرواز کر جاتے ہیں؟

اس عورت نے جواب دیا: ''نہیں اُن میں سے کچھ بچے تو اڑ جاتے ہیں اور کچھ کو ہم پکڑ کر ذبح کرتے ہیں اور ان کا گوشت کھاتے ہیں۔''

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم ان کے بچے ذبح کرتے ہو تو کیا وہ یہ آشیانہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جاتے ہیں؟

عورت نے جواب دیا: ''نہیں، یا رسول اللہؐ!''

تو پھر آپ نے فرمایا: ''اے خاتون اس اللہ سے ڈر کہیں تیرا مقام ان کبوتروں سے پست تر نہ ہو جائے۔ یہ کبوتر جن کے تم بچے ذبح کرتے ہو۔ انہوں نے تو تیرا گھر نہیں چھوڑا اگر اللہ تعالیٰ نے تیرا ایک بیٹا لے لیا ہے تو تو اس پر ناراض ہو گئی ہے۔ اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ اور ناشائستہ باتیں کرنے لگ گئی۔''

---

[1] پیغمبر و یاران 264-295۔ طبقات ابن سعد 122/3

جیسے ہی عورت نے یہ باتیں سنیں تو اسے اپنی حالت پر ترس آیا اور پھر اس نے صبر سے کام لیا۔[1]

4. سر بھی تسلیم محبت سے ہلایا نہ گیا

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے چچا حضرت صعصہ بن صوحان کے پاس اپنے حالات کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: ''بھتیجے! جب تم کسی تکلیف کی کسی کے پاس شکایت کروگے تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی۔''

1. جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دوست ہوگا تو وہ تمہاری تکلیف سن کر افسردہ اور پریشان ہوجائے گا۔
2. یا جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دشمن ہوگا اور وہ تمہاری تکلیف سن کر الٹا خوش ہوگا۔

مخلوق کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت مت کرو۔ کیونکہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اپنی مصیبت اور درد کی شکایت کرنی ہے تو اس کے سامنے کرو جس نے تمہیں اس میں مبتلا کیا ہے اور جو تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے پیارے بھتیجے! میری ایک آنکھ چالیس سال سے ناکارہ ہے مجھے اس سے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن میں نے اس کے متعلق کسی کو آج تک خبر نہیں دی۔ حتیٰ کہ میری بیوی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔[2]

5. رسول اکرم کے فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کردینا چاہئے

''زبیر ابن عوام'' کا نخلستان ایک انصاری کے نخلستان سے منسلک تھا۔ ''زبیر ابن عوام'' رسولِ خدا کے پھوپھی زاد تھے۔ نخلستان کی آبپاشی کے مسئلہ پر دونوں میں جھگڑا ہوگیا۔ یہ دونوں اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

زبیر کا نخلستان تھوڑا بلند حصے پر تھا اور انصاری کا نخلستان تھوڑا پست حصے پر تھا۔ اور پانی لگانے کا اصول یہ ہوتا ہے کہ پہلے بلند حصے کو سیراب کیا جاتا ہے اور بعد میں پست حصے کو سیراب کیا جاتا۔

اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ پہلے زبیر بن عوام کے نخلستان کو سیراب ہونا چاہئے اور بعد میں انصاری کے نخلستان کو سیراب ہونا چاہئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فیصلہ اگرچہ عدل وانصاف کے عین مطابق تھا لیکن انصاری کو یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ اور اس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ زبیر کے حق میں اس لئے کیا کہ زبیر آپ کا رشتہ دار ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اس تنقید سے سخت اذیت ہوئی اور آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے

---

[1] نمونہ معارف 2-761

[2] پند تاریخ 188/5۔ الکنی والالقاب۔ ج2 ص13

یہ آیت نازل فرمائی۔''تیرے پروردگار کی قسم! اس وقت تک کوئی بھی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے معاملات کا فیصلہ آپؐ سے نہ کرائے۔ اور اگر آپؐ کوئی فیصلہ کر بھی دیں تو اپنے دلوں میں ناراضگی اور تنگی محسوس نہ کرے۔ اور مکمل طور پر آپکے فیصلے پر سرتسلیم خم کردیں۔''(سورۂ النساء آیت 65) یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رہبر اسلامی کے آگے سر جھکا دینا چاہئے اور اس کے تمام فیصلوں کو دل وجان سے قبول کرنا چاہئے۔[1]

[1] داستانھا و پندھا102/9۔ مجمع البیان69/3

باب نمبر 24

تفکر

ارشادخداوندکریم ہے:۔

اَوَلَمۡ یَتَفَکَّرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

''کیاانہوں نے اپنے (دل کے) اندر یہ غوروفکرنہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اورزمین اور جوکچھان کے درمیان ہے کہ برحق اورمعینہ مدت کے لیےخلق کیا ہے؟''[1]

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"التفکر یدعوالی البروالعمل بِہٖ۔"

''تفکرانسان کونیکی اوراس پرعمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔''[2]

مختصرتشریح

اپنے اوراہل عالم کے احوال پرفکرکرنا ایک ایسا آئینہ ہےجس سے انسان تمام خوبیوں کو دیکھ سکتا ہے اسی ہی سے اپنے گناہوں کودیکھ کران گناہوں کا کفارہ کرسکتا ہے۔فکرکرنے سے دل منورہوتا ہےاوراس کے ذریعے سے معادکی اصلاح ہوتی ہے۔اور انسان اپنے امورکےانجام کی طرف متوجہ ہوتا ہےجس کی وجہ سے اس کے اعمال میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

تفکرایک ایسی خصلت ہےاس جیسی عبادت کوئی اورنہیں ہےرسول اکرمؐ کا فرمان ہے کہ ایک گھنٹے کے لئےتفکرکرنا ایک سال کی عبادت سےافضل ہے۔

تفکر کے مقام پرصرف وہی شخص پہنچ سکتا ہےجس کے قلب پرخدانے نگاہ کی ہواورجس کے دل کوحق معرفت سے منورکیا

---

[1] سورۂ روم آیت8

[2] جامع السعادت166/1

ہو۔اورچشمِ عبرت سے دنیا کو دیکھتا ہواورحق سے غافل نہ ہوتا ہو۔[1]

1. ربیعہ

''ربیعہ بن کعب'' فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''ربیعہ تم نے مسلسل سات سال تک میری خدمت کی ہے کوئی حاجت مجھ سے طلب نہیں کرو گے تا کہ میں تمہاری وہ حاجت پوری کروں؟''

میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہؐ! آپ مجھے مہلت دیں تا کہ میں اس مسئلہ پر کچھ غوروفکر کرسکوں۔

دوسرے دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ''ربیعہ اپنی حاجت بیان کرو۔''

میں نے عرض کیا: ''مولا! بس میری یہی حاجت ہے کہ آپؐ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپؐ کے ساتھ داخلِ بہشت کرے۔''

جب پیغمبر اکرمؐ نے میری یہ خواہش سنی تو کہنے لگے کہ تجھے یہ سوال کس نے تعلیم دیا ہے؟

میں نے عرض کیا: ''کسی نے مجھے یہ سوال تعلیم نہیں کیا لیکن میں نے خود اپنے دل میں غوروفکر کیا اگر میں نے رسول پاک سے دولت مانگی تو وہ مجھے عنایت کردیں گے لیکن دولت زوال پذیر ہوتی ہے۔اگر میں نے رسول پاک سے طویل عمر اور زیادہ اولاد کی درخواست کی تو وہ بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے لمبی عمر اور اولاد بھی دِلا دیں گے لیکن نتیجہ کیا ہوگا آخر گا مجھ پر بھی موت آجائے گی اور میری اولاد بھی اس فانی جہان میں نہیں رہے گی میں نے ساری رات سوچا کہ مجھے آپؐ سے کیا مانگنا چاہئے۔اس کے بعد پیغمبر اکرم نے ایک گھڑی کے لئے اپنے سر کو نیچے جھکایا اور سوچتے رہے۔اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: ''میں خداوند تعالیٰ سے تیرے لئے یہی دعا کیا کروں گا لیکن تو زیادہ سجدہ کر کے میری اعانت کرنا۔''[2]

2. عمل سے پہلے سوچ بچار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں ایک صحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''یارسول اللہ! میں نے کوئی بھی لین دین کیا یا کوئی چیز کسی سے فروخت کی ہے یا کوئی چیز خرید کی ہے تو مجھے اس میں گھاٹا ہی آیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''آخر تجھے نقصان کیوں آتا ہے۔تم غوروفکر نہیں کرتے۔آئندہ ایسا کرنا جس سے خرید وفروخت کرنا۔تین دن تک کے لئے حق فسخ کا اختیار اپنے پاس محفوظ رکھنا۔اور کہنا کہ اگر یہ معاملہ درست ہوا تو بحال رکھوں گا اور اگر معاملہ درست نہ رہا تو معاملہ فسخ کردوں گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ غوروفکر کرنے کی عادت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے

---

[1] تذکرہ الحقائق ص29

[2] خزینۃ الجواہر ص345۔دعوات راوندی

ہوتی ہے۔ دیکھو اگر تم نے غور وفکر کرنے کے عمل کو سیکھنا ہو تو کتے سے سیکھو۔ جب تم کتے کے سامنے کوئی غذا رکھتے ہو تو وہ یکدم اسے کھانا شروع نہیں کرتا۔ وہ اسے پہلے سونگھتا ہے یعنی خوب اور ناخوب میں فرق کرتا ہے۔ اگر وہ غذا اس کے موافق ہو تو کھا لیتا ہے۔ اگر موافق نہ ہو تو نہیں کھاتا۔ اور فرمایا تو تو صاحب عقل وخرد ہے تو کتے سے تو کمتر نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے غور وفکر کرنا چاہئے۔[1]

3. تفکر کی اقسام

حضرت مقداد حضرت علی علیہ السلام کے باوفا صحابی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابوھریرہ کے پاس گیا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک گھڑی کے لئے غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔

اس کے بعد میں ابن عباس کے پاس آیا اور وہ کہہ رہے تھے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک گھڑی کے لیے غور وفکر کرنا سات سال کی عبادت کرنے سے افضل ہے۔'' جب کہ میں نے ایک صحابی سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''ایک گھڑی کے لئے غور وفکر کرنا ستر سال کی عبادت کرنے سے افضل ہے۔''

مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے ایک سال کہتا ہے، دوسرا سات سال کہتا ہے اور تیسرا ستر سال کہتا ہے۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا آپؐ نے کہا کہ ان تینوں نے سچ کہا ہے۔ پھر آپ نے معاملہ کو واضح کرنے کے لئے ان تینوں اشخاص کو بلایا میں بھی موجود تھا۔

پیغمبر اکرمؐ نے ابو ہریرہ سے پوچھا: ''تو کس طرح سے غور وفکر کرتا ہے؟'' اس نے جواب دیا کہ میں اس طرح سے غور وفکر کرتا ہوں جیسا کہ قرآن نے کہا ہے ''کہ صاحبان عقل تخلیق کائنات آسمانوں اور زمینوں کی تخلیقات پر غور وفکر کرتے ہیں۔'' آلِ عمران 191 میں بھی زمین وآسمان کی تخلیق پر غور وفکر کرتا ہوں۔

تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے یہ ایک گھڑی کی سوچ وفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔''

پھر آپؐ نے ابن عباس سے پوچھا کہ تم کس طرح سے سے غور وفکر کرتے ہو؟

تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ موت اور روزِ محشر کی وحشت پر غور وفکر کیا کرتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

یہ ایک گھڑی کی سوچ وفکر سات سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

پھر آپؐ نے تیسرے صحابی سے پوچھا کہ تم کس چیز پر غور وفکر کرتے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ میں آتش دوزخ اور وحشت دوزخ اور اس کی سختیوں پر غور وفکر کرتا ہوں۔ تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ٹھیک ہے یہ ایک گھڑی کا غور وفکر ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

---

[1] روایتھا حکایتھا ص195

اس ترتیب سے رسولِ خدانے تفکر کے مختلف انواع اور تفکر کی جزا مقرر کی ہے۔[1]

4. فکرریاست

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست جو مالی طور پر پریشان تھا میرے پاس آیا اور اپنے حالات کی شکایت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں انتہائی تنگ دست ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنی آبرو کی حفاظت کے لئے کسی دوسرے شہر میں ہجرت کر جاؤں۔ تا کہ وہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے۔ اور بعد میں وہ دوست کہنے لگا کہ آپ کے کافی لوگوں سے رابطے ہیں اور میں علم حساب کا اچھا خاصا ماہر ہوں اور میں آپ کے پاس آیا ہوں آپ میرے لئے حکومتی اداروں میں سفارش کریں تا کہ وہ مجھے ملازمت پر رکھ لیں اور میں زندگی آرام سے گزار سکوں۔

اور آپ کا انتہائی شکر گزار رہوں گا۔

میں نے اس سے کہا کہ بھائی حساب کا ماہر ہونا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن بادشاہ کے پاس جو بھی صاحب حساب ہوگا اس کا انجام ان دو میں سے ایک ہوگا۔

1. اس کے دل میں یہ لالچ ہوگی کہ بادشاہ اس کو زیادہ سے زیادہ مال عطا کرے۔
2. اس کے سر پر ہمیشہ خوف کی تلوار لٹکتی رہے گی۔

لہٰذا امید سے وابستگی کے لئے اپنے آپ کو خطرات کے سامنے نہ لاؤ۔ میرے دوست نے کہا کہ آپ نے جو گفتگو کی ہے وہ میرے حالات سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اور آپ نے مجھے کوئی صحیح مشورہ بھی نہ دیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں سمجھا کہ تو دانشور ہے تقوی اور امانت تمہارا امتیاز ہے۔ جب کہ اگر تو حکومت کی ملازمت میں چلا گیا تو وہاں پر حاسد امیر ہوں گے اور ان کی یہ پوری کوشش ہوگی کہ تمہیں کوئی نہ کوئی نقصان ضرور پہنچائیں۔ لہٰذا میری مانو تو اپنی زندگی قناعت کے ساتھ بسر کرو اور اپنے دل سے حکومتی عہدے کا خیال نکال دو۔

لیکن میرا دوست میری ان باتوں سے ناراض ہوگیا اور کہنے لگا کہ یہ کیا تو نے عقل و تدبیر کی باتیں کہی ہیں۔ دوست پریشانی میں مبتلا ہیں تم ان کی مدد نہیں کرتے جبکہ دشمن نعمتوں کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ میرا دوست آزردہ خاطر ہوا۔ میں نے مجبور ہو کر اسے ایک وزیر کے پاس بھیجا۔ وہ وزیر میرا واقف کار تھا۔ اس نے میرا احترام کیا۔ اور میرے اس دوست کو ایک اس نے چھوٹی سی ملازمت دی۔

کچھ عرصے بعد میرے اس دوست نے خوش اخلاقی اور تدبیر کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے اس کا منصب بلند ہوتا گیا۔

ایک مدت کے بعد ایام حج میں نے حج کے لئے مکہ سفر کیا۔ واپسی پر میں ابھی دو منزلیں دور تھا میں نے دیکھا کہ وہی

---

[1] داستانھا و پندھا 87/5۔ تفسیر روح البیان 440/80

شخص میرے پیچھے آ رہا تھا۔ جو انتہائی پریشان تھا اور غریبوں کی سی شکل بنائی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا وجہ ہے تمہاری یہ حالت کیوں ہوگئی؟

تو کہنے لگا کہ آپ نے سچ کہا تھا بادشاہ کے کچھ مصاحبین نے میرے ساتھ حسد کیا ہے۔ بادشاہ نے مجھ سے عہدہ چھین کر میری تمام دولت بھی چھین لی ہے اور حد یہ ہے کہ بادشاہ نے مجھے میراث میں ملنے والی دولت تک بھی بحقِ سرکار ضبط کر لی۔ سعدی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں نے تو تجھے نصیحت کی تھی لیکن تم نہیں مانے کیونکہ بادشاہ کے لئے کام کرنا سمندر میں سفر کرنے کے مترادف ہوتا ہے جو کہ خطرناک بھی ہوتا ہے۔ اور فائدہ مند بھی ہوتا ہے۔ اس میں آپ کو ہیرے و جواہرات مل سکتے ہیں اور آپ کی زندگی بھی جا سکتی ہے۔ [1]

5۔ مُلک ''رے'' کی جاگیریں یا امامؑ کا قتل

یزید ملعون نے اپنے گورنر عبیداللہ ابن زیادہ ملعون کو حکم دیا کہ اگر حسین ابن علی علیہ السلام بیعت نہ کریں تو اسے قتل کر دیا جائے۔ واقعہ کربلا سے پہلے عبیداللہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو ریاستِ رے کی جاگیروں کا پروانہ دیا تھا۔ لیکن وہ ابھی گیا نہیں تھا۔

عبیداللہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو خط لکھا کہ حضرت امام حسینؑ مدینہ سے عراق آ رہے ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے۔ جب تم ان سے جنگ کر کے فارغ ہو جاؤ گے تو ''رے'' چلے جانا۔

عمر ابن سعد نے کہا کہ تم مجھے اس کام سے معاف کر دو۔ لیکن عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ ٹھیک ہے تم انہیں قتل نہیں کر سکتے تو نہ کرو۔ لیکن ہم نے جو تجھے ملک ''رے'' کی جاگیریں دیں ہیں تو وہ تم واپس کر دو۔

عمر ابن سعد پریشان ہوگیا۔ ایک طرف امام کا قتل ہے تو دوسری طرف سے سلطنتِ ''رے'' ہے۔ اس نے عبیداللہ ابن سعد کو کہا کہ آپ مجھے ایک رات کی مہلت دیں تا کہ میں سوچ کر آپ کو بتا سکوں۔

عبیداللہ ابن زیاد نے اسے مہلت دے دی۔ وہ ساری رات ملعون سوچتا رہا اور آخر یہ فیصلہ کیا کہ سلطت ''رے'' نقد انعام ہے جب کہ جنت اور جہنم ادھار کا سودا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے امامؑ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے اسے بہت بڑا لشکر دیا۔

امام علیہ السلام 2 محرم الحرام کو کربلا آئے اور 3 محرم کو عمر ابن سعد وہاں پہنچا جس کے پاس چار ہزار کا لشکر تھا۔

اور دس محرم الحرام کو عمر ابن سعد نے ملک ''رے'' کی جاگیر حاصل کرنے کے لئے امام حسینؑ کو ان کے بہتر (72) ساتھیوں سمیت پیاسا شہید کیا۔ [2]

---

[1] حکایتھای گلستان ص65

[2] منتھی الامال 1/333